

ماہنامہ

دیوبند

حکایت

تاریکیوں میں ایک حیران

رانی جن کے سردار خاتم الانبیا

”اے اہل ایمان! ایک ایسا
وقت آئیوں والا ہے کہ طاغوتی
قوتیں قصیں مشاذانے کے
لئے اس طرح مجتمع ہو جائیں گی
جس طرح دستروں کے گود کھلنے والے

حضرت مصطفیٰ اللہ علیہ السلام نے
فرمایا

مدرسہ عامر عثمانی (فاضل دیوبند)

جمع ہو جاتے ہیں“

ایک صحابیؓ نے دریافت کیا۔ ”لے اللہ کے رسولؐ کیا اُس وقت
ہم تعداد میں کم ہوں گے؟“ — حضورؐ نے فرمایا۔ ”نهیں بلکہ تعداد میں ہت
ہو گے مگر تمہاری حیثیت محسوس کے ان عکوں سے زیادہ نہ ہو گی جیسیں سیل روں ہا
لے جائیے۔“ پھر اپنے فرمایا۔ ”خدا تمہارے شمنوں کے قلوب سے تمہارے عہد کا
نیچکا اور تمہارے دلوں میں جود و کسل دال دیجگا۔“ ایک صحابیؓ نے پوچھا۔ ”اب کا
کیا سبب ہو گا؟“ — جواب ملا۔ ”یہ کہ تم دنیا سے محبت کرنے لگو گے اور مت
تحمیں بہت ناگوار ہو گی۔“

ابوداؤد

فی پرچھا:- ایک روپیہ

سالانہ
دس روپیے

کیمیورم کے ہنر کو مالاں کرنے والی کتابیں

کیمیورم پر پہلی کتاب

وہ بہوں وال داش کے اب کیمیورم کے علوں حوالہ
اعمال پر بھائیوں اور اس میں ان کے تصورات
کو علمی و مفہومی طور پر بخوبی پیش کیا جائے۔
کو وہ تو وہ کسی کی حقیقت

پہنچنے پر شوشی دل کی بے امداد تھیں جس سے باہمی
کو اماکن کیا ہے۔ پہنچنے کے اور جو مواد
یونیورس کے اس فضائل کو پہنچانے کے لئے اس کتاب کی ایسا
کے بعد تازگار ہو گئی تقویت حلال ایک پرمیورم ایک پرمیورم۔

چین کے مسلمان

چیلوں افراد کا پیغمبری مسلمانوں کے تاریخی مالا دی پڑی
بُشی، اس اپنے اداں کی وجہ، دعاء پر بھی پیش کرد
مولانا احمد شان قابلیت قوت دیجیے۔

آج کا چین

مشہور بندوں شافی عالم دا کراپ پر کھجور سروار
کیہوست پیش کی ذمہ کے برہنہا کا سیر جاصل آپسے۔
سرکم مولانا احمد شان قابلیت قوت دیجیے۔ قیمت ایک روپیہ۔

خط قسم

کیوں نہیں سے ہیں عوام کے فارکی کہاں،
تصوروں کی زبانی، ایک انصوری کو چوہا دینے کے
لئے دنال پر من خصیل سے بہیں کرو دیا ہے قیمت
پہاں پیسے۔

گفتگی

بہوں سال وچاں اک شاعر موسیٰ سیدی کا محمد کافی
حقیقی عوام کی زندگی و رفاقت کا پاس دار اور شاعری
سیدی موسیٰ احمدیات کا نقیب۔ اس کی علوں حوالہ
یگڑا پوش۔ قیمت دو روپیے۔

کیا خطوات ہیں اور اخیر کس طرح رکاب جا سکتا ہے
قیمت پہاں پیسے۔

تعلیم کی کھوج

اس کتاب میں ارشاد، اذیت کے نکالت مکمل
جیکے پار ملے رہے ایں۔ پہنچانے کی میں ہے، جو
حصہ ٹھہر کے شوق سے پھرنا کے نکالت انتقال کی کہاں
جھکتے۔ واپس بیان دیجیے کہیں اس سے آپریز
میں، قیمت پہاں پیسے۔

مہور کی انفلاب

ایک دوسری بہت اور، مرتضیٰ ایک دوسری کے جملے
وہ جنگ کے بعد، وہ میں، وہ نہیں ہیں بلکہ
شمار طبقہ بندہ میان اور بکار، میان، روپیہ اور
بُشی، وغیرہ کی روپیہ پیش کی جائے ویلے ہے۔
پیش کی جائے ایک دوسری سوپر کی ستارہ، اس کی
موجودہ بیعت اور وہ زرہ کی جملہ میرمیں کا نسلیں اور
قیمت ایک روپیہ۔

مصفے سے موصی، معاشرت سے بہت کرنے امداد
کے مدد میں بہت ملے رہے۔

پیش پیش تحریک کے بنیادی اصول

رطانیکی رطبی پیش کی جو کس کے مسئلہ تکریز
و فرید کی مشورہ کی جو میں صفت نے تھات کیکوں
شمار طبقہ بندہ میان اور بکار، میان، روپیہ اور
بُشی، وغیرہ کی روپیہ پیش کی جائے ویلے ہے۔
پیش کی جائے ایک دوسری سوپر کی ستارہ، اس کی
موجودہ بیعت اور وہ زرہ کی جملہ میرمیں کا نسلیں اور
قیمت ایک روپیہ۔

چین میں اسلام کا نامی احوال

پیش میں اسلام کا، معدی عین اتفاق کو مسلمان کی دل
اوہ بوجوہ پیش کیلم ایک پر جوچھ گزرد ہے اس کا انداز
خصلت جاں تجوید۔ قیمت جاہیں پیسے۔

محاجی کی تلاش

پیش اور بندہ میان کی مٹانی دو۔ اقصادی
تلقی کی روپ کوں کتنا اگے تھات، ایک بے ران
اوہ بوجوہ پیش کیلم ایک، ایکی میانات کے شہر باہر
بہاں کو زیریں کے فلم سے۔ قیمت پہاں پیسے۔

مہوری سو شرام

مہوری سو شرام کا اس منحصرہ دو دل کے اقصادی
ماہی تلقی کا نکالت بے سکن کچھ سیاہ پاریں اپنے
سی تھات کی تبلی، کے اس تھک کو نکلا راہ پر
کی جس۔ اس کی بیش آپریز اور میانے تباہی
کے پیش کیلم کوں کیں طب کے طبقیہ قیمت کی جاتی
ہیں، اک ایمانی ملبوث افس مٹا دیجیت ایک روپیہ۔

آج کا نامہ سوم

اس سے بہاں، جنمہ اس کو نامہ بندہ نہیں
ڈال کا اس بندہ بخدا بیان کیں اس وہ اس تھات پر
اس کا بے سکن کچھ سیاہ کی تھات، مالم بارہ
کلکم ایک، اس سے عالی اور تیار پیش کیلم ایک
میانے محنت کی بے اس کے سہیت پیش کیلم کو نیا اس
کلکم کے۔ قیمت ایک روپیہ۔

مہیری پیشیں۔ اک جائز ایمانی از تمام
مہیری پیشیں کا اس منحصرہ دو دل کے اقصادی
ماہی تلقی کا نکالت بے سکن کچھ سیاہ پاریں اپنے
سی تھات کی تبلی، کے اس تھک کو نکلا راہ پر
کی جس۔ اس کی بیش آپریز اور میانے تباہی
کے پیش کیلم کوں کیں طب کے طبقیہ قیمت کی جاتی
ہیں، اک ایمانی ملبوث افس مٹا دیجیت ایک روپیہ۔

ب پتے سے منگائیے: مکتبہ تھجی دیوبند۔ ضلع سہارن ببور (یو۔ پی)

اُس دائرے میں سُرخ نشان ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس پر چسپہ آپ کی خریداری ختم ہے۔ یا جو منی آرڈر سے سالانہ قیمت بھیجیں یادی پی کی اجازت دیں آئندہ خریداری جاری نہ رکھنی ہو تو اپنے بھی اطلاع دیں۔ خاموشی کی صورت میں اگلا پرچہ دی پی سے بھیجا جائیگا جبکہ وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہو گا دوی پی دش روپ ستر بیسے کا ہو گا، منی آرڈر بھیج کر آپ دی پی پرچہ سے بچ جائیں گے۔



ایڈیٹر
عامر عثمانی
فاضل یوسف

۱۹

شماره

جنلد

سالانہ قیمت۔ دش روپے۔ فی پرچہ ایک روپیہ

غیر حاکم سے۔ ایک یاؤڈ۔ شکل پوٹل آرڈر۔
پوٹل آرڈر پر کچھ نہ لکھئے بالکل سادہ رکھئے۔

پاکستان کا پتہ ہوا۔ مکتبہ عثمانیہ ۲۳۸۰ مینا بازاً

پیر آنی بخش کالوٹی۔ کراچی۔ (پاکستان)

پاکستانی حضروات۔ مندرجہ بالا پتہ پر
منی آرڈر بھیکروہ رسید ہمیں بھج دیں جو منی آرڈر
کرتے وقت ڈاکخانہ سے ملتی ہے۔

ہمارا مکمل پتہ
تجھلی۔ دیوبند

دیو۔ پی

عامر عثمانی پر نظر پبلیشن نے "محمدی پرسیں دیوبند" سے
چھپو اک اپنے دفتر تجلی دیوبند سے شائع کیا۔

فہرست مضمایں تخلی جون ۱۹۶۷ء

۵	عامر عثمانی	آغاز سخن
۱۱	"	تجھی کی طاک
۲۸	مولانا ابوالا علی مودودی	تفسیر القرآن
۲۹	"	لهم حديث
۳۵	"	درس حديث کے دوران
۳۸	شمس نوید عثمانی	کیا ہم مسلمان ہیں
۴۲	"	ایک قاسی اور بگڑا
۴۵	مولانا ابوالا علی مودودی	کارکنوں سے خطاب
۴۹	"	ایک خط
۵۱	شمس نوید عثمانی	افق کے اس پار
۵۹	"	دعوت دردا اور فکر درماں
۶۶	ملا ابن العرب مکی	مسجد سے میخانے تک
۷۲	"	مولانا مودودی کی مجلس
۸۰	شمس نوید عثمانی	کھرے کھوٹے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعاز سخن

اعزار کامل جانا کیا حقیقتہ بھی ڈاکٹر صاحب کی خوش قسمتی ہے یا اس ظاہری خوش قسمتی کے حقب میں تباہی اور آفات کا بھی کوئی طوفان انکرا یا اس لے رہا ہے — تو ہمیں احتراف ہے کہ ایسے کسی حلقو کی تلاش میں ہم ناکام رہے ہیں — حلقو تکجا کوئی ایک فرد بھی ایسا نظر نہیں آیا جس نے شایان شان بخیدگی کے ساتھ دور اندیشی اور عاقبت بنتی کی عینک سے نگاہ فقد طے ائے کی کوشش کی ہو۔

غیر مسلم خضرات چیات بعد الموت کا کوئی حقیقی تصور نہیں رکھتے اس لئے ان کی سطحیت اور ناعاقبت اندیشی پر تو محیرت نہیں کی جاسکتی میکن مسلمان تو نہیں اسی قوم کا ہے جو حیات بعد الموت کا ایک واضح، مخصوص اور خصل و حکم عقیدہ رکھتی ہے۔ اہم اجماع اسلامی اور جمیعتہ علماء جمیسی دین پسند جماعتوں نے بھی اگر ڈاکٹر صاحب کی اس ظاہری خوش قسمی پر آخوند اور یوم الحساب کے تجھ سے نگاہ فقد نہیں ڈالی تو اس پر محیرت گیوں ہو۔ کیا واقعی یہ بات سوچنے کی نہیں ہے کہ جو بلند اعزاز آج ہمارے مددوچ کو لادے اس کے نتائج دس سال بعد خود مددوچ کے حق میں کیا مخلکے دالے ہیں اور کہیں ایسا تو نہیں کہ آج کی شاندار خوشی مستقبل کے کسی ہوں اگ در دعیم پر منتج ہو جائے۔

پھر بھی کہیے — ہمنے ترکی بھاجا ہے کہ مشیت ایندھی نے ڈاکٹر صاحب کو صدارت علیٰ کی کرسی دیکھ عظیم آزمائش سے دو چار کر دیا ہے اور یہ نعمت میں پشم ظاہر ہیں بھی میں نعمت ہے حقیقتہ بہت بڑا خطرہ اور بھی انکے قسم کا احتیان ہے جس سے

اپنا پانقطہ ملظر ہے۔ ڈاکٹر ڈاکٹر احسین جمیوریہ ہند کی مندرجہ صدارت پر فائز ہو گئے۔ اس واقعے پر سیاسی و صحفی حلقوں میں بھی طرح کے تبصرے کئے جا رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ہندو اکثریت کے اس ملک میں اقامت کی فردا صدر بخا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ ملک تمام ذہبی تسبیبات سے بالآخر ہو کر اقوام عالم میں سرپرندہ ہو ناچاہتا ہے۔

کوئی محل انشائی کرتا ہے کہ کاٹگریس پر اپنے اصولوں سے ہٹ جائے اور فرقہ واریت کی راہ احتیار کر لیں کے جو الہام اشارات و کنایت سے گذرا رہنا احت و صراحت کے ساتھ گھٹے چلتے لگتے تھے یہ واقعہ ان کی تکذیب و تردید کے لئے بالکل کافی ہے۔

ڈاکٹر ڈاکٹر احسین سے تعلق رکھنے والے حلقو بہت خوش ہیں کہ ان کے مددوچ کے ملک کا رسے پڑا منصب ٹھیل ہوا۔ خود ڈاکٹر صاحب بھی یقیناً مسرور ہوئے کہ اپنی طویل قومی و سیاسی خدمات کا امداد آخرا کارا خیل ایک ایسے چہرے کی شکل میں ہیں جس سے اوپر اعہدہ ملک میں کوئی نہیں سے تاثرات و خیالات اور تبصروں کی اس طرح کی میراث نے بہت تلاش کیا کہ کیا کوئی ایسا حلقة بھی ہے جو ان سے اور بے غمز خیال آرائیوں سے بلند ہو کر مخصوص اور دو دن ایشانہ اندراز میں خور کر رہا ہو۔ خود ڈاکٹر ڈاکٹر احسین کی خیر خواہی اور تکراری کے تجھ سے یہ بھنگتی کوشش کر رہا ہو کہ صدارت کے بلند ترین

کہ وہ انصاف نہ کرے۔ اپنی ذمہ داریوں کو نہ سمجھے۔ ظالم و تشدید کو جائز رکھے۔ مکروہوں کے حقوق میں دفع فصل کرے۔ عدل کے تقاضوں پر اپنے مقاد اور خواہشات کو ترجیح دے۔ ایسے سردار کی بد انجامی اور بُصیری کی خبر اللہ کے رسول ہی نے دیدی تو پھر کس صاحب ایمان کے لئے شہہ بر ابر کجا شیش ریب رہ سکتے ہے۔

اکل اور موقعہ پیر اللہ کے رسول نے فرمایا:-

وَمَنْ لِلَّهِ مُرْتَأَعْ وَمَنْ
تَبَاهَ بِحَمْكِ حَمْكَوْنَ لَهُ
الْعَرْفَ أَعْوَلَ لِلَّهِ مَنَاؤ
جَوْدَهِرِيْنَ كَيْلَهُ - تباہی ہے ایسوں
لَيْلَهَمَّنَّ أَقْرَأَهُ
سَكَنَ لَهُ - لوگ قیامت کے دن
يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَتَ
پچھائیں گے کہ کاش انھیں دنیا
لَوْ اَصِيَّصْمُ مَعَلَّقَةٌ
میں پشا نیوں کے بل شریاسے لٹکا دیا
بِالْقَرْسَأَ يَجْلِحُونَ
جانا اور وہ زمین و آسمان کے درمیان
بَيْنَ السَّمَاوَهُ وَالْأَرْضِ
بے بی سے جھولتے رہتے مگر انھیں
حاکم و دانی نہ بنایا جاتا۔

عَمَلًاً - ۷ ۷ ۷

اس انداز بیان سے کیا صریح طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ اماموں و سیادت کا منصب کتنا خطراں اور اخزوی نقطہ نظر سے کیسا سخت امتحان ہے۔ واضح لفظوں میں فرمایا کہ:-

كَلَمَدَرِسَا عَلِيٍّ وَكَلَمَمَسْتُوْنَ عَنْ رَعِيَتِهِ
تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور ہر راعی سے اسکی رعیت
کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پھر ہر خوب نے خوب کھوں
کریہ بھی فرمایا کہ:-

پس سردار و حاکم اس پوری رعایا کے بارے
میں سوں ہے جس پر وہ سردار بنا یا گیا ہے اور ہر ایں و
عیال والا آدمی اپنے اہل بیت کے بارے میں سوں
ہے اور ہر عورت اپنے شوہر کے گھر اور اولاد کے
بارے میں سوں ہے اور ہر غلام اپنے الاکے اولاد
حقوق کے بارے میں سوں ہے (نجاری و ملک)
اب سوچیے کہ حشر کے دن اُس امام و امیر کا یہاں

کامیاب گزرنے کی دعا تو ہم حمایت کے حق میں ضرور کر سکتے ہیں، لیکن واقعات و حقائق کے بینی نظر یہ موقع پیچا سی فصل میں نہیں کر سکتے کہ چاری دعائیں ہو گی اور موصوف اپنی غائب کو پیچا لے جاسکیں گے۔
کیوں نہیں کر سکتے؟

اس کا جواب اسند سے قبل آپ ایک نظر بعض احادیث پڑا لیں تاکہ دنیاوی تمرک حشم اور جاہ و مال کی چمک مک میں یہ حقیقت آپ کو بالکل ہی فراموش نہ ہو جاتے تاہم جلد — بہت ہی جلد وہ دن بھی آئے والا ہے جب ہر شخص کو خالق کائنات کے دربار میں حاضری دینی اور اپنے اعمال کا حساب چکانا ہے۔ اس دن ہر وہ شخص زیادہ خطرے میں ہو گا جسے دنیا میں زیادہ عزت و اقتدار اور سیادت و اختیار کی دلت عطا کی گئی ہو۔ ڈاکٹر حباب الگردی کل جبی ہمیونی منصب پر نہ تھے نائب صدر تھے جو بہت معزز ہے لیکن اختیار و اقتدار کے اختیار سے اس میں اور صدر ادارت میں کوئی مناسبت نہیں نائب صدر رہنے کی حالت میں اگر انھیں موت آ جاتی تو آخرت کا حساب کتاب بہت بہت بڑا ہوتا۔ لیکن اب جب کہ وہ حقیقتہ صاحب اقتدار و اختیار ہو گئے ہیں اخزوی از پس کا عالم بے حد اہمیت اختیار کر گیا ہے۔

اللہ کے آخری رسول نے فرمایا:-

مَاهِنَ سَرْجُلَ يَلِيْ أَمْرَ
جُو شخص فقط دش ہی لوگوں پر یا اس سے
عَشْوَرَةَ فَمَاءِقَقَ ذَلِكَ
زائد پر سردار بنایا گیا وہ قیامت کے
اللہ کے حضور اس حال میں لا یا جائیگا
كَرْطُوقَ پِيَنْتَهَيَ هُوَكَا اور اس کے باخ
مَعْلُوْلَ لَيَوْمَ الْقِيَمَةِ
مُيَمُّدَ لَهُ إِلَى الْعَنْقِيَّةِ فَلَهُ
جُرْدنَ سَعْيَ بَيْنَكَيْنَ اب یا تو اس کی
نیکی اسے چھڑا لے گئی ایکھر اس کا گناہ
اوَّلَيَّةَ إِشْمَهُ اَذَّهَمَا
اَسَهَّلَكَ كَرِيْغَا - دسن لوکر ہر ری
مَلَّمَهُ وَ اَوَسْطَهُ
کا شروع مل مرت ہے۔ درمیان
نَدَّ اَمَّهُ وَ اَخْرَاهَا خَرْجِي
يَوْمَ الْقِيَمَةِ (مشکوہ)
کے دن۔

سردار کی حیثیت میں کسی شخص کا بڑا ہونا اس کے موکبی ہے

کے موتی خرفت ریزوں کے مولیٰ بیج دیتے۔ الحمد للہ انکا ایمان و اسلام خاصاً ہاجاند ار ہے۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ صدراً مذکوب ہونے کے فوراً بعد ڈاکٹر صاحب سر بے پہلے گاندھی اور جواہر لال کی سادھیوں پر حاضری دیتے ہیں اور ایسے گیان دھیان کا مظاہرہ کرتے ہیں جسے خود ان کے اسلامی نقطہ نظر سے ایک ناٹک کے سوتھے ہیں کہا جا سکتا تو پھر یادِ ناخواستہ انسان پڑتا ہے کہ یہ گاڑی ہوس قسم کے عدل و امانت اور دیانت و حق پرستی کی لائیں پڑھانے والی نہیں بلکہ اُس نام نہاد قوم پرستی اور وطن دشمنی کی طرح پر چلنے والی ہے جو یہ لاگ انضاف اور حق و صداقت کے تھی اسٹیشن سے نہیں گذرتی۔

آپ کہیں کہ جہوں یہ ہند کا صدر رکسی اسلامی اسٹیٹ کا صدر نہیں جس کے سلسلے میں حق و صداقت جیسے مقدس اور مذہبیک رنگ میں رنگے ہوئے الفاظ کے استعمال کا جوانہ ہو۔ وہ تو ایک سیکولر اسٹیٹ کا صدر رہے جو ناہرب و ملت کے امتیازات سے بالاتر ہے۔

ہم جو اب دیں گے کہ عزتِ ماب صدر جہوں کی یادِ ای اعلیٰ عمل ہی میں اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ اُس سیکولر ازم کی خدمت کا عزم نہیں رکھتے جس کا ڈنکاسالیے زمانے میں پیشا جار ہا ہے اور جس کی تشریح یہ کی جاتی ہے کہ حکومت کو کسی بھی نہ بہب و ملت سے کوئی سروکار نہیں اور اس کے مختلف افراد اذاتی حیثیت میں خواہ کسی بھی نہ بہب سے قلع رکھتے ہوں مگر ان کی حاکماں حیثیت مذہبی فرق و امتیاز سے بالاتر ہے۔ اس سیکولر ازم کی ایماندار نہ خدمتِ الگیش نظر ہوتی تو کوئی منطقی جزاگاندھی اور جواہر لال کی سادھیوں پر حاضری اور مراقبے کا نہیں تھا۔ ایک صاحبِ علم مسلمان کی حیثیت میں عزتِ ماب ڈاکٹر صاحب خوب جانتے ہوئے کہ کسی عیر مسلم کی سادھی سے تھیدتِ مندانة تعلق اور نیازِ مندانة لگاؤ نہ صرف یہ کہ اسلام میں کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ اسلامی شریعت اسے مذہم قرار دیتی ہے۔ پھر کوئی چیز تھی جو اصلیں اس طرف نہیں گئی۔ آداب صدارت میں اگر باضابطہ یہ چیز

ہو گا جس پر دس سو چھاس کی نہیں کروڑوں افسراد کی سرداری و سیادت کی ذمہ داری رہی ہو اور پھر اس سے سوال پر سوال کیا جائے کہ کہاں کہاں کس کے ساتھ تم نے انضاف کیا ہے یا ظلم۔ ہو کون سے معاملے میں تم نے دیانت و حق شماری کا روایہ اختیار کیا ہے یا خود غرضی و مفاد پرستی کا۔؟

یہی تو وہ عظیم ذمہ داری ہے جس کی بناء پر ابو یکر و عزر جیسے جلیل القادر لوگ بار امامت اٹھاتے وقت کانپ کا نپ لگئے تھے اور پھر ان کا پورا دور امامت ایک لیسے علام کی حیثیت میں گزارا تھا جسے دن رات کا ہی کام ہو جس کے لئے چین، عیش، و راحت اور فراغت و سکون حرم ہو گیا ہو۔ اللہ کے بسوں نے فرمایا۔ اھم امانت۔ سرداری تو امانت ہے۔ پھر فرمایا مامن و ایلی ملی سعیہ من المسلمين فیمود و هو غاش تصرم الا حرم اللہ علیہ الجنۃ۔ کوئی بھی والی و حاکم جسے مسلمانوں پر امیر بنادا گیا ہو اگر اس امانت میں خیانت کرے گا تو اس کا انجام اس سے سوا کچھ نہیں کہ اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔

ایک اور موقعہ پر اللہ کے رسول نے فرمایا کہ:-

وہ سردار ہو ٹلم رو رکھتا ہو قیامت کے دن اللہ کی نگاہ میں بدترین شخص ہو گا اور اسے شدید عذاب دیا جائے گا۔ (ترمذی)

خرانہ حدیث سے یہ چنہ ہوتی ہے کہ آیے سامنے رکھتے تاکہ دنیا کی دھیم دھماں میں کھویا ہو اد مانع اُس حقیقت کی طرف بھی توجہ دے سکے جو حقیقت بکری ہے۔ جس سے فر ہوئی ہے۔ جو اٹل ہے۔ جس سے بہت جلد سب کو دوچار ہونا ہے۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ شدید آزمائش کی اس پل صراط سے کامیاب گزر جانے کی توقع ہمیں ڈاکٹر صاحب کے بارے میں کیوں نہیں:-

یہ بجا سے کہ ڈاکٹر صاحب اُن قوم پرستوں میں نہیں ہیں جنہوں نے اپنی قوم پرستی کو مسترد بنانے کی خاطر دین و ایمان

ضابطہ اس کی طرف منسوب ہو جاتی ہیں۔ لہذا اسے حصیقی اقتدا دانیا اور کوئی نقطہ نظر سے شاہ شطرنج تو کہہ سکتے ہیں امیر و قائد نہیں کہہ سکتے۔ پھر یہ کیونکہ درست ہو گا کہ اس پر اُن احادیث کو منطبق کیا جائے جن کا مصداق ایسے ہی حکام و اُمرا میں سکتے ہیں جنہیں واقعۃ اقتدار و اختیار حاصل ہو۔

ہم جواب دیں گے کہ مسٹور ہند پر نظر دالنے والیں میں واضح طور پر صدر کو عاملہ کا حاکم اول قرار دے کر تسلیم اختیارات کمالک بنایا گیا ہے اور ایسی کوئی اینی بندش اس پر نہیں لگائی گئی کہ وہ وزرا اُس کی شیم سے اجازت لئے بغیر کچھ کہہ جانا رکھے ایسے لہذا یہ کہنا درست نہ ہو گا کہ وہ مختار و مقتدر نہیں ہے۔ اگر اب تک کا اسوہ یہی رہا ہے کہ صدر صاحبان سلطنت اور تقریر کرنے کے سوا کچھ نہ کرتے ہوں تو اسے "مکروہی" تو کہا جا سکتا ہے آئین و قانون نہیں قرار دیا جاسکتا۔ بحث نازک اور طفیل ہے مکروہی نہیں کہ تم تفصیل میں جائیں۔ مُستقبل خود ہی تاریخ کا کہ آج ہم نے جس پہلوتی نشاندہی کی ہے کل وہ کن تفصیلات کو سامنے لائیگا۔ وہیںما عاقبة لا مور۔

مجملی خاص نہیں ستر کی پیاریا ۲)

شائین کو پیش کر جو شی ہو گی کہ ادا کے نے ایک خاص نہیں تیاریاں شروع کر دی ہیں۔ "قابل مطالعہ نہیں" کے عنوان سے پچھلے سال ایک نہیں آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ اسے عام طور پر پسند کیا گیا تھا۔ یہ بہر حال اپنی نوعیت کے اعتبار سے نقش اول تھا۔ نقش ثانی کے باشے میں آپ تو قوع رکھیے کہ انشاء اللہ خالصے کی چیز ہے۔

تفصیلات اگلے شمارے میں دیکھئے۔
منیجر تعجبی

شامل ہے کہ ہر نیا صدر اسی طرز عمل کا مظاہرہ کرے تو مذہبی غیر جانب داری کے دعوے لغو یہ تو مذہبی مذہبی جانب داری ہے کہ آداب ہمدارت میں ایک ایسا بھی عمل شامل کر لیا جائے جو ملک کے کمر و طوں انسداد کی نظر میں اکثریتی مذہب کے مطابق اور ان کے اپنے عقیدہ و خیال کے منافی ہو۔

اول اگر یہ چیز آداب ضروری میں شامل نہیں ہے بلکہ عزت مآب خود ہی اپنی خوشی سے اس پر عمل پیرا ہوئے تو اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ شعوری یا ایم شعوری طور پر صرف اسی سیکولر ازم کی خدمت کر سکیں گے جو اکثریتی طبقے کے مذہبی مطالبات کو قومی حقوق کہتا ہے مگر اقلیتی فرقے کے بر احتجاج کو فرقداریت کا نام دیتا ہے۔ پیسکولر ازم مفاد پرستادھم سیاست سے عبارت ہے۔ اس میں بے لائگ مدل کو پہلا درجہ میں نہیں بلکہ بہلا درجہ جمہروں کی بقا، اکثریت کی رہنا جوئی اور اعلیٰ درجے کی چوب زبانی یا ممکن تغافل اور استغنا مرکو میں ہے۔

فلم کو حدیادب میں رہنا چاہیے کہ اب ڈاکٹر حسab ہم رجک صدر بن چکے ہیں۔ مبارک مر جبا۔ اکیلا اور دوہی کا مسئلہ بتا دے گا کہ صدارت عظیمی کی قابلِ رشک خدمت ڈاکٹر صاحب کے حق میں واقعہ بھی نہ ہت ہی ہے یا ایک ایسا خوبصورت شکار ہے جو نظر وہی کو تو پھلا لگ رہا ہے لیکن بہت جلد یہ سب کچھ جلا کر راکھ کر دے گا۔ لے اس لئے ہمارے نئے صدر کو دونوں کی اگلے سے پچھا اور اپنے فضیل خاص سے حق دیانت کی راہ چلنے کی توفیق دینا۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ مروجہ جمہوری نظام حکومت میں صدر کی چندت عملی اعتبار سے فرمایاں رہوا اور حاکم اعلیٰ کو نہیں ہوتی بلکہ وہ تو ایک اعزازی سربراہ ہوتا ہے جس سے رسمی و رواجی کارروائیوں کے علاوہ کسی بھی اقدام و عمل کی توقع نہیں کی جاتی اور جس کی پالیسیوں کے ساتھے وزراء کی قیم تیار کری ہے۔ یا زیادہ صحیح لفظوں میں یوں کہہ سمجھے کہ اسکی اپنی کوئی پالیسی نہیں ہوتی بلکہ سیاست عاملہ ہی کی پالیسیاں بطور

قابل نیا کیا ترجمہ میں۔ مشتمل۔

تفہیم القرآن

ترجمان القرآن

- فرعون ملک مصر، میں بڑا ہی مکرش پادشاہ تھا۔ ایسیں بھی وہ ان لوگوں میں سے تھا جو کسی احمد شک ہنس کر ظلم و استبداد میں پر رکتے نہیں۔ بالکل چھوٹ تھا۔ ہم نے انسان کو مٹی کے سوت سے سیدا کیا۔
- فرعون زمین پر فلبیر رکھتا تھا اور

- اور دیکھو یہ واقعہ ہے کہ ہم نے اس وقت لوگ کوئی سفارش انسان کو مٹی کے خلاصے سے سیدا کرنے پر قادر نہ ہوں گے جب تک کیا (یعنی زندگی کی ابتدائی کے اس کے جس نے رحمان کے حضور خلاصے سے ہوئی) سے پردار احامل کر لیا ہو۔

(سورہ یوسف)

۷ ۷ ۷ ۷

- اس نے شفاعة کرنا کرنا کسی کے اختیں نہیں نہ ہو گا ہاں جب کسی نے خدا کے حضور سے وعدہ پالیا۔

(سورہ مریم)

۷ ۷ ۷ ۷

تاریخ حدیث

دامتہ بیتات دسمبر ۲۰۰۴ء کے ایک مضمون پر تقدیمی نظر

تزوین حدیث کا باقاعدہ کام دور عرب ابن عبدالعزیز (۹۹۷ھ) میں شروع ہوا۔ اس وقت صرف حفاظت حدیث اس کا مقصد تھا۔ اس نے ہر قسم کی تلقینی اور شبہ احادیث جمع کر لی گئیں۔ ان کو فہری اباب میں جمع کرنے کا کام امام شعبان نے شروع کیا یا امام البیهیقی نے پورا کیا اور کتاب اللشارامت کو دی۔ اس کے بعد مولانا کا درج ہے۔ اس کے بعد مسلم کا دور شروع ہوا یعنی ایک راوی کی ساری روایات کو جیسا کہ نا ایسا بخاری نے صحیح حدیث کو غیر صحیح سے اور احادیث و آثار کو الگ الگ کیا اور جرح و تقدیم کے اصول حدیث کا دور شروع ہوا۔ ۱۴۳۰ھ

علمی افق (رسائل حالات کا جائزہ)

- ① خودکشی — امریکہ میں ہر سو میں سے ایک شخص خود کشی کی بھی نہ بھی ایک کوشش کر جاتا ہے وہاں خودکشی کا تناسب ہے کہ ہر لاکھ میں سے ۱۰۶۸ خودکشی کر لیتے ہیں۔ ہنگری میں (۲۶۶۸) آسٹریا میں (۲۱۶۲) زیکو سلائیکی میں (۲۱۶۵) فن لینڈ میں (۱۹۶۳) مغربی جرمنی میں (۱۸۶۵) ڈنمارک میں (۱۹۶۱) سوویڈن میں (۱۸۶۵) سوویڈن لینڈ میں (۱۶۶۸) جاپان میں (۱۶۶۱) فرانس میں (۱۵۶۵) انگلینڈ میں تا سب امریکہ سے زیادہ اور دیگر ممالک سے کم ہے۔ اس کے بعد اٹلی میں (۵۶۳) آتریلنڈ (۲۶۵) اور صربیا (۵۶۱) ہے۔ یہاں عدد شمار اس لئے شبہ میں کہ فتنوں کے واسطے رسوائی کے خواہ سے ایسے حادثوں پر پردہ دلا جاتا ہے۔ امریکہ اور باقی مغربی دنیا میں عورتیں زیادہ خودکشی کی کوشش کرتی ہیں مگر کامیاب زیادہ مرد ہوتے ہیں۔ زیادہ تر من کار، پیشہ و رہبریں اور اعلیٰ انتظامی ہمدردے دار یہ حرکت کرتے ہیں۔ ہر سو افراد میں سے دو خودکشی کرتے ہیں۔ اس کا سبب معاشرتی صدمات بتائے جاتے ہیں اور فراہد کی رائے میں نفسیاتی عوامل اس کے ذمہ دار ہیں۔ وہ خودکشی کو زندگی کی جذبات پر ہوتی کی جذبات کی فتح کہتا تھا! اظہاریں صدر ہی نکل خودکشی مغرب میں نہ ہوم فعل تھی۔ اب یا ہنس اب اس کے رسباب پر رسیروج کے ادارے قائم کر دیتے گئے ہیں۔

- ② کوئی سرم خط — ساتویں صدی عیسوی میں اس کی دو شاخیں تھیں ایک کتبات و مقابر وغیرہ کا جھونڈ اخط و سرا نازک اشیاء پر حسین نقیض خط۔ اس دوسرے خط کی پھر مزید شاخوں میں سُرخ اور ریحانی مشہور ہیں۔

- ③ مولانا ابوالکلام آزاد (مرحوم) کی اردو — ترجمان المفترآن میں ان کی بعض تائیث و تذکیراً درخلاف محاورہ تراکیب پر حوالہ کے ساتھ کرفت کی گئی ہے اور ان کی تفسیر ترجمان القرآن اور مولانا مودودی کی تفسیر لفظی المفترآن کا

شائع کوہہ: نیشنل اکٹھی - ۹۔ انصاری ماڈلٹ - دریا گنج
دہلي۔ قیمت - ایک روپیہ۔

تین سو صفحات کی یہ کتاب حضرت شری اکی جیں کی تصویر
نہیں بلکہ جیں کی مکمل اور جامع سماجی تاریخ ہے۔ ظاہر کیا گیا
ہے کہ جیں کی قدیم روایات کی جن گھری جڑوں پر اشتراکیت
بیشتر چاہا ہے ہے اس کوشش میں یہ روایات پھر غالب ہیں
اور اشتراکیت کے پاؤں تلے کی زمین ایک دن ہسک جائیگی
یہ استدلال قوی استدلال بن سکتا تھا مگر چند باتیں اسکو کمزور
کرتی ہیں۔ مثلًاً معنوں میں غربی تہذیب کے تصادم سے پیدا
ہونے والے نظام کو جیسی تہذیب سے جوڑ دیا ہے۔ اگر جیں ہانی روایات
کی دشمن غربی تہذیب کو قبول کر سکتا تھا تو یکیوں نرم کو قبول کیوں
نہیں کرے گا جو دسرا کمزور دوڑخ یہی ہے کہ ایک طرف یہ کہا گیا
ہے کہ ماوزی ننگ تھیاروں کے ذریعہ یکیوں نرم کو لایا۔ دوسری
طرف یہ بتایا گیا ہے کہ یکیوں نرم نے فکری اصلاح کا سورج سنبھالا۔
اس کے بعد وہ کون خواز ہے جو یکیوں نرم نے خالی کر رکھا ہے؟

مولانا مودودی اور جماعتِ اسلامی کی نظریں

قیمت - ایک روپیہ

تفسیر بیان القرآن | مولانا اشرف علی حمدی مشہور
زمانہ تفسیر - مکمل و مجدد۔

قیمت - ترسیط - چھٹھ روپے۔

تفسیر حقانی | مولانا عبد الحق حقانی کی لا جواب تفسیر مکمل
و مجدد - چھٹھ روپے۔

البيان في علوم القرآن | تفسیر حقانی ہی کا مقدمہ ہے
کے اعتبار سے مستقل کتاب ہے۔ قیمت - مجلدات روپے۔

تفسیر ابن کثیر مکمل (اردو) | علامہ ابن کثیر کی معجزہ الاراثہ تفسیر
نے قسط دو روپے۔ مکمل بلا جلد۔ رہائی قیمت ساٹھ روپے۔

مجلدات کیزین پیشہ رکھ رہے | مکتبہ شکلی - دیوبند (یونیورسٹی)

اہم ترینی، اہم داڑد، اہم نسائی اور این باجئے تقیید کی۔ سب
کچھ حدیث کی ضرورت اور غلط حدیث کی روایت پر وید کے
پیش نظر کیا گیا۔ در غمائلی فتنہ و فساد کا طوفان اٹھا تو حدیث
میں دروغ کوئی کافتنہ زور سے چلا۔ محدثین کی عمریں اس فتنہ
سے نمٹنے میں گزریں اور اس کے نتیجے میں اسماں الرجال کا عظیم
الشان تاریخی و ترقیدی فون دنیا کو حاصل ہوا۔

تہصیر

خلافت و ملوکیت (anus: - مولانا مودودی)

"اسلام کی پلیسینٹری میڈیا ہپور۔ قیمت اعلیٰ۔ آٹھ روپے
۸۵ پیسے۔ ۲۷ روپے ۵۷ پیسے۔

کسی معاشرے پر اس کے نظام خیال کی گرفت طبیعتی
ہوتے ہیں اس میں سچ کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ یہ اکابر طریقی
عمل ہے۔ اس نے شخص رانی اور فانی نظام فکر جسمی نہ کھینی فنا
ہوتا ہے اور قوم سچ ہو کر رہتا ہے۔ یہ حضور ہی کی خوش صفتی
کھنچی کہ ان کے ذریعہ خدا نے جو دنیا کی نظام فکر دیا تھا وہ باقی بھی
رہا خواہ عملی طور پر اس کے دائرے پھیلتے یا سستے رہے ہوں گے
وہ یکتہ فنا نہیں ہو سکا۔ خلافت راشدہ ختم ہوئی اور اس کے
ساتھ اسلامی روح کی حقیقی نظر اسلامی حکومت ختم ہو گئی اور
مسلمانوں کی حکومت شروع ہوئی۔ لیکن اس کا اورش اور عین
باتی رہ گیا۔ آج بھی عالم اسلام اس کے نئے ایک مضطرب آرزو
کا شکار ہے۔ وہ اُسی آئی طبیعت کو اسلام سمجھتا ہے۔ تشویش ہوتی
ہے کہ پھر عالم اسلام نے گم شدہ آئی طبیعت کی علمی شکل برپا کرنے
کے لئے کم احتہان نہ کیوں نہیں لیا؟۔ خصوصاً اس ملک پاکستان
میں جو اسی مقصود کے لئے بنا تھا؟ مولانا مودودی کی یہ تازہ
تصحیف اسی تشویش کا جواب ہے۔ اسی اضطراب کی پکا ہے۔
اسی بات کا ذریس ہے۔ (شیعی احمد)

پیشین کا بدلتا سراج

مصطفیٰ بن جوہانی، دلن برگ جائی
مدرس جمیں: - محمد علیخان - گوپال تسل - محمد سلیمان حب۔

بکلی کی طاہری

موت کے بعد شاید کہیں زنگیسا ہو اور اسی زنا سے جمل قرار پایا ہو اہذا اس نے اسے حتی الوضع چھپانے کی کوشش کی اور اسی لئے دسروں کو اس کا علم بہت بعد میں ہوا ہے۔

اس قسم کے شہادت کے بارے میں یہ بات یاد رکھئے۔ اور وکیل کی حیثیت میں تو یہ بات آپ کو پہلے ہی سے خوب معلوم ہو گی کہ چھوٹے سے چھوٹے جرم کے ثابت ہونے کے لئے بھی کچھ دلائی و شواہد درکار ہوتے ہیں ترکھن شہادت د فاسات۔ پھر طبعہ جرام تو واضح دلائل میں بغیر تسلیم ہی نہیں کئے جاسکتے۔ زنا جیسا بڑا جرم ایسے ہی واضح اور تسلیم دلائی و شواہد کا محتاج ہے جن میں شک کی گناہ نہ ہو۔ فقط ٹھیکن وطن سے کسی عورت کو زانیہ سمجھ لینا سخت ندادی اور زیادتی ہے خواہ فی الحقيقة وہ زانیہ ہی ہے۔

پھر یہ بھی سن لیجئے کہ اگر زائدہ نے خدا خواستہ زنا ہی کیا ہو۔ اور اس کا وہ اقرار بھی کرے تو یہ بھی صحیح انصب ہی مانا جائے گا۔ شوہر کی موت کے بعد زائدہ نے سے یہ کہاں ثابت ہو گیا کہ بوقت زنا شوہر کا جمل موجود نہیں تھا۔ نعوذ باللہ اس بار بھی زنا کیا گیا تو اس سے یہ شیخ نہیں نکلا کہ لولو اُن زناوں کا نتیجہ ہے بلکہ قطعی طور پر یہ سمجھا جائے گا کہ شوہر بیوی کے جرم میں اپنی نظر چھوڑ کر رکھ رکھا تھا اور یہ لڑکا اسی نظر کا شترہ ہے۔

۶ یا ۸ ماہ کی مدت ایسی ہے کہ اگرستے بچے کی ماں خود بھی یہ چاہتے کہ یہ بچہ اس کے مر جنم شوہر کا نہ مانا جائے اور

صحت تربکا ایک مسئلہ

سوال: - از:- محرمو شیخ المرحلن، دکیں۔ پورنیہ (دہار) زید ایک لڑکا، ایک بیوہ اور ایک ماں کو جھوڑ کر نوت کرتا ہے۔ زید کے مرنسے کے بعد اس کے وارثان اس کی پوری اولاد کو کب کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں۔ زید کرنے کے آٹھ ہفتے کے بعد اور جائز د کی بیع کے جھوٹیتے کے بعد زید کی بیوی زراہہ ایک لڑکے کو جنم دیتی ہے جس کی کوئی خبر کسی کو آج سے ۶ ماہ قبل نہیں تھی کہ یہ لڑکا زید ہی کا ہے۔ اب بتلتے اور دے شرعاً مخدومی زید کے دوسروں لڑکے کا زید کے ترسے میں حصہ ہو گا یا نہیں؟

جواب:-

زادہ کا بچہ بلا کسی ریب و شک کے مر جنم زید کا اسی طرح وارث ہے جس طرح دوسرا لڑکا۔ اس کا نسب ثابت ہے۔ اسے حرامی کہنا لگا کہ بیوہ ہے۔

حکم یہ بات کہ دلادت سے چھاہ قبل کسی کو اس جمل کا ملم نہیں تھا بچے کے حلالی ہونے پر کوئی اثر نہیں ڈالتی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب وہ آج پس اپناؤچھا ماں کے پریٹ میں موجود ضرور تھا۔ اگر اتفاق سے اس کا ذکر نہیں آیا تو بلاسے نہ آئے۔

مقصود آپ کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ زادہ نے شوہر کی

اسی لئے وہ کھلمنکھلازنا کا اقرار کرنی پڑے تب بھی شرعی
قانون کے اختیار سے یہ بچہ محضِ انساب ہو گا۔ شریک ورش
ہو گا اور ماں کی بیوی اس نظر انداز کروائی جائے گی۔ نیز اگر
کسلی ہی تو این رات ہوں تو اسے زنا کی سزا دی جائے گی،
اور بچہ پھر بھی مر جوم شوہر ہی کا تسلیم کیا جائے گا۔ جناتک
ہم بچتے ہیں دنیا کا قانون بھی اسی طرح کا فیصلہ کرتا ہو گا۔
آخر کس دلیل سے اس بچے کو سراحتی قرار دیا جاسکتا ہے۔

اردو پر غایت

سوال ۲:- (ایضاً)

یہاں اردو کے مخالفین یہ بتتے ہیں کہ صرف اردو فارسی
اور عربی دو ہنری طرف سے لکھی جاتی ہیں اس کے علاوہ دنیا کی
کوئی دوسری زبان نہیں۔ آپ یہ فرمائیے کہ دنیا کی اور کون
کون سی زبانیں دو ہنری جانب سے لکھی جاتی ہیں؟

جواب ۲:-

یہ تو بھی تحقیق نہیں کہ دنیا میں کون کون سی زبانیں اپنے
سے باہیں لکھی جاتی ہیں لیکن اردو کے متذکرہ مخالفین سے یہ
بچھنے کا شورہ میں آپ کو ضرور دوں گا کہ دلہنے سے باہیں لکھنا
کوئی عیب ہے، اور باہیں سے دلہنے لکھنا کوئی ہزارس کے لئے کیا
بیل ان کے پاس ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ دلہنے سے باہیں لکھنا
عوبی سے تو اس سے اردو کا امتیاز حسن ثابت ہو گا ذکرِ عقص و ستم۔
اگر کوئی کہے کہ دنیا میں فقط مسلمان محمد عربی کو سب سے
برار رسول مانتے ہیں مگر دوسرے کوئی بھی مذکوب اسے تسلیم نہیں
ہوتا تو کیون فسوس کا فقط یہ بیان ہی یہ ثابت کرنے کے
لئے کافی ہو گا کہ محمد کو سب سے برار رسول مانتا ہے؟

ہم فرض کیے لیتے ہیں کہ تنہما اردو فارسی اور عربی
باہیں ہی دلیل سے باہیں لکھی جاتی ہیں تو اس سے اردو کا عیوب
تو ناکہاں لازم آیا۔ یہ تو وصفِ خاص ہے۔ شان امتیازی
ہے سیکستائی ہے۔ اور ذرا بھی بھی دیکھ کر عربی زبان کی وسعت
و فلکت کا دنیا میں کیا مقام ہے۔ متعصب ترین اہل علم بھی تسلیم

تقدیرِ ایامی کے اسرار

سوال ۳:- از:- محمد نبیل غفار - ضلع بیٹر۔

گستہ ہی کہ عربی نہایت وسیع، فصح و بلطف اور جامع زبان ہے۔
اس کے پر نے والے دنیا میں کم و کم ہیں۔ وہ بیسوں جاں
میں بیکچے کی زبان پڑھے۔ اگر تہذیب عربی بھی دلیل سے باہر
لکھی جاتی تو اہل انصاف کے لئے کافی تھا کہ دلہنے سے باہیں
لکھنے کو لاتی تقید سمجھتے۔ مگر جب کہ فارسی اور اردو بھی
اسی روشن کو اپنا کر دنیا میں مقبول ہوتیں تو اور زیادہ لمح
ہو گا کہ بیرونیت خوبیوں میں شمار کرنے کا ہے تذکرہ عیوب ہیں۔
آپ کو معلوم ہے کہ دنیا میں ہر فرد کا نشان انگوٹھا
الگ سے۔ کسی کے بس میں نہیں جو اربوں اشاؤں کی اس دنیا میں
کسی ایک شخص کے نشان انگوٹھے کو کسی دوسرے آدمی کے انگوٹھے
سے مبکوم ہو لادے۔ تو کیا یہ خصوصیت اور کیا تیاری یہیوب
میں شمار کرنی چاہیے؟

چند بھی مالک ہیں جن کے باشندوں کی آنکھیں اور
پیشانیاں بنتاً متور معلوم ہوتی ہیں۔ دور سے دیکھ لیجھے
اور پہچان لیجھے کہ یہ فلاں ملک کا باشندہ ہے۔ تو کیا یہ
امتیازی شان کوئی عیب ہے۔ نقص ہے۔ قصور ہے؟
درہ معرض کو تو اعزاض بھی کرنا ہے۔ اقتدار ایسی
ہی ٹھیک کے ہاتھوں ہے جس پر اردو دشمنوں کا غلبہ ہے۔ اب
چاہے کتنا بوجس اعزاض دشمن اُردو ہر روز کھڑا اکریں ملتا
کے آئے کس کی چل کتی ہے۔ طاقتور مارے اور رہنے زندے
۔۔۔ یہی مثل ہر طرف چل رہی ہے۔ اردو کی پشت پیشائی
قطعہ لاٹل اور مناظر سے نہیں ہو سکتی۔ طاقت سے ہو سکتی ہے
طاقت چاہے ایسا وو قدر باتی کی ہو۔ چل ہے ذہنم کے۔ چاہے
اتخادر یک جنگی کی۔ ہمیں موقع ہیں کہ اردو کے متواتے اپنی
محبوب کے لئے کڑیاں تھیں کی ہمت کر سکیں گے۔ یہ الگ
بات ہے کہ اردو اپنی داخلی قوت اور سخت جانی سے سبب
ہزار بھی القتوں اور ہزار ہجمتوں کے بھوم میں بھی کسی نہ کسی طرح زندہ
رہے چلی ہی بھاۓ۔

باتوں سے قطع نظر اگر کوئی مندرجہ بالا قول پر لفظ رکھے تو
اسلامی نقطہ نظر سے ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا کہیں ہیں؟

جواب :-

منشی پریم اور راز یوسفی دو فون ہی کے نقل فرمودہ اقوال
عقل و نقل ہر اعتبار سے ناقص، سطحی اور دراز کارہیں۔ فرق
لسان انسان ہے کہ منشی صاحب کا قول اپنی تقویت میں کسی تاویل کی
مجھناش نہیں رکھتا اور راز صاحب کے قول میں تاویل کی مجھناش
ہے۔

منشی صاحب سے مدیافت کیا جائے کہ کائنات کے ظلم و نسق
کے سچے کسی نہ کسی کے ہاتھ کو مانتے ہی کی کیا ضرورت ہے اگر
اس ہاتھ والے کا عالم یہ ہے کہ انسان کو پیدا کر کے یہ نبھی چھوڑ
دیا اور اس کے اعمال و کردار سے اسے کوئی سروکاری نہیں۔
حقاقت کی اٹھی ہے کہ ایک طرف تو ادمی اس کائنات کے کسی
خاتم کو بھی تسلیم کرے اور دوسری طرف یہ بھی گمان کرے کہ اتنی
عظمی منتظر و سیع تر تحریر خریز اور پرہیبت کائنات کی تخلیق
کرنے والا ہیکم خدا تعالیٰ اتنا نادان اور کوتاہ فہم ہو گا کہ
جن مخلوق کو اس نے اشرف المخلوقات کی حیثیت سے
پیدا کیا، جسے عقل و شعور جسی تعمیں دیں، جسے خیر و شر کی تبیز
بختی اور جسے حبر و اختیار کے ایک حریت ناک اور بی مثال
نقطہ اعتدال پر مکلن دیا اس کے فعل و عمل اور اسوہ و کردار سے
وہ بے تعلق ہو کر بیٹھے گا۔

دنیا میں ہمیشہ بے ستارظام رہے ہیں اور یہ شماز ظالم۔
آج بھی ایسا ہی ہے اور کل بھی ایسا ہی رہے گا۔ پھر کیا اُس
خاتم کائنات اور خالق انسان کو منصف اور سکیم و دانا کہہ
سکیں جس نے یہ بھی انتظام نہ کیا کہ ظالموں کو ایک دن
ان کے کئے کی سزا دے اور ظالمین کو ان کی مظلومیت کا اجر
عطای رہائے۔

راز صاحب کے قول کوتاویلِ حسن کی رعایت دی جائے
تو مطلب یہ کل سکنی ہے کہ مذہب و ملت کے اختلافات
کے باوجود تمام انسان ایک ہی باپ کے پیٹے اور ایک ہی منشی

مشی پریم کا ایک قول ہے:-

"اس کائنات اور اس ظلم و نسق کے پیچے ضرور کسی نکسی
کا ہاتھ ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ اسے ہم انسانوں کے اعمال سے
چھوٹیا دینا ہے جس طرح چیزوں، مکروہوں اور جانوروں کے
اعمال سے اسے کوئی سروکار نہیں۔"

اسی طرح جاب راز یوسفی نے خوشتر گرامی کو ایک
خط میں لکھتے ہوئے کہا ہے کہ:-

"فرقہ و مذہب اور مختلف طبقات میں بٹے ہوئے
انسانوں کو یہ حقیقت سمجھانے کی شرید ضرورت ہے کہ وہ صرف
اپنے آپ کو انسان سمجھیں کہ بیماری طور پر ہر سچے مغل انسان
پیدا ہوتا ہے فرقہ و مذہب کی چھاپ تو اس کے ماں باپ
لکھتے ہیں۔"

مندرجہ بالا اقوال متعلق جو تقریباً حقیقت پر مبنی
نظر آتے ہیں آپ کی گواں قدر راستے جانتا چاہتا ہیں۔
آپ کو میں نے منشی صاحب اور یوسفی صاحب کی بات تو
سنادی اب میری بھی سنتے۔

جو اسلام قبول کرے وہ مسلم اور جو انکار کرے وہ غیر مسلم
یعنی کافر اور کافر کا انجام ہشم۔ پیدا کرنے والا خدا ہی ہے
اگر وہ ایک شخص کو کسی ایسے طبقے باخاند ان میں پیدا کرتا ہے جو
اسلام کو نہیں مانتا اور جس کا تعلق کسی دوسرے مذہب سے ہے تو
اس کا لازمی توجیہ یہ ہو چکا کہ بچہ اپنے والدین کے قرض قدم پر
چلے گا۔ پھر کفر کے الزام میں خدا ہی طرف سے اس کا لازم رید
کیا جانا بمحض میں نہیں آتا۔ لکھتے ہیں کہ خدا نے جس کی تقدیر میں

جو تکمیل کر دیا ہے وہی ہو کر رہے گا۔ انسان کا جنیتی یا دوزخی
ہونا اس حالت میں طہو چکا جب کہ وہ اپنے آبا (باپ) کے
صلب میں چلا۔ فرض کیجئے کہ تقدیر میں لکھا جا چکا تھا کہ وہ
دنیا میں جاگر کفر کرے گا اور چونکہ تقدیر کا لکھا غالب آتا ہے،
اُس نے کفر کرتا ہے اور کفر کی حالت میں ہی مرتا ہے۔ اب خدا
اگر اسے کفر کے الزام میں لازم رید کرے تو کیا یہی انصاف ہیں۔
جب کہ خدا نہیں ہی اسے کافر کر پیدا کیا تھا۔ یا اس کی تقدیر
میں خدا نہیں کھا تھا کہ وہ کفر کی حالت میں مرسے گا۔ ان تمام

حدیث کی شکل میں حفظ نہیں ہیں جو کیا ایک مستقل مدت ایسی موجود ہیں جس کا نفس وجود ہی کافروں کے ذہن کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کافی ہے کہ ایک قانون ایسا دنیا میں موجود ہے جسے کروڑوں انسان خدا کا قانون کہتے ہیں۔ جب توجہ دلتے کا ذریعہ موجود ہے تو توجہ نکرنا تصور کے سوا کیا ہوگا۔ آخر دنیا وی قانون کے معاملے میں آپ یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ کروڑوں دہشتی قانون کی ابجر تک نہیں ہانتے۔ انھیں کچھ نہیں خبر کہ ملکی قانون کی موٹی موٹی کتابوں کیا الگھلہ ہے مگر کامل رجسٹری کے باوجود کوئی عدالت انھیں یہ رعایت نہیں دے سکتی کہ فلاں جرم الگھم ان پر ثابت ہو گیا مگر وہ چونکہ قانون سے ناولد تھے اس لئے مستحق سزا نہیں۔

یہ بات کہ ہر شخص کا انجام تقدیر میں لکھا جائے کا یعنی ہوتی ہے کہ کوئی بھی انسان مرتے و مرنے کا جو تجھ کرے گا وہ سب اللہ کے علم میں ہے۔ اس کا یہ طلب نہیں کہ کچھ لوگ بلا کسی جرم کے دوڑخ میں اور کچھ لوگ بغیر کسی من عمل کے جنت میں بھجوئیے جائیں گے۔ آپ ذرا سوچئے۔ ایک نج نے اپنے بھتیجے اہل بھی عزیز کی ظاہری حالت اور کردار کا مطالعہ کر کے اندازہ کالیا کہ یہ نادان کسی نہ کسی کو قتل کر کے رہے گا۔ کہیں نہ ہمیں چوری کرے گا۔ اور کچھ اس کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ واقعہ اس کے عزیز نے کسی کو مارڈالا۔ تو کیا اب اس نے اس قاتل کو معاف کر دیا چاہیے کہ مرکن کب جرم ہوئے کا علم نج کو قیلے اور اندازے کے ذریعہ سے پہلے ہی پوچھا تھا۔

اللہ نے براہی کرنے کا اذن کسی کو نہیں دیا۔ روزِ اذل ہی میں تمام خلق سے اقرار لے لیا کہ میں یہی تھا ارب ہوں۔ اس افتراء کا لازمی تیجی بھی ہونا چاہیے کہ آدمی اپنے رب کی احتکار کرے۔ یہ رب بھلائی کا حکم دیتا اور براہی سے روکتا ہے۔ اس کے باوجود اگر کچھ لوگ باغی اور سرکش بن جاتے ہیں تو انھیں سزا دینا اس لئے تو خلاف انصاف نہیں ہے۔ تکا کہ اللہ کو اپنے لامی و علم کے ذریعہ پہنچیں ہی پتہ جل چکا تھا کہ یہ لوگ بغاوت کریں گے۔ اسی علم کا نام ہے تقدیر۔ یہ علم

کے ساختہ پرداختہ ہیں لہذا ان کے مابین نفرت و عناد اور کس مش و تصادم کے عوض موالت و همدردی اور تعاون میں جو ہی کی اسپرٹ فروغ پانی جائیتے۔ یخواہش اور یہ مطالبہ حق بجا نہیں۔ اسلام اسی کی تعلیم دیتا ہے: اور ایک حدیث میں یہی مفہوم بیان ہوا ہے کہ ہر کوچھ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے بھودی بالضرایا یا اور کچھ بنلاتے ہیں۔ لیکن ان کو اگر آزماداً حب کا مطلب یہ ہو کہ تمام مذہبی امتیازات ہی سرے سے بے معنی ہیں اور زندگی فی الحقيقة کوئی حقیقی اور عقلی چیز نہیں بلکہ ماں باپ کی لکھی ہوئی فضولی ہی چھاپ ہے تو اس سے بھکر لغو اور بھل بات کوئی نہیں پوسکتی۔

اگر آپ کو یہ دونوں مقولوں اقوال "تقریباً" حقیقت پہنچی "نظر آئے تو اس سے زیادہ کیا عرض کیا جائے کہ آپ

حقیقت سے بہت دور ہیں۔ تقدیر کے تعلق سے جو گفتگو آئے کی وہ بہت پرانی ہے۔ اسلام کی چودھ صادریوں میں یہ گفتگو ملک ملک اور سنتی بھی ہوتی رہی ہے۔ خود ہمارے ملک اور ہمارے دور میں اس کی بہت مشاہدیں ہیں۔ آپ مولانا ابوالا علی کی "جبر و قدر" پڑھیں یا علمہ شبیر احمد عثمانیؒ کی "تقدیر کیا ہے" دیکھیں۔ محلی ہی کے فائل میں ایک سے زائد بار یہ گفتگو آپ کو مل جائے گی۔ اب بار بار اسے تازہ کرنے اور دہراتے سے اضافہ و قوت کے سوا کچھ فائدہ نظر نہیں آتا۔

آپ اس طرح سوچئے کہ مشلاً ایک بچہ ڈاکوں کے گھر پیدا ہوتا ہے۔ ۱۵ سال اسی ماحول میں پل کر جوان ہوتا ہے اور بچہ کسی طبقتی میں ماخوذ ہو کر نج کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے۔ تو کیا نج کو محض اس لئے اسے طبقتی کی سزا نہ دیتی چاہیے کہ وہ ڈاکوں کے بیان پیدا ہو اتحاد اور سی بیرونی کو اس تک بیان پہنچانے کا موقع نہیں ملا کہ طبقتی جرم ہے۔

ایسا ہی معاملہ ان لوگوں کا ہے جنہیں مسلم گھر انہی میں پیدا ہوئے۔ کیا خدا کا آخری قانون نہیں تران و

پہلے چار پھر درد۔ ہم کو جو اب دینا چاہئے کہ رسول اللہ سے جمعہ کے دن لکنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ چاروں نماز میں چھوڑ کر ایک مذہب رسول اللہ کا تحریر کرنا یقیناً کہ آج سے پہلے دو ہفتہ ہو گئے۔ میں جمعہ کے روز شافعی مسجد (اہل حدیث) میں جمعہ کی نماز پڑھتا ہوں۔ اس سے دو ہفتہ پہلے اہل حدیث واعظ نے دور ان وعظیں ایک طویل فارسی نظم پڑھی جس کا مفہوم یہ تھا کہ ایک عارف کسی باغ میں جاتا ہے۔ وہاں دامیں مائیں گل موسوی۔ گل عیسیٰ۔ گل ابراہیم۔ گل مالکی۔ گل حبیبی۔ گل حبیبی۔ گل حبیبی۔ گل غسانی دھنی وغیرہ دیکھتا ہے۔ ان سب چھوٹوں کے بعد گل محمدی سامنے آتی ہے جس پر یہ عارف کہتا ہے کہ جہاں گل محمدی ہے وہاں اور چھوٹوں کی کہاں ضرورت ہے۔

اس کے بعد واعظ صاحب نے کہا کہ میں نہ خفی ہوں نہ شافعی نہ جبلی بلکہ صرف محمدی ہوں۔

تین سال سے میں اس شافعی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھتا ہوں اور وہاں بہت سے وحاف بھی آتے ہیں اور آمیں بالآخر اور فتح یہیں وغیرہ میں مشرکت کرتے ہیں مگر جب وہاں سے نکلنے ہیں تو بعض ان ہیں کے صاف کہتے ہیں کہ خفی مذہب میں یہ سب جائز نہیں ہے۔

جواب :-

بعض یا تین سالنے میں بہت دل کش ہوتی ہیں مگر جب انھیں علم و تحقیق کی گستاخی پر کساجا شے تو پہلی کے سوا پچھے بھی ہاتھ نہیں آتا۔ جہاں گیر کے عدل کی یہ کہانی بہت مشہور ہے کہ اس کی ملکہ کے اٹھوں کوئی غریب آدمی مار لے گیا۔ مقتول کی بیوی فسر یاد گیر جہاں گیر کے پاس آئی۔ جہاں گیر نے فرمایا کہ اے مظلومہ! ملکہ نے تیر سہاگ اُجاڑا تو ملکہ کا سہاگ اُجاڑا۔ ملکہ نے تیر سے شوہر کو قتل کیا تو ملکہ کے شوہر کو قتل کر۔ یہ فیصلہ اپنی لفظی تکنک اعتماد سے کس قدر خلصہ و تصریح کرے۔ اسے سنکھپا آدمی سراپا دین جاتا ہے اور عدل جہاں گیر کی بوج و توصیف کے جذبات سے اس کا سینہ بھر جاتا

اگر کسی بوج پر ثابت بھی کر دیا گیا ہو تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اب ظالمیوں، قاتلوں اور باخیوں کو جنم رسید کرنا ظلم میں جایگا۔ یہ فلسفہ ہے کہ اللہ کی کو ماں کے پیٹ سے ہی کافر سیدا کرتا ہے۔ ہم حدیث کا ذکر کرچے ہیں کہ ہر چیز فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور فطرت کا مطلب اکثر اہل فتنے نے فطرت اسلام کیا ہے۔ یہ مقول بھی ہے کیونکہ جب قرآنی بیان کے مطابق ازل ہی میں تمام انسانوں سے اقرار لے لیا گیا کہ میں ہی تھا دار اربیں تو یہ اقرار خواہ النافی یادداشت اور شعور کی الواقع پر نظر نہ آئے لیکن فطرت و مشریق میں اس کا جو ہر موجود ہونا عقل و قیاس اور نسبیات و متعلق ہر اعتبار سے معقول ہی کہلاتے گا۔ تب کچے ورق سادہ کی ماند پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ان اور اسے خیریں ان کے والدین ان کے سماجی حالات اور دوسرے گوناگون مؤثرات ثابت کرتے ہیں۔

فلم جب ہوتا جب کہ اسلام یہ عقیدہ دینا کہ جو لوگ لوح تقدیر میں جنمی لکھے جا چکے وہ خواہ اسلام میں خواہ کیسے ہی نکو کار و شقی ہوں بہر حال جنم میں جلاستے جائیں گے۔ مگر اسلام تو یہ ہرگز نہیں کہتا۔ اس کافر آن بار بار لمحہ ترک کرتا ہے کہ جو کچھ تھیں پیش آ رہا ہے یا آئے کوئے کوئے کا وہ تھمارے ہی کرموں کا چکل اور کردار و عمل کا بدلتے۔ اپنے رب کی نافرمانی کر دے گے سزا پاوے۔ فرمابرداری کی دے گے اجر ملے گا۔

اہل حدیث اور مقلدین

سوال ۱:- از:- رسول شاہ کرمان
تازہ تجھی ماما پر می خلعت کل ہی مل گیا۔ تجھی کی طاک میں صفحہ ۳۲ سوال ۹ "جمعہ و نظر کی رکعتیں" نظر سے گزرا۔ بھائی صاحب میں سخت تشویش میں پڑ گیا۔ آخر یہ کیا ہوتا حال ہے۔ خفی مذہب۔ شافعی مذہب۔ جنبلی مذہب۔ مالکی مذہب۔ الک الک مذہب ہیں۔ برآہ ہم بانی اولین فصیحتیں جو اسے مشکر و ممنون فرماتیں کہ آخر شافعی مذہب و اسے جمعکے فرض سے پہلے چار اور فرض کے بعد جاری رکعت پڑھتے ہیں۔ خفی مذہب و اسے فرض سے پہلے چار اور فرض کے بعد چھر رکعت

گنجائش دیدی ہے تو آپ سوچئے کہ انتہ و نفع اس کے سو ایکا کرستے کہ اپنے علم و فہم کے مطابق فکر و تحقیق کر کے ایک رائے فاعم کریں۔ اُنھوں نے ایسا یہ کیا اور قدرتی تیجہ اس کا یہ نکلا کہ ان کے درمیان آراء کا اختلاف واضح ہوا۔ کون نہیں جانتا کسی بھی مسئلے میں تمام اہل علم و عقل ایک ہی انداز میں نہیں سوچتے بلکہ ہر ایک کا اپنا ایک جگہ اگانہ انداز ہوتا ہے۔ اپنا اپنا طرز فکر ہوتا ہے۔ اپنی اپنی مخصوص صلاحیتیں ہوتی ہیں جن کا اثر ان کی آراء میں ظاہر ہوتا ہے دنیا کے ہر علم و فن میں اسی لئے اہل فن بے شمار مسائل میں ایک دوسرے سے مختلف رائے رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے دماغوں اور مرا جوں اور طبیعتوں کو ایک سانس پر بنایا۔ وہ ایک ہی مسئلے پر مختلف ڈھنگ سے غور و فکر کر کر کرتے ہیں اور ڈھنگ کا یہی اختلاف غور و فکر کے نتائج کو ایک دوسرے سے مختلف کر دیتا ہے۔

بس یہ ہے مختلف یقینی نہ اہب کی حقیقت۔ اطاعت رسول اور دین محمدی کی تعیین کا جتنا جذبہ یہ بچکانہ دعوے کرنے والوں میں ہے کہ ہم تو صرف محمدی ہیں اتنا ہی بعدہ احباب و شرفاں وغیرہ میں بھی ہے۔ اہل حدیث بزرگوں کو جتنی عقیدت و حجتت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی اس سے کم الہیمنیہ اور شیعی اور مالک اور ابن حبیب کو نہیں تھی۔ ان سب کا بھی تھی اور اٹھی الفاقہ اس بات پر رہا ہے کہ جب کوئی حکم بے ریب طور پر چھوڑ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو اس کے آگے سر جھکا دینا و اجتب۔ اسکے قدموں پر ہماری ہر اسے تیریاں۔ اسکے بارہ میں این و آں اور چون و چسرا کی کوئی گنجائش نہیں۔

لیکن جب کوئی حکم بے ریب طور پر ثابت ہی نہ ہو رہا ہو بلکہ اس کے ثبوت میں شک ہو یا اس کے الفاظ لیے ہوں جن میں ایک سے زیادہ معانی کی گنجائش ہو یا اس کے الفاظ سے کوئی ایسی بات ثابت ہو رہی ہو تو جو خود چھوڑ ہی کی بعض تعلیمات وہ ایات سے مکاری ہو یا چھوڑنے کی خاص موقعہ پر کسی خاص پس منظر میں ایک حلم دیا ہو اور یہ اسی موقعہ

ہے۔ لیکن کیا واقعہ بھی ہی ہے کہ تائیج کی اس کہانی کو مدد کا شاندار نمونہ کہا جاتے؟ ظاہر ہے کہ جو بھی ذہنی فہم الفاظی کی جادوگری سے بچکر حقائی پر خود کرے گا وہ اس کے سوا کسی بھی تجھے پر نہ پہنچا کر جھاکر لیکر اگر واقعہ ایسا فیصلہ دیا تو یہ ایک غوا اور باطل فصلہ ٹھاکھے عدل کے سجدہ مفہوم سے کوئی مناسبت نہیں۔ قتل کرے ملکہ اور شزادی جاتے اس کے قوہر جہاگیر کو سید عدل نہیں عدل کا تحریر ہے۔ اس عدل کی پروپری دنیا اور دنیا کے کسی قانون نے بھی نہیں کی۔ اسے بھی تھی کی تباہ آئین میں جائز نہیں مانا گیا۔

اسی نوع کام مغاططہ اور حسن فریب اس جملے میں ہے کہ ہم نہ حقیقی ہیں نہ شافعی نہ عینی نہ مالکی۔ ہم تو فقط محمدی ہیں۔ لفظاً بہت خوبصورت مگر معنا کچھ بھی نہیں۔ پھر اس نے نہیں کہ محمدی تو حقیقی کی ساری امت ہی ہے۔ محمدی وہ لوگ بھی ہیں جو امام ابوحنیفہ یا امام شافعی و فیضہ کی تقلیل کرتے ہیں۔ بغیر مقلدین کا خود کو محمدی کہنا گویا مقلدین کو غیر محمدی کہنا ہے جو سراسر باطل ہے دلیل اس کے بطلان کی یہ ہے کہ جو امور دین قرآن و سلفت سے بلا اختلاف ثابت ہیں۔ جن مسائل میں چھوڑ کا قول باطل پورے وقوق سے معلوم ہو گیا ہے اور کوئی دوسری حدیث اس و واقع کو کمزود کرنے والی نہیں ان میں کسی امام کا کوئی اختلاف نہیں۔ سب متفق ہیں۔ لہجے سرینیاز خم کو دیلی ہے۔ وجہ اس کی بھی ہے کہ حقیقتہ سب محمدی ہیں۔ بھی کی کام مقصود و مدعا چھوڑ کی اطاعت کرنا ہے۔ بھی کی تمام زندگی اس عزم میں کھو پر گھوم رہی ہے کہ رسول اللہ کے لئے ہوئے دن کی ٹھیک پرہیز ہو اور ہر جھوٹے پھر مسئلے میں ٹھیک دہی موقوف احتیار کیا جائے جو نسل اور رسول کے مشاکے عین مطابق ہو۔ اب اگر ہر تیرے جزوی مسائل ایسے نکلتے ہیں جن میں قرآن و حدیث سے واضح اور فیصلہ کن انداز میں کوئی متعین علم نہیں ملتا۔ یا اس علم کے سلسلے میں روایات ہی نے مختلف پہلوؤں کی

مسائل ہیں۔ اختلاف نے یہ نہیں کہہ دیا کہ تم ان مسائل میں خود بالشدت حضورؐ کی برا بیات و تعلیمات کو نہیں مانتے بلکہ انہی رائے کو دین قرار دیتے ہیں بلکہ ان کا موقف یہ ہے کہ تمام روایات اور اصول نقہ اور ذیل و جواب پر گھری نگاہ تبدیل نہ کے بعد ہی رائے حضورؐ کی تعلیم وہ رائے کے مطابق معلوم ہوتی ہے جو ہم نے قائم کی ہے اور جو لوگ ہماری رائے سے متفق نہیں وہ اگرچہ ہمارے نزدیک صحیح فیصلے پر نہیں ہے پنج سکل لیکن اگر اور غیر خودی وہ بھی ہرگز نہیں ہیں کیونکہ انکی بیان ہماری ہی طرح دین کی پیروی ہے اور اختلاف رائے تو ایک قدر تی امر ہے جس پر آپ سے باہر نہیں ہونا چاہئے۔

واعظ صاحب کی پڑھی ہوئی فلم پر اب بجٹ کی ضرورت نہیں۔ ہاں یہ ضرور کہیں گے کہ اس طرح کی نظریں ہیں کیچھ کام سطح کا پتہ دیتی ہیں۔ شاعر کا مقصد کسی پیغمبر کی اہانت نہیں بلکہ حضورؐ کی طرح ہے لیکن انداز ایسا غلط ہے کہ انہیار کی توہین کا پہلو آپ سے آپ نکل آتا ہے۔ بخلاف تو کیجئے اللہ تعالیٰ نے مذہب کچھ من کو گھٹائے مددنگاں کے زینت غشی مگر شاعر نام نہاد عارف کی زبان سے کھلواتا تھا کہ اللہ نے یہ غلط کیا۔ بس ایک ہی پھول "گل محمدی" یہاں کافی تھا۔

تم ام انہیار اپنے اپنے زمانوں کے امام و مقتدا تھے۔ قالوں شرعی تیحد تک بے شک ان کے زمانے ختم ہو گئے لیکن ان کی علمت و تقدیم پر دل سے یہاں لانا آج بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ اس کے بغیر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہاں لانا بھی کوئی کوئی معنی نہیں رکھتا۔

آپ اس مخالفت میں بالکل نہ پڑتے یہ کہ اہل حدیث تو محمدی ہیں اور مقلدین غیر محمدی۔ یہ طفلانہ باتیں ہیں۔ تقدید حکوم پر اجابت ہے۔ اس کا قلادہ گرد دن سے نکال پھینکنا ذہنی انوار کی اور انتشار کو دعوت دیتا ہے۔

جو اختلاف سجد شافعی میں نماز پڑھتے ہیں ان کے لئے آسان تحاکم آمین بالجھر اور رفع یہ دین وغیرہ میں شوافع کا ساتھ نہ دیتے بلکہ اپنے مسلک پر عمل کرتے۔ آخر گیا دشواری تھی کہ جب شوافع زور سے آمین کہہ رہے ہوں تو اختلاف

اوپر پس منظر سے مخفوض ہو یا اسی طرح کی کوئی اور صورت حال ہو جس میں حضورؐ کے مشا اور فیصلے کو قطعیت کے ساتھ جان لیا مکن نہ ہو تو کیا تسلی اس کے سوارہ جاتی ہے کہ ابو عینیفؓ اور شافعؓ وغیرہ روایت اور دوں کے تقاضوں کو محو نظر کھتے ہوئے کسی ایسے فیصلے اور رائے تک پہنچنے کی کوشش کریں جو ان کے تردید یک شرعاً کی روح اور مراجع سے قریب تر ہے۔

اہل حدیث کی جسارت یہ ہے کہ وہ جب کسی مسئلے میں ایک رائے قائم کر لیتے ہیں تو بلا تکلف پیغمبرؓ کا نام لگتے ہیں کہ ہماری قائم کردہ رائے ہی درحقیقت رسول خدا کا فیصلہ ہے۔ ہم ہی رسول خدا کی برا بیات پر ٹھیک ٹھیک چلنے والے ہیں اور باقی سب لوگ — جو ہماری اس رائے سے اتفاق نہیں رکھتے غیر محمدی ہیں۔ اطاعت رسول سے دامن کش ہیں۔ فرقہ بند ہیں۔ وغیرہ ذلک۔

مگر ابو عینیفؓ و شافعی وغیرہ نے اسی جسارت کیجئے ہیں کی۔ وہ جانتے تھے کہ جس مسئلے میں رسولؓ کا فیصلہ واضح اور بے ریب طور پر ہمیں معلوم نہ ہوا اور روایات اختلاف رائے کی گنجائش دے رہی ہو ایں میں اگر کم اپنے فکر و تدبیر سے کسی رائے پر پہنچتے ہیں تو اس رائے کی حیثیت یہ نہیں ہوتی کہ قطعی طور پر اسے حکم رسولؓ قرار دے دیا جائے اور اس سے مختلف رائے رکھنے والوں کو غیر محمدی کہہ کر مطعون و مجرم کیا جائے۔

یہی سب نہیں اپنے انگر سے ملا ہے اور تم مقلد ہونے کے باوجود دیہ نہیں سمجھتے کہ اہل حدیث حضرات سراسر باطش ہیں یا غیر محمدی ہیں یا دین سے سخوف ہیں۔ اب اسی رکعت جمعر کے مسئلے کو لے جئے۔ اگر غیر شتبہ طور پر یہ معلوم ہو جانا کہ فرض بمحض کے بعد صرف صرف چار ہی ہیں تو اختلاف کے سرمنی کیا پھر تو انکل اتحاک و هزیز دو کا اضافہ کرتے۔ روایات و آثار ہی سے پتہ چلتا ہے کہ بعد فرض جمعر صرف چار ہیں بلکہ چھ رکعتیں اسی ہیں جیسی سنت کا درجہ دیا زیادہ بہتر ہے۔ اب وہ شخص نادان ہی کہلاتے ہے کا جو یہ شور مچائے کہ اختلاف نے چھ رکعت کو سنت کہہ کر اپنے غیر محمدی ہونے کا اعلان کر دیا۔ اسی طرح آمین بالجھر فاتح خلف الامام رفع یہ دین وغیرہ اختلاف

تصویر ہو گی۔

لاشوں کی چیز چھاڑبے شکر دے کی بے حرمتی ہے۔
لیکن سر جرمی کافن اس کے بغیر تکمیل ہی کو نہیں پہنچ سکتا،
اس لئے اسے بھی مستثناء کیا جائے گا۔

کشمکش ہمائے اور تجدید پسندوں کے درمیان درہ میں
ان امور کے بارے میں ہے جن کا تعلق اخلاقیات و ایمانیات
سے ہے۔ آج تصویر نے جو مقام معاشرے میں حاصل کر لیا ہے
وہ صریحًا ایسا ہے کہ کوئی بھی ایسا آدمی جو عقل سیم کے ساتھ
اخلاقی عالیہ کی محبت بھی اپنے اندر رکھتا ہو یہ سیم کے بغیر
نہیں رہ سکتا کہ تصویر ایک شدید ترین فتنہ بن گئی ہے جو
خواشی اور شہوانیت کے شعلوں کو ہوادینے کے کام آرہی ہے۔
ہر طرف تصویر عورت کی تصویر چیا، ضبط اور پابرازی
کے تصویرات کو قتل کرنے والی۔

بغیر تصویر کے کلینیک

سوال ۶:- از۔ ماسٹر سیڈا عجائز الحسن۔

تجھی ماہ اپریل ۱۹۷۴ء کے دیکھنے سے یہ بات علم ہوئی
کہ گھروں میں جاندار ارشیاء کی تصویریوں کا لٹکانا احادیث
کی روشنی ناجائز ہے لیکن ایسے کلینیک درجن میں قرآن شریف
کی آیتیں لکھی ہوں اور آس پاس خوبصورت رنگ کے پھول بھی
بنے ہوں ان کو گھروں کی لٹکانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب ۶:-

یہ بات آپ کو خود ہی سمجھ لینی تھی کہ جب حدیث جاندار
ارشیاء کی تصویریوں کی بیان ہو رہی ہے تو غیر جاندار ارشیاء کی
تصویریں یقیناً جائز ہی ہوں گی۔ ”جاندار“ کی مشرط لکانا معنی ہی
یہ رکھتا ہے کہ پھول، درخت، پہاڑ، دریا وغیرہ کی تصویریوں
میں کوئی مضمانتہ نہیں۔

آیات یا احادیث وغیرہ لکھ کر اپنیں پھول بٹلوں سے
سچانکوئی مضمانتہ نہیں رکھتا اور ایسے کلینیکوں میں کوئی
قباحت ہے۔

دل میں آمینہ کہیں اور شوافع رفع یہ دین کر رہے ہوں تو احضاف
اپنے ہاتھ جوں کے توں رکھیں۔ اس صورت میں مناز بلا نقش
ہو جاتی۔ لیکن یہ توبہ بات ہے کہ باہر نکل کر اسی بات کو
غیر جائز کہہ رہے ہیں اور اندر اسی پر عمل کئے جائز ہے ہیں۔

تصویر وغیرہ

سوال ۷:- از۔ غازی

۱۔ زندہ آدمی کی ناقابل علاج آنکھ کا کوئی کار آمد جنگل کا لک
دوسرے آدمی کی آنکھ میں لگادیا جاتا ہے یہ جائز ہے کہ ناجائز ہے
۲۔ آپ کہتے ہیں تصویر ناجائز ہے مگر اس زمانہ میں قاطروں
نے خدمت انجام دی ہے اس سے آپ انکار نہیں کر سکتے۔

اس فن کی ترقی میں اعضا کی بناوٹ ANATOMY
اور افعال اعضا MUSCLES
کو بنیادی نہیت
صلی ہے۔ کیا بغیر جاندار اور ان کے اعضا کی تصویر بنائے اس
فن کا سیکھنا ممکن ہے؟ اگر نہیں تو اس فن کا سیکھنا بھی ناجائز
قتار اپنے گا۔ اس سلسلے میں دفاحت فریاک مشکور فرمائیے۔

۳۔ سر جرمی SURGERY کا فن سیکھنے کے لئے
لاوارثی لاشوں کی چیز چھاڑ کی جاتی ہے جو مردہ کی بے حسمتی
ہے۔ کیا اسٹرغا جائز ہے؟

جواب ۷:-

ایک سے زائد بار واحد کیا جا چکا ہے کہ مردے کی آنکھ یا
کسی بھی عہنوں کو زندوں کے لئے استعمال کرنا شرعاً درست نہیں
پھر بھلاکی زندے ہی کی آنکھ یا کسی اور عہنوں کو اس کے بدن سے
 جدا کرنا اور استعمال میں لانا کہاں درست ہے گا۔ دلائل پہنچے
دینے جا پچکے یہاں صرف بیان حکم کافی ہے۔

بیماریوں کا علاج تلاش کرنا ایک معمول ضرورت ہے
جسے شریعت بھی ضرورت ہی سیم کرتی ہے اہذا جن امراض
پانقاصل بدن کا معالجہ ایسے ہی فنون سے ہو سکتا ہے جن میں
تصویر کشی ضروری ہے تو ان فنون کی حد تک تصویر کشی جائز

نہیں گلنے کے لئے تشقیل کی تکلیف دیدی جاتے تو یہ کوئی گناہ کی بات نہیں۔ خصوصاً جب تشقیل پیش کرنے والے بچے ہوں تو یہ شدید ہمیں پہلے سکتا کہ ڈرامے کے کردار میں شامل تھمیتوں کی جگہ بیٹھ گئے ہیں۔

پرانی ایجادیمِ اسلام کے معاملہ میں اس سنت زیادہ احتساب کی ضرورت ہے۔ بغیر میک اپ کے بھی ان کی طرف سے تمیز نہ کیا جاسکتا ہے۔ اس سے احتساب کی ضرورت نہیں۔

فاسق کا درس قرآن

مسئلہ ۷:- از تحثار احمد و امیر علی قرشی۔ بدھی۔
ایک صاحب اپنے آپ کو عالم اور فاضل سمجھتے ہیں۔ قرآن کا درس دیتے اور تفسیر میں کرتے ہیں اور ان کے لڑکے سینما کے شایق اور غریب تہذیب کے دلدادہ ہیں۔ اکثر سینما کی کہانی مسلمت رہتے ہیں۔ یہ صاحب سوتے حصہ اور عین جماعت سے نازاد ادا کرنا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ گھر میں جب وہ نازاد ادا کرتے ہیں اس وقت روپی روحتار ہوتا ہے اور روپی کے ساز میں نازاد ادا کرتے ہیں۔ اکثر لوگ ہم کو مجبور کرتے ہیں کہ ہم ان کو عالم دین تصور کریں جب کہ ایک طرف قرآن کا درس وہ دیتے ہیں دوسری طرف جماعت سے نازاد انہیں کرتے۔ تیسرا رشتہ کوبرا ہیں سمجھتے بلکہ ان کا ہنا ہے کہ زمانے کی روپیار کے ساتھ چلو۔

ایسی صورت میں یہ شخص کیسے ہے؟ کیا ہم ان کی تقیید کریں؟ کیا ان کو عالم دین سمجھ کر اور وہی طرح ہاں میں ہاں ملا جائیں؟ برداہ کرم فتنہ آن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

جواب:-

بیکری عذر و شرعی کے ترک جماعت فسق ہے اعفافیت کے درس قرآن سے کسی معنوی فرع کی تو قمع نہیں کی جاسکتی۔ روپی روشننا تو فسق نہیں لیکن روپی روپ آنسے والے گانے مننا فسق و غور ہی کی نوع ہے۔ پھر میں اس وقت بھی جبکہ

در امر میں صحابہ کی تشقیل

مسئلہ ۸:- اب- محمد ادريس۔ مکملہ تر

وہ مباحث طلب امر ہے کہ ہمارے یہاں ایک دینی دلچسپی ہے جس کا اسلام اعلیٰ مجلسہ ہر سال ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اسلام بھی مجلسہ کے پروگرام کے تحت بچوں کو بہت سی تلقیریں اور تعلیمی وغیرہ پیش کرنا پڑیں۔ اس پروگرام میں ایک ڈرامہ "بادشاہ نجاشی کے دربار میں" بچوں کو انجام دیتا چلا جو نے احباب رسول، نجاشی اور اس کے دربار میں کہہ دیا تھا کہ اس کے اس پر محتک کچھ لوگ جزو ہوئے۔ ان کا اعتراض در مصلحت ہے کہ جب کسی ایک صحابی کا واقعہ اس طرح ڈرامہ کی تشكیل میں ایسیج یا جاہاں سکتا ہے تو وہ سرے صحابی کے کارنا جہاتے جیات کو فلم نے میں کیا تباہت ہے۔ پھر ایسا کرنا کویا ان کے تقدیس کو (معاذ اللہ) تھیں سچا ہے۔ معتبرین کا یہ استدلال کہا شکر درست ہے۔ اپنے ہمیں اس سے روشناس فرمائیں تاکہ انکو تم مطہن کر سکیں و نیز ہمارا اندیشہ بھی رفع ہو جائے۔

جواب:-

کسی تاریخی کہانی کو شائع کرنے کی ایک تشكیل تو وہ ہے جو سینما یا تھیٹر میں موجود ہے۔ یعنی جس زمانے کا واقعہ ہوا اداکار اسی زمانے کا بساں ہیں۔ ویسی ہی تشكیل وہیت بنائی کو شکر کریں۔ اسے احتلال میں میک اپ کہا جاتا ہے۔ اس انداز میں کسی صحابی کا رول ادا کرنا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے۔ صحابہ کی جو عظمت مسلمانوں کے دلوں میں ہے وہ کوئی افسازی چیز نہیں ہے بلکہ تقاہنے دین ہے۔ اقتضائے ایمان ہے۔ ایک خوبیہ حقیقت ہے جس کی بناد طہوس و اتفاقات پر ہے ایمان کی مقدس اور عظیم تھمیتوں کی نعمت کرنا، ان جیسا ہبڑا پ بنانا ان کی جگہ خود بیٹھ جانا اہانت کا پہلو کھلتا ہے۔ اس سے پہنچر کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن دونسری تشكیل یہ ہے کہ میک اپ تو نہ کیا جائے۔ لیکن کسی تاریخی واقعہ کو دچھپ انداز میں دکھانے اور ذہن

اور ایسے وظائف سے بہیز کرنا چاہیے جن میں شرک کا
رنگ ہو۔

تعویذ گندول کا جواز

کسی شے کو حرام قرار دینا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سو اسی کا
منصب نہیں۔ اگر اللہ کے رسول نے تعویذ گندول کو بعض
شہزادے کے ساتھ جائز قرار دیا ہے تو ہم کیسے حرام کہدیں۔
اب اگر ہمارے حرام نہ کہنے سے کسی کا اطمینان نہیں ہوتا بلکہ
اس کی خواہش ہے کہ کسی نے کسی طرح حرمت کا پہلو نکال ہی ایسا
جائے تو یہ ہمارے بس کی بات نہیں۔

مان لیا کہ تعویذ گندول کے سلسلے میں بارہ ضرورت
جاائزہ اور ضرورت غیر جائزہ کا الحاظ فتح کر دیا جاتا ہے لیکن
اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ جو مبالغہ جائز ہی ضروریات کے
لئے تعویذ دے رہے ہوں انھیں بھی حرام کا درجہ فتح دیا جائے۔
تجارت، صنعت، اکٹھی، تمام ہی فنون میں کاریگر لوگ
حرام را ہیں تو نکلتے ہی رہتے ہیں مگر ان کی یہ حرکت ان فنون
کو حرام قرار دیدینے کی دلیل نہیں بن سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسری شادی کیلئے زوجہ اول کی اجازت

مرد اگر ایک بیوی کی موجودگی میں دوسرا شادی کرنا
چاہے تو چاہیے مقصود اس کا اولاد حلال کرنا ہو یا کچھ اور وہ ہر
حال میں آزاد اور حفتردار ہے۔ موجودہ بیوی سے اجازت
حصال کرنا ضروری نہیں۔ ہاں کوئی ضرور کرنی چاہیے کہ بیوی
بھی رضاہند ہو جائے۔ باوجود کوئی شخص کے وہ رضاہند ہو تو
مرد اس کی رضاہندی کا پابند نہیں۔ اس شخص کی موت کے
بعد دوسرا بیوی اسی طرح دارث بنے گی جو طرح پہلی بیوی۔
حق و راشت دینا نہ دینا ہمارے اختیار کی بات نہیں۔ یہ حق
تو روشنہ بہ رشتہ اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمایا ہے۔ جو اسے
نظر انداز کرے گا انہوں کا حکماں ہوں گا۔

دین کے مسائل

اگر کچھ کا اول و اول جنمول ہے جنہیں حسن اتفاق سے تھوڑا

نماز کے لئے کھڑے ہو رہے ہوں ریڑیو بند نہ کرنا تو پرے سرسے
کافض اور ڈھٹائی ہے۔ ایسے اسوہ و کرد اکار کا آدمی چاہیے کتنا ہی
پڑا عالم ہو اس لائق نہیں کہ اس کی عزت ایک عالم دین کی حیثیت
سے کی جائے۔

رہی ارشوت۔ تو شخص عقیدہ بھی رشوت کو حرام نہ بھجے
اور زمانہ کی آڑ لیکر صاف لفظوں میں اس کی تغییب دے یا آئے
مباح ٹھیرائے وہ جاہل تو ہے ہی اُدھر ہے کہ اللہ کے یہاں اس کا
(یہاں) دا اسلام بھی مرد و نہ قرار پائے۔ رشوت لینا دستاگناہ
ہے لیکن جب اس لینے دینے کو جائز بھی سمجھ لیا جائے تو اس کا نام
کھفر ہو گا۔

خلاصہ یہ کہ جن حسب میں واقعہ ایسے ہی اوصاف موجود
ہوں ان سے دور ہی رہنا بہتر۔ وہ قرآن کی تفسیر میں بھی دیانت
نہیں برداشتیں گے۔

ایسے جوابات جن کے سوالات حذف کر دیے گئے

مروجہ اور ادوات وظائف

پیری مریضی کے مختلف سلاسل کے ذریعہ عوام میں جو
اوراد وظائف اور دعائیں وغیرہ مدرج ہو گئی ہیں۔ ان میں
بعض تو قرآن و حدیث سے لی ہوئی ہیں۔ ان کی برکت و
افادیت میں گھنگوکا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لیکن جھپیں بعد کے بزرگوں نے ترتیب دیا ہے ان میں
یہ ضرور دیکھنا چاہیے کہ فرط عقیدت میں حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے لئے کوئی ایسا خطاب تو شامل نہیں کر لیا گیا جو شرعاً
مناسب نہیں تھا۔ مثلًا آپ کو دافع البلاء والوبایاد ادعا
الخط و المرض کہنا عقیدت کا غلو ہے۔ یہ شان قرآن اللہ ہی کی
ہے۔ اللہ کے سو اکوئی تھیں۔ حقی کہ حضور بھی نہ کسی مرض کو
ٹھیک کرنے پر قدرت رکھتے ہیں مگر بیان اور دوسرے سکتے
ہیں۔ ہاں آپ اللہ سے دعا ضرور فرماسکتے ہیں اور آپ کی
دعاؤں کی قبولیت دوسرے تمام انسانوں کے مقابلے میں زیادہ
متوقع ہو سکتی ہے لہذا تعریف کرد اکرہ حقیقت میں رکھا چاہیے

سے میں ان چیکے سے الگ کر کے صرف اسی من کو دو جگہ تفہیم کرے تو وہ لا اہل چوری کا خرم نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ سب غلط اسی کا ہے۔ نیز جاہیں میں جو بکر کے پاس فلم پہنچ کا وہ سو دھنگا جن روایتوں میں بعض اشیاء مرہونہ سے کچھ نفع اٹھاتے کا جو آر آیا ہے وہ اس جو اڑ کی اوضاع دلیں اور علت بھی ساختہ رکھتی ہیں۔ جسے شریعت سے کچھ تاثر کرنی ہو اس کے لئے ان حدیثوں میں کوئی ایسی بات نہیں جس کی بناد پر اسے شاید مرہونہ سے نفع اٹھانے کا عام جو از نکلت النظر تا ہو مشلاً سواری کا جانور یا درود دینے والا جانور کہ اس سے انتفاع مرہون کے لئے جائز قرار دیا گیا۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ انتفاع انتفاع ہے ہی نہیں۔ جانور کچھ نکھلے چاہیے اور اس کے تھان کے لئے کچھ جگہ بھی در کار ہو گی۔ اس کی دیکھ بھال بھی کرنی ہو گی۔ ان امور پر جو اخراجات ہوتے ہیں وہی در اصل دودھ اور سواری کے آرام کی شکل میں مرہون کوں گئے۔ کوئی زائد اور مقابل ذکر نفع اس نے نہیں کیا۔ اب بھلا اس پر ایسی کسی شکل کو کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے جس میں مرہون کا کچھ تو ہو ہزار دو پیسے اور یافت ہو جائے ذیلی دوہزار کی۔

پیغ سلم (بدھنی)

کسی کو کچھ دو پیسے یہ کہہ کر دینا کہ فلاں چیز فلاں وقت ہم اتنے بجاوے سے لیں گے پیغ سلم کہلاتا ہے۔ ایسا معاملہ شرعاً جائز ہے مگر اس کے کچھ شرائط ہیں۔ بنیادی شرط یہ ہے کہ جس وقت معاملہ کیا جا رہا ہے اس وقت اس چیز کا وجود بازار میں ہو اور اس خریدار کیا جاسکتا ہو۔ فرض کیجئے آپ تھے (نیشنک) کام عاملہ کرتے ہیں اور ایک بھی ہے ہی نہیں تو یہ معاملہ جائز نہ ہو گا۔ ہاں اگر شیرے یا چینی کا معاملہ کرتے ہیں تو یہ دلوں ہی چیزوں ہو وقت بازار میں لائی فروخت کو جو درستی ہیں اس لئے ان کا معاملہ جائز ہے۔

مزید تفصیلات کسی کتاب فقہ یا کتاب فتویٰ سے معلوم کیجئے۔

پڑھنا لھننا بھی سیکھ لیا ہو شرعاً سائل میں بجائے علماء کی طرف رجوع کرنے کے "انتساب صحاح ستہ اور مشکوہ اردو" میںی کتابیں اٹھا کر کچھ حدیثیں پیش کرتے ہیں اور ان سے رہن شدہ زمین سے فائدہ حاصل کرنے کاواز مرہون کے حق میں نکالنے ہیں تو یہ دین و شریعت سے مذاق ہے۔ قانون شرعی کی توہین ہے۔ علم و تفقہ کا ملٹھکہ ہے۔ ان سے کہیے اجتہاد کی کوشش نہ فرمائیں لیکن جائز ہے اور کیا جائز ہے اور مجتہدین کے سمجھنے کی بات ہے نہ کہ اندر یوں کے۔

جو زمین دہن رکھی گئی اس سے فائدہ اٹھانامرہون دھجکے پاس زمین دہن ہے) کے لئے حرام ہے۔ یہ کہنا کہ مرہون اس پر بھاداف کر کے کاشت کرتا ہے اور گورنمنٹ کو لگان ادا کرتا ہے لہذا اس کا نفع اس کے لئے جائز ہوا۔ نیز یہ کہ الگ وہ کاشت نہ کرے اور زمین پوں ہی پڑی رہے تو کچھ سالوں میں کھیت بیکار ہو جائیں گے اور کسی کو بھی کوئی فائدہ نہ ہو گا تو یہ لغو ہے لیکن ہیں۔ کھیتی نہ کرنے سے اگر زمینیں بے کار ہو جاتی ہیں تو ہو جائی دی جائیں مرہون کا کیا ہوتا ہے۔ یہ تو رہن کا نقصان ہے اور پھر مرہون کو زمینوں کا ایسا ہی درد ہے تو کھیت کر کے لگان گورنمنٹ کو دے۔ مزدوری کا شکاروں کو دے اور نفع رہن کے حوالے کرے۔ یہ کیا کہ اگر ہزار روپیہ لگان دیا اور مزید ہزار کھاد جتنا لیا اور دیکھ ضروریات میں صرف ہزار تو بجا ا ان دوہزار کے وہ چاروں ہزار اپنی جیب میں رکھ لے جو پیداوار کی فروخت سے دھنوں ہوں۔ اس طرح تو دوہزار مرہون کو کچھ رہے اور یہ بچت زمین مرہون ہی سے ہے۔ لہذا اس کا جواز کیا سے نکل آیا۔

مرہون اگر زمین مرہون کو رہن یہی کے حوالے کر دے خواہ بٹا فی پر خواہ اجرت پر۔ تو جو بھی نفع مرہون حاصل کر گا سو ہے یا ہو گا۔ مثلاً زید نے زمین بکر کے پاس رہن رکھی اب بکر زید پری سے یہ معاملہ کرتا ہے کہ تم اسے بولو سدا اور میں آدم آدھا۔ زید اسے بولتی ہے اور پیدا اور مشلاً عومن ہوتی ہے تو تحقیقت یہ یہ سب کی سب زید کی ہے اور یہ زید اگر اس میں

اذان کا جواب

مجھے
ہمیشہ^۱
چاق و چوبید
رہنے کا
مُرتَّاتا ہے



پیکرول

میں ہمیشہ اپس پیکرول کی لیک شی کرتا ہوں۔ مجھے اچھی خدا پر
ہے، لیکن میں کہاں کام کے بعد روزگاری کی تھی کہاں کہیں ہیں جو ہوتا
بیکرول آپ کو کی جسم کی خالی سے پیدا ہوئے والی صدی یا دوسری سے
کہا ہے۔ صدھریں یعنی ہوشیاری کو فور کرتا ہے۔ شستی خداوں کو
جلد ہم کرنے میں مدد دیتا ہے اور اپا رہ در در کرتا ہے۔



دبليو۔ کامپنیو۔ پٹنہ

بعد نماز جمع کسی مسجد میں میلاد کرنا یا اذان کے وقوع
اشتمان لا اللہ الا انتا ستر کلر شہادت میں انگلی اٹھانا
روایات صحیح سے ثابت نہیں۔ عقیقت اس میں گزاروچے
درجے کے اہل علم نے حقیقت و تفصیل کے بعد جو حدیث یعنی دی
ہیں انھی کے اندر رہا جائے۔ اذان کا جواب دینا واجب
ہے یا منسوخ۔ اس میں اختلاف ہے۔ منسوخ تو ہر حال ماننا
ہی ہو گا۔ جو کچھ موذن کہے اسی کو دہرانا چاہئے الیہ کہ جب
موذن حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی تو سند والا
لارجول ولاد قوٰۃ اللہ باللہ کہے۔ بعض فقاوی اللہ ہمیں
کہ موذن کے الفاظ بھی دہراتے جاتیں اور لارجول بھی طبیعی
جاتے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں دہرا تو باقی جملوں میں،۔ ان
دو نویں جملوں کا جواب بس لارجول کافی ہے۔ صحیح کی اذان میں
الصلوٰۃ خیڑ من النوم ستر صدقۃ و برداشت کہے
ختم اذان پر دل ہی دل میں یہ دعا میرٹھا اللہ حمّر رب خداو
اللہ عوٰۃ الشامۃ الصلوٰۃ القائمۃ آتیت سیدنا
محمد بن الوسلیۃ قی الفضیلۃ و العۃ مفتاحاً
محمد بن الداہی و عدالتہ ایسا کہ لاخلفت المسعاد۔
بعض فقاوی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہمیں بار اشھدُ
انَّ حَمْدَنَا شَرْسُولَ اللَّهِ أَنْ كَرِيْبَهُ مُكَبَّرَهُ مُهَمَّلَهُ اللَّهُ
علیک یا سُوْلَ اللَّهُ اَوْ دُوسُری بار ستر کرائے دو نوں
لارجول کے انگوٹھیوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھنا اور
یہ کہا استحق ہے کہ فقرۃ عینی یا یا سُوْلَ اللَّهُ الْحَمْدُ
متعینی بالسُّمْمَۃ وَ الْبَصَیر۔ لیکن یہ دونوں باتیں تو قوی روایا
سے ثابت نہیں۔ ہماری تھیں کے مطابق جسے صیغہ خطاب کے
صیغہ غائب ہے درود بھیجنے اس موقع پر بہتر ہے یعنی صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہے صلی اللہ علیک یا سُوْلَ اللَّهُ نہ کہے۔
اور یہ کہ انگوٹھیوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھنا امر فرائد
ہے۔ اس کا ادنیٰ ثبوت نہیں ملتا کہ صاحبہ میں سے کسی نے
الیکسا ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مولانا ابوالا علی مودودی

نَزَّالُ الْفُرْقَانِ

پارہ ۲۲

سورہ الاحزاب

آیت ۵

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ آثْرَنَا وَاجْتَمَعَ الْتَّرْقَىٰ اتَّيَتْ أَبْوَسَ هُنَّ وَأَمْلَكَتْ
 اسے بھی ہم نے تمہارے لئے حلال کر دیں تھا زیری دہ بیویاں جن کے ہمراہ تم نے ادا کئے ہیں۔ اور وہ جو تین جو الشر
 یَمِينُكَ مِنْكَ آفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَذَنْتِ عَيْشَكَ وَبَذَنْتِ عَشْتِكَ وَبَذَنْتِ
 کی عطا کردہ دونوں بیویں سے تھا ری ملکیت میں آئیں اور تھا زیری دہ پھیا زاد اور پھیا زاد
 خُلُكَ وَبَذَنْتِ خُلُتِكَ الْتَّقِيَّهَاجْرُنَ مَعْلَفَ زَاهِرًا ذَمَّةً مُؤْمِنَةً إِنَّ وَهَيَّتَ
 اور ماموں زاد اور خالہ زاد بھیں جنہوں نے تمہارے ماتحت بھرت کی ہے اور وہ مومن عورت جس نے اپنے
 نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَسَأَدَ النَّبِيِّ إِنْ يَسْتَنِدُ حَمَّا قَخَالِصَةً لَّكَ مِنْ
 اپ کو بھی کے نے ہبہ کیا ہو اگر بھی اسے نکاح میں لینا چاہئے یہ رحمایت خالعہ تمہارے نے ہے
 وَوْنَ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا أَمَا فَرَضْنَا عَلَيْهِ حُرْرٌ فِي آثْرَنَا وَاجْهَمُرَ وَمَا
 دوسرے مومنوں کے نہیں ہے۔ ہم کو معلوم ہے کہ عام مومنوں پر ان کی بیویوں اور دونوں بھائیوں کے بارے
 مَنْكَتُ أَيْمَانَهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَسَعَانَ اللَّهُ غَفُورٌ إِنَّ
 میداہم نے کیا حدود عائد کئے ہیں (تمہیں ان حدود سے ہم نے اس لئے منع کیا ہے) تاکہ تمہارے اور پر کوئی تنگی نہ رہے اور

رسَّ حَمِيمٌ ⑤

الله غفور و حيم ہے

بکت تھے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے لوگوں کے لیے تو یہ دراصل جواب ہے ان لوگوں کے اعتراض کا جو یہ

کی ملکیت ہیں آئیں۔ اس اجازت کے بطابن حضور نے غزوہ میں قرطاط کے سایا میں سے حضرت رحیم غفرانہ بنی الحضر طلحہ کے سایا میں سے حضرت جو گیرمہ، غزوہ خیبر کے سایا میں سے حضرت صفیہ اور حضور مسلم کی تھیں ہوتی حضرت ماریم طبریہ کو اپنے لئے تحضیں فرمایا۔ ان میں سے مقام الرزک تین کو آپ نے آزاد کر کے ان سے نکاح کیا تھا۔ لیکن حضرت ماریم سے پربتائیں ناکمیں تمشق فرمایا، ان کے بارے میں یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا ہو۔

۲۔ آپ کی چیز را دناموں زاد بچوں کی زاد اور خالہ زاد ہیں میں سے وہ خواتین حضور نے ہجرت میں آپ کا ساتھ دیا۔ آیت میں آپ کے ساتھ ”ہجرت کرنے“ کا جو ذکر آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہجرت کے سفریں آپ کے ساتھ رہی ہوں، بلکہ یہ تھا کہ وہ بھی اسلام کی خاطر راہ خدا میں ہجرت کر چکی ہوں حضور کو یہ اختیار دیا گیا کہ ان رشتہ دار مہاجر خاتمین میں سے بھی آپ صحن سے چاہیں نکاح کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اجازت کے بطابن آپ نے سچھ میں حضرت ام جبیہ سے نکاح فرمایا اور ضمناً اس آیت میں یہ صراحت بھی ہے کہ چھانموں، بچوں کی اور خالہ کی بیٹیاں ایک مسلمان کے لئے حلال ہیں۔ اس معاملہ میں اسلامی شریعت عیسیائی اور یہودی دو مذنوں مذبوحوں سے مختلف ہے۔ عیسیائیوں کے ہاں کسی عیسیٰ عورت سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ جس سے سات پشت نک مرد احتیجی تک سے نکاح جائز ہے)

۳۔ وہ منی عورت جو اپنے آپ کو کبھی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کرے، یعنی بلا مہر اپنے آپ کو حضور مسلم کے نکاح میں دینے کے لئے تیار ہو اور حضور اسے قبول کرنا پسند فرمائیں۔ اس اجازت کی بنتا پر

بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنا ممنوع قرار دیتے ہیں مگر خود انھوں نے یہ پانچوں بیوی کیسے کر لی۔ اس اعتراض کی بنیاد تھی کہ حضرت زینب سے نکاح کے وقت بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیویاں موجود تھیں۔ ایک حضرت سودہ پنچھی سے سترہ قبل ہجرت میں آپ نے نکاح کیا تھا، دوسرا حضرت عائشہ جن سے نکاح تو سترہ قبل ہجرت میں ہو چکا تھا مگر ان کی خصوصی شوال سلسلہ میں ہوتی تھی، تیسرا حضرت حفصہ جن سے شعبان سلسلہ میں آپ کا نکاح ہوا۔ اور چوتھی حضرت درم مسلمہ جفیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں زوجیت کا شرف عطا فرمایا۔ اس طرح حضرت زینب آپ کی پانچوں بیوی تھیں۔ اس پر کفار و مذاقین جو اعتراض کر رہے ہیں اس کا جواب اللہ تعالیٰ یہ دے رہا ہے کہ لے بنی تمہاری یہ پانچوں بیویاں جفیں مہر دے کر تم اپنے نکاح میں لائے ہو ہم نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔ دوسرے القانوں میں اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے لیے چار کی قید لگانے والے بھی ہم خود ہیں۔ اگر وہ قید نکالتے کے ہم محیاز تھے تو آخر استثمار کے جماں کم یوں نہیں ہیں۔

اس جواب کے بارے میں یہ بات لخوت خاطر تھی چاہیے کہ اس سے مقصود کفار و مذاقین کو مسلمان کرنا نہیں تھا بلکہ آن مسلمانوں کو مسلمان کرنا تھا جن کے دلوں میں خلافین اسلام و ہوش دلانے کی کوشش کرو ہے تھے۔ انھیں چونکہ تین تھا کہ یہ قدر آن اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے اپنے اتفاقی میں نازل ہوا ہے، اس لیے مقرآن کی ایک حکم آیت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اعلانی فرمایا کہ بنی یهودیوں کے عاماناً نوں سے اپنے آپ کو خود مستثنی نہیں کر لیا ہے بلکہ یہ استثمار کا فیصلہ ہمارا کیا ہوا ہے۔

۴۵۵ پانچوں بیوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حلال کرنے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضور مسلم کو حمد حمد حمد حمد اقسام کی عورتوں سے بھی نکاح کی اجازت عطا فرمائی۔
۱۔ وہ عورت میں جو اللہ کی عطا کر دہ لوئیوں میں سے آپ

وہ حلال ہے۔

۵۹ یہ وہ مصلحت ہے جسکی بنا پر اللہ تعالیٰ نے نبی کو عام قaudas سے مستثنی فرمایا تھا اور رہے۔ کام مطلب یہ نہیں کہ نعمذ باللہ آپ کی خواہشات نفسانی بہت بڑھی ہوئی تھیں اس لئے آپ کو بہت سی بیویاں کرنے کی اجازت دے دی تھی تاکہ آپ صفت چار بیویوں تک محدود رہتے میں تنگی محسوس نہ فرمائیں۔ اس فقرے کا بیظطلاب صرف وہ شخص لے سکتا ہے جو تعصیب میں انداختا ہو کہ اس بات کو مجبول جائے کہ حمدللہ علیہ وسلم نے ۲۵ سال کی عمر میں ایک ایسی خاتون سے شادی کی تھی جن کی عمر اُس وقت ۴۰ سال تھی اور پورے ۲۵ برس تک آپ ان کے ساتھ زندگی خوشگوار زندگی سبز کرتے رہے۔ پھر حرب آن کا انتقال ہو گیا تو آپ نے تلیک اور سنسریدہ خاتون حضرت سودہؓ نے نکاح کیا اور پورے چار سال تک تنہا وہی آپ کی بیوی رہیں۔ اب آخر کون صاحب عقل اور ایماندار اُدی یہ صور کہ سکتا ہے کہ ۳۰ سال کی عمر سے گذر جانے کے بعد یہاں ایک حضورؐ کی خواہشات نفسانی بڑھتی جائیں اور آپ کو زیادہ سے زیاد بیویوں کی ضرورت پیش آئے ہی۔ در حقیقتی نہ رہتے ہیں کام مطلب سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ آدی ایک طرف تو اُس کا عرضیم کو نگاہ میں رکھے جس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور ڈالی تھی اور دوسری طرف ان حالات کو سمجھے جن میں یہ کام عظیم انجام دینے کے لئے آپ کو ماں مرکا گیا تھا تعصیب سے ذہن پاک کر کے جو شخص بھی ان دونوں حقیقتوں کو سمجھ لے گا وہ بخوبی جان لے گا کہ بیویوں کے معاملہ میں آپ کو کھلی اجازت دینا کبھی ضروری تھا، اور چار کی قید میں آپ کے لئے کیا تھا تھی؟

حضورؐ کے سب وہ کامیابیا تھا وہ یہ تھا کہ آپ ایک آنگھٹر قوم کو جو اسلامی نقطہ نظر ہی سے نہیں بلکہ عام تہذیب و تدنی کے نقطہ نظر سے بھی ناتراشیرہ تھی، ہر شعرتی زندگی میں تعلیم و تربیت دے کر ایک اعلیٰ درجہ کی مہذب و شاستر اور پاکیزہ قوم بنائیں اس عرض پر یہ

آپ نے نکاح کے میں حضرت میمونہؓ کو اپنی زوجیت میں لیا۔ لیکن آپ نے یہ اپنی زندگی کیا کہ مہر کے بغیر ان کے ہبہ سے فائدہ اٹھائیں۔ اس لئے آپ نے ان کی کسی خواہش اور طالبہ کے بغیر ان کو مہر عطا فرمایا بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے نکاح میں کوئی موہوبہ بیوی نہ تھیں۔ مگر اس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ آپ نے ہبہ کرنے والی بیوی کو بھی مہر دیتے بغیر نہ رکھا۔

۶۰ اس فقرے کا تعلق اگر صرف قریب کے فقرے سے مانا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ دوسرے کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ کوئی عورت اپنے آپ کو اس کے لئے ہبہ کرے اور بلا مہر اس سے نکاح کرے۔ اور اگر اس کا تعلق اور پوری عبارت سے مانا جائے تو اس سے مراد یہ ہے کہ چار سے زیادہ نکاح کرنے کی رعایت بھی صرف حضورؐ کے لئے ہے۔ عام مسلمانوں کے لئے نہیں ہے۔ اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کچھ احکام ایسی امور کے لئے خاص ہیں جن میں امرت کے دوسرے لوگ آپ کے ساتھ تھیں خیس ہیں۔ قرآن و حدیث کے تشیع سے ایسے متعدد احکام کا پتہ چلتا ہے مثلاً حضورؐ کے لئے نماز تھی، فرض قائمی اور باتی تمام اور کلمے دہ نفل ہے۔ آپ کے لئے اور آپ کے خاندان والوں کے لئے صدر لیتا ہرم ہے اور کسی دوسرے کے لئے وہ حرام نہیں ہے۔ آپ کی میراث تقسیم نہ ہوئی تھی۔ باقی سب کی میراث کے لئے وہ حکام ہیں جو سورہ نساع میں بیان ہوئے ہیں۔ آپ کے لئے چار سے زائد بیویاں حلال کی تھیں۔ بیویوں کے دریان عدل آپ پر واحب ہیں کیا گیا، اپنے نفس کو ہبہ کرنے دی گئی اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیویاں بتام اور حرام کر دی گئیں۔ ان میں سے کوئی خصوصیت بھی ایسی نہیں ہے جو حضورؐ کے علاوہ مسلمان کو حلال ہو۔ مفسرین نے آپ کی ایک خصوصیت بتا یہ بیان کی ہے کہ آپ کے لئے کتابیہ عورت سے نکاح حمنور تھا جا لانکہ باقی امرت کے لئے

پر نہ آیا۔ حضرت صفتیہ جویرہ اور رجایا نہ یہودی خاندان اول سے تھیں۔ انھیں آزاد کر کے جب حضور نے ان سے نکاح کئے تو آپ کے خلاف یہودیوں کی سرگرمیاں ٹھنڈی ہی ہو گئیں کیونکہ اُس زمانے کی عربی روایات کے مطابق جس شخص سے کسی قبیلے کی بیٹی پیاسا ہی جاتی تھی وہ صرف اُڑکی کے خاندان ہی کا نہیں بلکہ پورے قبیلے کا داماد بھاجاتا تھا اور داماد سے لڑنا بڑے عار کی بات تھی۔

معاشرے کی عملی اصلاح اور اس کی جاہلیۃ رسوم کو قرآن مجید آپ کے فرض منصبوں میں شامل تھا چنانچہ ایک نکاح آپ کو اس مقصد کے لئے بھی کنپڑا جیسا کہ اسی سورہ الحجہ اب ہیں مفصل بیان ہو چکا ہے۔

مصلحتین اس بات کی مقتضی تھیں کہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نکاح کے معاملہ میں کوئی تنکی باتی نہ تھی جائے تاکہ جو کارظیم آپ کے پرد کیا گیا تھا اس کی ضروریات کے لحاظ سے آپ جتنے نکاح کرنا چاہیں کر لیں۔

اس سیان سے ان لوگوں کے خیال کی غلطی بھی واضح ہو جاتی ہے جو سمجھتے ہیں کہ تعدد ازدواج صفت چنفاض شخصی ضرورتوں کی خاطر ہی جائز ہے اور ان کے مساوا کوئی عرض ایسی نہیں ہو سکتی جس کے لئے یہ جائز ہو۔ ظاہر بات ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایک سے زائد نکاح کیے اُن کی وجہ پر تھی کہ یہو بیمار تھی، باسجھ تھی، یا اولاد زندہ تھی، یا کچھ تھیوں کی پرداش کا مسئلہ دریش تھا۔ ان حوروں شخصی ضروریات کے بغیر آپ نے تمام نکاح یا تو سلسیں اعلیٰی ضروریات کے لئے، یا اصلاح معاشرہ کے لئے یا سیاسی و اجتماعی مقاصد کر لئے۔ سوال یہ ہے کہ جب انشر نے خود تعدد ازدواج کو اُن چند گزی چیزیں مخصوص اغراض تک، جن کا آج نام لیا جا رہا ہے، حمد ود نہیں رکھا۔ اور اللہ کے رسول نے اُن کے سوابہت سے درست مقاصد کے لئے متعدد نکاح کیے، تو کوئی دوسرا شخص کیا حق رکھتا ہے کہ قانون میں اپنی طرف سے چند قبود تجویز کرے اور اور سے دعویٰ یہ کرے کہ یہ حد بندیاں وہ متریعت کے مطابق گورہ ہا ہے۔ دراصل ان ساری حد بندیوں کی جڑیں

صرف حرونوں کو تربیت دیتا کافی نہ تھا، بلکہ عورتوں کی تربیت بھی اتنی ہی ضروری تھی۔ مثلاً جو اصول تہذیب و تہذیب سکھانے کے لئے آپ ماورے کیے گئے تھے اُن کی رو سے مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط ممنوع تھا اور اس قاعدے کو توڑے بغیر آپ کے لئے عورتوں کو برداشت راست خود تربیت دینا ممکن نہ تھا۔ اس بنا پر عورتوں میں کام کرنے کی صرف تھی ایک صورت آپ کے لئے ممکن تھی کہ مختلف عوروں اور ذہنی صلاحیتوں کی متعادل خواتین سے آپ نکاح کریں۔ ان کو برداشت راست خود تعلیم و تربیت دے کر اپنی مدد کے لئے تیار کریں، اور بھراں سے شہری اور بدوی اور جوان اور ادھیڑ اور بوڑھی، ہر کسی عورتوں کو دین سکھانے اور اخلاق و تہذیب کے نئے اصول بھانے کا کام لیں۔

اس کے علاوہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد یہ خدمت بھی کی گئی تھی کہ پرانے جاہلی نظام زندگی کو ختم کر کے اس کی جگہ اسلامی نظام زندگی علماً قائم کر دیں۔ اس خدمت کی انجام دہی میں جاہلی نظام کے علمبرداروں سے جنگ ناگزیر تھی۔ اور یہ سکش ایک ایسے ملک ہیں پیش آرہی تھی جہاں قبائلی طرز زندگی اپنی مخصوص روایات کے ساتھ رائج تھا اور حالات میں دوسری تدبیر کے ساتھ آپ کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ آپ مختلف خاندانوں میں نکاح کر کے بہت اسی دوستیوں کو پختہ اور بہت سی عورتوں کو ختم کر دیں۔ چنانچہ جن خواتین سے آپ نے شادیاں کیں ان کے ذاتی اوصاف کے علاوہ ان کے انتخاب میں یہ صلحت بھی کم و بیش شام تھی۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے ساتھ نکاح کر کے آپ نے حضرت ابو عبیرؓ کے اور حضرت عمرؓ کے ساتھ لپیتے تعلقات کو اور زیادہ گھرہ اور استحکم کر لیا حضرت ام سلمہؓ اس خاندان کی بیٹی تھیں جس سے ابو جہل اور خالد بن ولید کا تعلق تھا۔ اور حضرت ام حمیدہؓ ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ ان شادیوں نے بہت طریقے حد تک ان خاندانوں کی دشمنی کا زور توڑ دیا، بلکہ ام حمیدہؓ کے ساتھ حضورؐ کا نکاح ہونے کے بعد تو ابوسفیان پھر کمی حضورؐ کے مقابلے

تجھیات کعبہ کبھے اور کیسے اور جو مذیارت کے فضائل
اور انوار و برکات وغیرہ۔ محدثین روایتے۔
تجھیات مدینہ مدینے کے فضائل و منافع اور انوار و برکات
کا فضل تذکرہ۔ زیارت کے آداب
اسکن و مقامات اور وظائف و اور ادکن قصص
قیمت مجلد — ڈھانی روایت ۱/۲

مکتبہ تجھی - دیوبند - دیوبندی

مغیری تجھیل ہے کہ تعدد ازوج بجائے خود ایک برائی ہے
اسی تجھیل کی بناء پر نظر پر پیدا ہوا ہے کہ فعل حرام اگر کبھی
حلال ہوئے سکتا ہے تو صرف شدیدنا گزیر ضروریات
کے لئے ہو سکتا ہے۔ اب اس درآمد شدہ تجھیل پر اسلام
کا جعلی ٹھپٹ لگانے کی چاہے کتنی ہی کوشش کی جائے
قرآن و سنت اور پوری امانت مسلمہ کا طریقہ اس شے
قطعانہ آشنا ہے۔

مقدرت کتاب اخجم فلاح المسلمين کے تبلیغی سلسلے کی حصی اشاعت "اسلام اور عورت"
اشائع کر دی گئی ہے۔ خواہش مند حضرات سات پیسے کے تکڑت فقر اخجم
فلاح المسلمين کتب خانہ انوار الاسلام کاغذی بازار کراچی علی پر بھیج کر
مفت کتاب حاصل کر سکتے ہیں۔

مئی سال کے شمارے میں:

ترکی میں مغرب زدگی کا بجزء
سیہت صلی اللہ علیہ وسلم و علیہ الرحمۃ و علیہ الرحمۃ
مجھشو، سوریہ مسٹنگہ مذاکرات
ماضی مدتیں کا تاریخ ناہی اصل میں: مختار احمد
چراخ را کا خصوصی فیچر۔

عِلْمُ الْمُؤْمِنِ

علی رضاں سے ۱۰۰ مقالات کا مجموع
اس مادہ صدیقۃ الاسلام اسلام کو یہ لائق اور ایسا افت کیوں نہ میں۔
مغل و ولی کی اکشام و پندرستاں صورت چہ کرو
بخاری مکونٹ پریل کی اگر وہ مبتدا و انتہا میں
اسے اپنی صورت

(ا) کے علاوہ
• حسن البنا شیعہ کی ذاری
• کتابوں پر تبصرے،
اوہ

افکار و مسائل
و جوان احمد مہبب سے اگران، حمور شنیداحمد

چراغ را

محلہ اداء مدن اسلامی

تمہارا مدن

۷۵ پیسے

چندہ مدن

۹ روپیہ

تریلر رکاپ،
یوسف مسٹر لابر مرنی، میریت
کراچی

فارسی نصاہب جلد بیجہ

مفردات القرآن

قرآنی الفاظ کی شرح یا توضیح پر امام راغب بھی کی
وہ شہرہ آفان کتاب جو بڑی بڑی تفاسیر کے لئے تبدیاد کا
درجہ رکھتی ہے اور دو ترجیح کے ساتھ۔ چالیس روپے۔
قرآن اور حدیث [انہا قرآن کیوں ہدایت کے لئے
قلم سے۔ قیمت — ڈیٹھ روپیہ۔

سیرت کے موضوع پر سید سلیمان
خطبائیت مدارس [ندوی کے شہرہ آفان خطبائیت۔
اپنی نوع کی واحد چیز۔ سارہ ہے شین روپیہ۔

نافع الخلاق [تمام ہی دینی اور دینی ضروریات کے
لئے جو بڑی اعمال و وظائف اور نقوش
اور اراد۔ یہ کتاب عرصہ دراز سے مقبول ہاں ہے اور ہزاروں
انسان اس سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔

قیمت — سارہ ہے پانچ روپے (مجلد سارہ ہے جو روپے)
علاج الغریب [تم ترجیح بالاشیعی علاج کے لئے یہ کتاب
بہت دنوں سے اشاعت نہیں ہے پورا ہے
ہے اس میں آئے دن پیش آنے والی بیماریوں کے لئے کستہ
اور ہریں انھیوں طریق علاج اور داؤں کا بیان ہے۔

قیمت — سارہ ہے نین روپے (مجلد سارہ ہے جو روپے)
میلاد ابھی [حضور صاحب اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مشریفۃ
او سیر حامل موالا اشرف علیہ صفات تھے پاہرہ روپے۔
مولانا اشرف علیہ صفات تھے چند اثر انگیز مواعظ
دنیا و آخرت جن کا موضوع نامہ سے ظاہر ہے۔

مکمل و مجلد قیمت — دش روپے۔
جھمین حبیبین [شب دروز کے تمام معمولات اور زندگی کے
کامشوہ حجبو عذر۔ عربی مع اردو۔ دش روپے۔

کم وقت میں فارسی کی بہترین بہارت پیدائش کیسلے
سرے اچھا نصاہب۔ ذیل کے حضرات نے اس نصاہب کو پسند
فرمایا ہے — مولانا حسین احمد مدینی۔ ۱۰۰ مصائب در العلوم
دیوبند۔ مولانا سعیدا حمد اکبر ربانی۔ مولانا ام آمر القادری۔
درست جذبیں کتابوں پر مشتمل ہے
• رہنمائے فارسی ۵۰۔ معین فارسی ۶۰۔ دروس فارسی ۷۰۔
• اصول فارسی حصہ اول صرف ۱۰۰ اصول فارسی حصہ دوم
نحو ۲۰۰۔ نصائح فارسی ۸۰۔ دکل نصاہب عائی چاروپے
مومن کے ماہ و سال [اس کتاب کے تولف حضرت شیخ
عبد الحق حضرت دہلوی ہیں اور ترجیح
بڑے اہتمام سے ایک پاکستانی ناشر نے چھاپا۔ معنوی افادت
نام سے ظاہر ہے۔ دیون، ہمسوں اور سالوں کے بلنسے میں حادث
مع نقد و نظر۔ قیمت — سو آٹھ روپے۔

حجۃ العدل بالاعلم [حضرت شاہ ولی اللہ علیہ مسیح شہزادہ
مغلک اور اسالیب کی بتاریخ ساری دنیا میں قدر کی تکاہ سے
دیکھی جاتی ہے۔ عمر انسات، سیاست، کلام و مظہن، فتنہ،
تاریخ، تہذیب و تمدن بھی طرح کے موضوعات کی جامع
ایک کالم میں عربی، المقالیں عام فہم اور ترجیح، دو جلد و
میں مکمل۔ غیر مخلص میں روپے (مجلد چوبیس روپے)
فیوض نیزاد اتی [شاہ عبد القادر جیلانیؒ کی الفتح الربانی
کا اردو ترجیح۔ پڑھنے اور فائدہ اٹھانے
کی چیز ہے۔ قیمت — سارہ ہے دش روپے۔

مولانا مودودی اور تصوف [کامہ جاتا ہے مولانا مودودی
تصوف کے دشمن ہیں اس
الزم آم کی پرست کنڑہ حقیقت خود مولانا کی اپنی تحریروں
کے آئینے میں لا احتظ فرماتے۔ یہ کتاب آپ کو بتائے گی
کہ مولانا کس تصوف کے دشمن اور کس تصوف کے جامی ہیں
قیمت مجلد — دش روپے۔

تفہیم حدیث

مولانا ابوالاول علی مودودی

مولانا نامودودی کا درس حديث ہفت روزہ
الیشیا (لاہور) سے نقل کیا جا رہا ہے۔ یہیں تو قع
ہے کہ یہ سلسلہ قادرین تجھی کے لئے مفید اور
دچکپ ہو گا۔

(ادارہ)

حضرت کے آخری عمل کو ناندز فرمادیں۔ چنانچہ تحقیق کرنے پر صحابہ نے بتایا کہ
حضرت نے اپنے آخری زمانہ میں جنازہ میں چار تکبیریں بھی کہی ہیں۔ اس پر
حضرت عمر بن جنائز کی چار تکبیریں راجح کر دیں۔

حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن عوف کہتے ہیں
کہ میں نے ایک مرتبہ عبد اللہ بن عباس کے
پیچے نمازِ جنازہ پڑھی۔ انھیں نے پہلی تکبیر کے
بعد سورہ فاتحہ پڑھی جب ان سے اس پارے
میں سوال کیا گیا تو انھوں نے بتایا کہ یہ میں نے
اس لئے کیا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے
کہ یہ بھی صداقت ہے۔

اس سے امام شافعی نے نمازِ جنازوں میں سورہ فاتحہ
پڑھنے کا استرال کیا ہے۔ ان کے نزدیک جنازہ کی نماز
میں فاتحہ پڑھنا مستقبل صفت ہے۔

امام ابوحنیفہ و پیری تکبیر کے بعد حمد و شنا کے طور پر
فاتحہ پڑھنے کو جائز مظہرا تے ہیں۔ ان کے نزدیک تلاوت

حضرت عبد الرحمن ایں یہی کہتے ہیں کہ زید
بن ارقہ ہمارے جنازوں میں چار تکبیر کہتے
تھے لیکن ایک مرتبہ انھوں نے پانچ تکبیریں
کہیں، ہم نے پوچھا اس کی وجہ سے ٹراخنوں
نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ
تکبیریں کہی ہیں۔

معلوم ہوا کہ ان کے علم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے جنازوں میں پانچ تکبیریں بھی کہی ہیں۔ اس نے ایک مرتبہ
انھوں نے بھی حضرت علیؓ کے اس عمل کے مرطابیں عمل کیا جو نکہ یہ بھی
حضرت علیؓ کی ایک صداقت تھی اس لئے انھوں نے مناسب نہ
سمجا کے اسے بالکل ہی چھوڑ دیا جائے۔

جنازوں کی تحریرات کے بارے میں میں چار پانچ تکبیر
سات اور آٹھ تکبیر کی روایات ہیں بعینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات
میں مختلف تعداد میں تحریرات کہی ہیں حضرت علیؓ کے زمانہ تک اسی طرح
مختلف تعداد میں تحریرات جنازوں کی بھی جاتی رہیں۔ حضرت عمر رضی
نے لوگوں نے ایک ترتیب کر کہا کہ مختلف صورتوں کے بجائے آپ

اس شخص کے لئے خاص تھے۔

ابن سید رضا بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ حبیب
سعد اپنا اپنی وفا ص کا وصال ہوا تو حضرت
عالیٰ شریف نے فرمایا کہ اس کے جنازہ کے
مسجد بنوی میں لاٹا تاکہ میں بھی نماز جنازہ
پڑھ سکوں۔ صحابہ نے اس پر اعتراض کیا
اس پر آپ نے فرمایا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیضانوں کے لئے کوئی سہیں اور
اس کے بھائی تھی نماز جنازہ مسجد بنوی میں
پڑھاتی تھی پھر تم کیوں اعتراض کرتے ہوئے
اس روایت کی بتا پر بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں
کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ لیکن یہ روایت
اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ حضورؐ کا عالمگیری پڑھا
ورنہ صحابہ کرام حضرت عالیٰ شریف نے پڑھا
سموں کے خلاف کام تھا جبی تھے صحابہ نے اس پر اعتراض
کی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت اختلاف میں مذکورہ
دولوں بھائیوں کی نماز جنازہ مسجد بنوی پڑھاتی تھی جو
عالیٰ شریف کا استدلال تھا کہ حضورؐ نے مسجد
میں نماز جنازہ پڑھی ہے۔ اس لئے انھوں نے مسجد
میں جنازہ لانے کے لئے فرمایا تاکہ انھیں بھی ان کی نماز
پڑھنے کا موقع مل جائے۔ بہترانہ اس مسئلہ میں اختلاف
موجود ہے۔
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کا جنازہ کے
سامنے جانا درست نہیں ہے۔

مسنونہ بن جند کہتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انکے
عورتوں کی نماز جنازہ پڑھی جو رجگی میں تھی
تھی آپ نے اس کے وسط میں کھڑے ہو کر

قرآن نماز جنازہ کا جزو نہیں ہے۔ خود اس حدیث سے
معلوم ہے ہمارے کہ فاتحہ پڑھنا حضورؐ کا معمول نہیں تھا۔ آپ نے
بطور حمد و نسکین بھی ایسا بھی کیا ہے۔

عوف بن مالک رضیٰ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک شخص کی نماز جنازہ
پڑھاتی۔ جو دعا آپ نے پڑھی تھی وہ میں نے
یاد کر لی تھی۔ وہ دعا یقینی، آپ کہہ رہے تھے
اے خدا اس کو بخشدے۔ اس پر حمذرا
اے عاقیبت عطا کر۔ اس سے دلگذر فرمایا
اس کو اچھی طرح مہمان رکھ۔ اس کے داخل
ہونے کی عکس کو رسیج کر دے، اس کو پیانی
برف، اولوں سے عشن دے اور اس کو طرح
کی خطاؤں سے پاک صاف کر دے۔ سفید
پکڑے کی طرح اس کے سیل کچیل کو صاف کر دے
اے اندر اس کو اس گھرست بہتر طریقہ عطا کر
اس کنہ سے بہتر کنہ بی عطا کر اور اس بیوی سے
اچھی بیوی عطا کر۔ اس کو جنت میں داخل کر
اس کو قبے عذاب سے بچا۔ عذاب نار سے
اور قبے قتنے سے اس کو محظوظ رکھ۔
راوی کہتے ہیں کہ حبیب میں نے یہ دعا
حضورؐ کی زبان میا رک سے سنی تو خواہ شش
پیدا ہوئی کہ کاش اس سیت کی عکس میں ہوتا
اور یہ دعا ایرے حتیٰ میں کی گئی ہوتی۔
اس دعا میں جو یہ کہا گیا ہے کہ اس کیستے سے
بہتر کنہ یہ اور اس بیوی سے اچھی بیوی عطا کر اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ یہ سی خاص شخص کا معاملہ ہے اس کے
خاندان کے لوگ اور اس کی بیوی اس کے حق میں ایچھے
نہیں تھے اور یہ چیزہ ذاتی طور پر حضورؐ کے علم میں تھی
اس نے حضورؐ نے دعا میں یہ الفاظ فرمائے۔ ہر سیت کے
لئے ان کا استعمال ضروری نہیں۔ اس دعا کے یہ دو قسمی

کو (سر) کی قبر پر لے گئے۔ آپ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی۔ آپ نے صدر بایا یقین تاریک ہیں میرے نماز پڑھنے سے ان میں نور پیدا ہوتا ہے۔

حضرت علیہ وسلم کی دعائے مغفرت بہت بڑی نعمت ہے آپ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی مسلمان اس سے محروم رہ جائے۔

حضرت عباسؓ کے آزاد کردہ غلام کو رب کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباسؓ کا ایک لڑکا نوت ہو گیا۔ عبد اللہ نے کہا کہ اس جا کر دیکھو کہنے آدمی جنازہ پڑھنے کے لئے تجویز ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کچھ آدمی جنم ہو کے ہیں۔ اخنوں نے کہا تمہارا کیا اندازہ ہے کہ وہ چالیس آدمی ہوں گے؟ میں نے جواب دیا ہاں اتنے ہوں گے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ جنازہ لے چلو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ کوئی مسلمان مر جائے اور اس کے جنازہ پر چالیس ایسے آدمی جنم ہو جائیں جو شریک کرنے والے نہ ہوں امروہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں تو اس کی مغفرت فرمادیتا ہے۔

نماز جنازہ ایک شفاعت اور سفارش ہے تو گویا چالیس مومنین جو شریک سے بچنے والے ہیں وہ اس کے لئے اللہ سے تجسس کی شفاعت کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کریں کہ جو شخص مر جائے اور سو آدمی اس کے حق میں مغفرت کی دعا کریں تو اللہ سے جشندریتا ہے۔

من از پڑھا تی۔

اس سلسلے میں خلاف اقوال ہیں سر کی جانب میں کی جانب اور وسط میں۔ بعض نے ان میں طبقہ بیوی دی کہ مرد کے سینے کے سامنے اور عورت کے وسط میں ہٹڑا ہونا چاہیئے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر پر گزرے جیسی میں اس رات کو میرت دفن کی گئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ دفن کیا گیا صحابہؓ نے عرض کیا رات کا وقت تھا۔ نار کی تھی تھی ہم نے مناسب نسجھ کر حضورؐ کو نکل دیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دہن گھر سے ہو گئے اور قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کو اپنے ساتھیوں سے کس قدر محبت اور شفاقت تھی اور کس قدر رحمانہ رویہ آپ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ۔ آپ اسے پسند نہ فرماتے تھے کہ کوئی مسلمان نماز جنازہ میں آپ کی دعائے مغفرت سے محروم رہ جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک عورت تھی یا جوان لڑکا تھا جو سسی تیوں میں بھاڑو دین تھا (یہ واقعہ ابو ہریرہؓ کے ایمان لائے سے پہلے کا ہے اس لئے آپ کو اس کی تحقیق نہ ہو سکی۔ آپ کے سامنے جس راوی نے بیان کیا اس نے غالباً اسی طرح بیان کیا تھا، کئی روز آپ کو وہ نظر آیا۔ اس پر حضورؐ نے دریافت فرمایا۔ معلوم ہوا اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے کیوں اطلاع تدی گئی کہیں اس کی نماز جنازہ پڑھتا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا مجھے لے چلو۔ چنانچہ صحابہؓ آپ

کے دن دوسری شہادتوں کے ساتھ ساتھ ایسے نیک بندہ کی شہادت بھی لی جائے گی جس پر آخرت کا فیصلہ ہوتا ہے۔

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلم کے حق میں چار مسلمان شہادت دیں کہ وہ اچھا آدمی ہے، وہ جنت میں جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے، ہم نے پوچھا کہ اگر تین آدمی کسی کے نیک ہونے کی شہادت نہیں تو؟ حضور مسیح فرمایا وہ بھی جنت میں جائے گا۔ پھر تم نے پوچھا کہ اگر دو آدمی شہادت دیں؟ آپ نے فرمایا وہ بھی جنت میں جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ایک کے بارے میں ہم نے خوبی سوال نہ کیا (اور غامبوش ہو گئے)“

اصل بات یہ ہے کہ بنیادی طور پر سلم پر تاشرط ہے پھر جس معاشرے میں وہ تہذیب اتحاد اور جن لوگوں سے امر کے معاشرات تھے۔ جب وہ اس کے نیک اور اچھا ہونے کی شہادت دیں اور شہادت بھی اس کی عدم موجودگی میں دل مزید یہ کہ شہادت دیتے والے خود سلم ہوں تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ وہ شخص جنتی ہے۔

”حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرنے والوں کو گالیاں نہ روکیں بلکہ جس انجام کا انھوں نے انتظام کیا تھا وہ اس انجام کو منع کئے گے“

”حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احمد کے شہیدوں کو دو دو کر ایک قبر میں دفن کرایا تو کوئی ستر نہ پسند تھے، جلد پھر یعنی اور کفار کے مقتوبلین کو بھی دبانا تھا، اس نے آپ نے

اس حدیث میں چالیس کے جماعتے موکاذ کر ہے ایسے معاملات میں عرد کا تعین مراد نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی آئی پڑی تعداد اس کے حق میں دعا نے خیر کر رہی ہے۔ گن کر چالیس یا سو مراد ہیں بلکہ شخص کثرت مراد ہے۔

”حضرت المسنؓ کہتے ہیں کہ ایکہ ربہ صاحب کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے پر سے گزرے۔ لوگوں نے مرنے والے کی تعریف کی۔ اس پر آپ نے فرمایا واحب ہو گئی۔ پھر ایک دوسرے جنازے پر لوگوں نے مرنے والے کو برائی سے باد کیا۔ اس پر بھی حضور مسیح فرمایا کہ واحب ہو گئی حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چیز واجب ہو گئی۔ آپ نے فرمایا جس کی تم نے تعریف کی تھی۔ اس پر جنت و احباب ہو گئی اور جسکی تم نے برائی کی اس پر چشم و احباب ہو گیں پھر حضور مسیح فرمایا کہ گواہ ہو گیا

یعنی مومنین صاحبین زمین پر اللہ کے گواہ ہیں مطلب یہ ہے کہ مومنین صاحبین جس شخص کی غیر حاضری میں اس کی تعریف کریں اور اسے نیکی سے پاد کریں اور اس تعریف میں ایسا خلوص موجود ہو جس میں شبہ کی کجا کش نہ ہو کہ کسی متفقعت کی وجہ سے تعریف کی جا رہی ہے، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ شخص واقعی نیک تھا۔

تعریف سے مراد کسی کے فنی کمالات کی تعریف نہیں بلکہ نیکی اور تقویٰ اور تہذیب کے پہلو سے تعریف مراد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خود متھی ہیں اور صلاحیٰ و تقویٰ کو جانتے ہیں نیکی اور بیدی کا فرق جانتے ہیں، وہ لوگ خدا کے گواہ ہیں، قیامت

اس حدیث سے یہ بھی علوم پڑتائے کہ پڑھاپے کی وجہ سے یا کسی دوسری وجہ سے حضور مصلی اللہ علیہ وسلم کو سواری کی ضرورت تھی۔ مگر آپ نے اسے جنازہ سے واپسی پر استعمال فرمایا۔ جاتے ہوئے آپ بھی پیدل تشریف لے گئے تھے

در حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار آدمی جنازے کے پیچے چلے اور پیدل آگے پیچے، واپس، باہم چیزیں مناسب ہو مگر جنازے کے قریب رہے۔ استفاطِ حمل سے جو بچہ نکلے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے اور اس کے والدین کے لئے دعائیں مغفرت کی جائے۔“
بہاں جنازے سے قریب رہتے کام طلب یہ ہے کہ جمیع ایک نظر آئے اور لوگ جنازے کی مشايعت کر کے معلوم ہوں۔

دوسری بات استفاطِ حمل سے پیدا ہونے والے بچے کی نمازِ جنازہ ہے۔ اس میں فقہار کے مختلف مسلک ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کہتے ہیں کہ جو بچہ مان کے پیٹ سے نکلنے کے بعد ایک آواز لکھائے، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ کیونکہ وہ زندہ پیدا ہوا ہے اور نماز جنازہ انہی کے لئے ہے جزوی رہے اور پھر مرے۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ چار ماہ اور تو سن دن کے بعد کا وچھ نکلنے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ اس زمانے کے علماءؓ میں دل LOGO (EMBRYO) کے لحاظ سے اس درت میں بچے میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لحاظ سے امام احمدؓ کے نزدیک خواہ وہ زندہ نکلنے یا مردہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ سوار جنازے کے پیچے چلے اور پیدل جس طرف چاہے۔ اور طفل کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔

ایک ایک قبریں دو دو شہیدوں کو دفن کرایا۔“
پہاں حدیث میں ”ثوب واحد“ استعمال ہوئے ہیں تو بسم اللہ کپڑا نہیں قسم کے۔ کپڑے تو اتر و ائمہ ہی خیں گئے تھے بلکہ انہی خون الود کپڑوں میں انھیں دفن کر دیا گیا تھا۔

حضرت مصلی اللہ علیہ وسلم دفن کرتے وقت فرماتے ہے تھے کہ ان میں قرآن کا زیادہ علم جانے والا کوں ہے جو پختہ جس کے متعلق بتایا جانا کہ یہ زیادہ قرآن جانتا تھا تو آپؐ اسے قبریں پہلے اتارتے۔ گویا علم قرآن و حجۃ ترجیح بناد۔ ان شہیدوں کو غسل نہ دیا گی۔ ان کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ کیونکہ روایت ہے کہ حضور مصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز میں ان (یعنی شہیدوں احمد) پر گوہی دوں گا۔ ظاہر ہے کہ جس کی نیکی کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں گے اس کے جیتنی ہونے میں شک کی گی جتناش ہے۔ بلکہ جن لوگوں کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا، وہ تو ابھیست جنت کے مستحق بن گئے۔

بعض شاھزادیں نے کہا ہے کہ ان کی نمازِ جنازہ علیحدہ علیحدہ نہیں پڑھی گئی تھی، بلکہ ایک ایک کی نمازِ جنازہ حضرت ہجرتؓ کے ساتھ پڑھی تھی۔ ہر حال اس میں اختلاف ہے

”حضرت جابرؓ بن سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بے زین کا گھوڑا لایا گیا۔ آپؐ ابن میضاءؑ کے جنازے سے واپسی پر اس پر سوار ہو کر تشریف لائے اور تمہارا ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔“

اس سے معافم کہ سوار ہو کر جنازہ کے ساتھ جانا الگ چیز صرام تو نہیں لیکن مکروہ ضرور ہے۔ حضور مصلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ناپسند تھا کہ جنازہ کے ساتھ سوار ہو کر جساں۔

جناب شمس نویڈ کے روح پرور اور ایمان افروز مضامین کا انتخاب کیا ہم مسلمان ہیں؟

کے نام سے دو حصوں میں چھپ چکا ہے۔ جیسیں گرد پوش کے ساتھ۔ حصہ اول۔ سواد روپیے۔ حصہ دوم۔ تین روپے۔ انتخاب صحاح سقہ احادیث کیا چھنج تین کتابوں بناری، ماجہ کی مفید ترحدیوں کا مقبیل و معروف انتخاب۔ مجلد پاچ روپیے طبقہ نبوی ا مختلف امراض اور حفاظان صحت کے لئے احادیث اسے اضافی میں کتبی شکل دی گئی تھی۔ اب بھی کتاب بان بیان کے تازہ اسلوب کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ مجلد دو روپیے۔ صحیح السیر حضور کی سیرت پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ صحیح کتابیں خصوصی بھی اور خیم بھی۔ بسیروں ضخامت کی کتب سیرت میں مولانا دانالپوری کی بھی کتاب اپنا جواب نہیں رکھتی شکفتہ زبان سلیس پیرایہ، اعلیٰ تحقیق۔ آخذ کے حوالے اور مختلف فیہ واقعات و روایات میں محتاط موازنہ اور تنقید، عوام و خواص دونوں کے لئے یہ کتاب نہایت مفید اور مغلوظہ کثیرہ کا خزانہ ہے۔ قیمت۔۔۔ غیر مجلد دش روپے۔ (مجلد۔۔۔ بارہ روپے)

امکنہ کرام کی سوانح | مصر کے شہرہ آفاق عالم اور محقق استاذ ابو زہرہ کی تالیف کی ہوئی ذیل کتابوں کا ارادہ ترجمہ اسوقت دستیاب ہے۔ شائعین فائدہ اظہائیں۔ جمع
حکمت جانتے ہی ہیں کہ استاذ ابو زہرہ کی تالیف کردہ کتابیں مخفی
مواد، تدقیقی ازامیوں اور تاریخی تراث نگاہیوں کا گلستانہ
• حیات امام ابوحنیفہ۔ پندرہ روپے۔ • آثار امام شافعی بارہ روپے
• حیات امام مالکؓ۔ دس روپے۔ • حیات امام ابن حنفیہ تھانیہ
• حیات امام تیمیہ۔ اکیس روپے۔

بچے کے سنتی آدمی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ عصوم ہے۔ اس کی نمازِ جنازہ اور دعائے مغفرت کی کس ضرورت ہے۔ حضیر نے فرمایا کہ بچے کی نمازِ جنازہ میں اسکے والدین کے سے تو نمائے مغفرت کی جائے۔

اہل بیت اور اہل سنت | اس نکر آفرین کتاب میں اہل سنت کی ان غلطیوں کی نشان دہی کی گئی ہے جو ان سے اہل بیت اور رسول کے ہاں ہوئی ہیں۔ قیمت۔۔۔ ایک روپیہ۔

لطائف علمیہ | پھٹی صدی بھری کے علیل القرآن فیضہ دیکتاب الاذکیا کا ارادہ ترجمہ۔ سات سو ایسے لطائف و قصص جن میں ذہانت و ذکاوت، حاضر جوابی، نکتہ سمجھ و مزاح اور صفت لطفی کے زنجار نگ جلوے ملتے ہیں۔ پانچ روپے۔

مرنے کے بعد کیا ہو گا؟ | اپنے میوہووچ کی ایک معلومات افزائی کتاب۔ دو روپی پچھتے ہیں۔

الزمات کا جائزہ | ان الزمات کا منصفانہ جائزہ جو جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کو بھی فتووں کی شکل میں اور بھی کتابوں اور اشتہاروں کی صورت میں لگائے جاتے رہے ہیں۔ قیمت ڈھانی روپے۔ ۱۵۵ روپے۔

کیا جماعت اسلامی حق پر ہے؟ | دنیا بھر کے علماء اور فضلاء کے مقابلے اور فصلیے ایک اہم کتاب جو مخالف و موافق ہر ایک کے لئے مفید اور دلچسپی، قیمت۔۔۔ تین روپے۔

مولانا مودودی سے میتے | مولانا مودودی کی شخصیت اس کے علم و فضل اُنکی دعوت، ان سے شن، ان کی پوری زندگی کے حوالہ و کافی اسناد گیلانی کی ایک بہوت کتاب۔ دنیا بھر کے علماء، اہل فکر اور ارباب فلم کی آزاداء۔ قیمت۔۔۔ ساڑھے چھروپے۔ ۴۵ روپے۔

مکتبہ تخلی - دیوبند (یونی)

درس حدیث کے دوران

مولانا مودودی جب قید و بند سے آزاد ہوتے ہیں تو مسجد میں درس حدیث
بھی دیتے ہیں اور اس درس میں جو کامی چاہیے ان سے سوالات بھی کرتے ہیں۔
یہی سوالات اور ان کے جوابات ہر یہ ناظرین ہیں۔

ارپورٹنگ - ایشیا - لاہور

وہ اس کی تکمیل کی ہمت اپنے اندر نہ پاسکے کہ مبارکہ حضور مسیح
آبادی کوئی فتنہ کھڑا کر دے۔ بعد ازاں حضرت علیؑ کے
اور انہوں نے آپ کے اس حکم کی تکمیل کی۔ پھر حضرت علیؑ عقیفہ
مقرر ہوتے تو انہوں نے کوئی خسکے گورنر کو بھی یہی حکم دیا۔
ممکن ہے کوئی میں غیر مسلموں کی قبریں نمايان صورت میں
موجود ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود مسلمانوں کی قبریں
اسلامی آداب کو پیر لپشت ڈال کر بنائی گئی ہوں۔

ایک بچے نے مولانا سے سوال کیا کہ اس سے دودھ سے
کوئی رغبت نہیں ہے۔ لیکن اس کی والدہ حملائی سے بیٹا
ہیں۔ کیا ایسی صورت میں دودھ نہ پینا والدہ کے حکم کی

س : - احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ وہ کی
نشانیاں خود باقی رکھتے تھے۔ لیکن پھر یہ روایت کہ آٹھ
نے قبروں کو برابر کرنے کا حکم فرمایا ۔ کیا ان وہیں
اقوال میں تضاد نہیں؟

ج : - حضور نے قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیتے ہیں پھر
دیا جب کہ وہاں ایک اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی
اور وہ قبریں جن کے بارے میں یہ حکم دیا گیا تھا۔ جاہلیت
کے زمانے کی قبریں تھیں جن کی ساخت اسلامی آداب
قوس میں نہ کھاتی تھیں۔

جس حدیث میں یہ علم آیا ہے اس میں یہ واقعہ بھی
درج ہے کہ حضور نے پہلے ایک محاجی کو یہ حکم دیا یہ لیکن

کی جائے آمدنی میں شمار ہوگی؟ اور کیا اس پر زکوٰۃ فرض ہے؟
جح : تمام مصارف سے نج کر جمال آپکے پاس ہوگا
اس پر زکوٰۃ واجب آئے گی۔

مس : د۔ سائکل، سکوٹر، موٹر کار پر زکوٰۃ کی کیا حیثیت
ہوگی۔ یا یہ چیز مبتدا ہیں؟

جح : اگر یہ چیزیں ذاتی استعمال میں ہیں تو بلاشبہ ہیں۔
ورزشان کی تجارت کی صورت میں احوال تجارت کے قابلے
کی روستے ان پر زکوٰۃ عائد ہوگی۔

مس : جن عادات اور اسلام کے مکافہ ہیں تو
کیا پھر کسی ذریعہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ آخرت میں سکا
بدل جنت کی شکل میں پائیں گے؟

جح : جن اگر عبادت کے مکافت ہیں تو اسی سے یہ بھی
ثابت ہے کہ وہ اس کا بدلا جنت کی شکل میں پائیں گے،
جن طرح انسانوں کی نافرمانی کی سزا ہیں جنم ہے اسی طرح جن
اگر نافرمانی کریں گے تو وہ بھی جہنم میں جائیں گے۔ اگر
قرآن و حدیث میں اس بات کی تصریح نہ ہو کہ وہ جنت
میں جائیں گے تو عقلائیہ بات صاف اور واضح ہے۔

مس : اللہ تعالیٰ مُردوں کو جو چاہتا ہے سنواتا ہے اور جو
نہیں چاہتا وہ نہیں سنواتا۔ اس کی وضاحت کے لئے
اگر کوئی تأخذ بیان فریدین تو محنون ہوں گا۔

جح : اس کے تأخذ احادیث میں بھی ہیں اور قرآن میں
بھی۔ ان دونوں چیزوں کا اگر آپ بغور مطالعہ کریں تو معلوم
ہو جائے گا کہ مرنے کے بعد نہ ایمان سب کچھ منتہ ہیں
اور نہ اہل کفر نہ۔

یہ بات تواضع ہے کہ مرنے والے دشمن کے ہیں۔
۱۔ نیک آدمی جو بیشیت نہان خدا کے ہفتوں پہنچے ہیں۔
۲۔ بدکرد ار لوگ جو مجرم کی طرح اس کے ہفتوں پہنچے ہوتے
ہیں۔

اب یہ غلط عام میں آنے والی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ
اپنے نہانوں کو کوئی ایسی بات تو نہیں سنوائے کچا جس سے
ان کی دل آزاری ہو اور انہیں تکلیف پہنچے۔ بلکہ ان کی

خلاف وزی میں شمار ہوگا؟
مولانا نے اس کے جواب میں نصیحتاً فرمایا، بچوں کو مان
باپ کا ہنا مانا چاہیے۔ انہیں نہیں معلوم کرو والدین میں صلحت
کے پیش نظر انہیں حکم دیتے ہیں۔

مس : ۳۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ سرمایہ داری زکوٰۃ
سے ختم ہو سکتی ہے۔ لیکن زکوٰۃ کی مقدار کو دیکھا جائے تو اس
کو تسلیم کرنے کا مشکل ہو جاتا ہے کہ اگر سیٹھ داؤد صاحب جیسے
سرمایہ دار زکوٰۃ و نیاشروع کر دیں تو کیا ان کی سرمایہ داری
ختم ہو سکے گی؟

جح : جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ سرمایہ داری ختم کرنے
کے لئے مانڈ کی لگتی ہے، وہ سرسے سے بات ہی غلط کہتے ہیں۔
زکوٰۃ سرمایہ داری نہیں بلکہ عنصری ختم کرنے کے لئے فرض کی
گئی ہے۔ اگر کوئی اللہ کی مقرر کردہ حدود میں رہتے تو ہے دولت
کماتا ہے اور کوئی ورثتی بھی بن جاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی اس پر
رجحت خاص ہے۔ کوئی میعوب یا خلاف شریعت آتی نہیں
اب یہ اس شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنی دولت میں سے غربیوں
کا وہ حق نکالے جو ازر و سے قانون اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے۔
مس : بعض زکوٰۃ دینے والے تاجر اپنی زکوٰۃ کی رقم اپنے
ہی اتنے فرض داروں کو دے کر پھر وہ رقم اسی وقت اپنے فرض
میں لیکر مفرد فرض کے حساب میں جمع کر لیتے ہیں۔ کیا اس طرح
زکوٰۃ کی بلاگراہست ادائیگی ہو جاتی ہے۔

جح : جی بان ادائیگی ہو جائے گی۔ اس میں کوئی قباحت
نہیں ہے۔

مس : کیا زکوٰۃ فلوں کی صورت میں ادا ہو جائے گی۔
حالانکہ نوٹ مال نہیں بلکہ سند مال ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی
مال میں فرض ہے۔

جح : یہ تو محض حیلہ تراشی ہے ورنہ آپ جن قوت بازار
سے کوئی چرخ دینے جاتے ہیں تو وکاندار سند مال (نوٹ)
کے بجائے آپسے اصل مال طلب نہیں کرتا۔ ہاں زکوٰۃ ادا
کرتے وقت آپ کو یہ خیال آتا ہے۔

مس : کیا وہ رقم جو طیکس کی صورت میں حکومت کو ادا

س : آپ نے فرمایا تھا کہ دنیا کی ہر چیز کا ایک جوڑا ہے اور وہ اپنے جوڑے کے بغیر نیچہ خیز ثابت نہیں ہو سکتی۔ اسی اصول کی بنیاد پر میں عرض کرتا ہوں کہ ان قسمِ القرآن جیسی عظیم الشان چیز کے لئے اس کا جوڑا "تفہیم الحدیث" نہ ہوتی تو آپ کا یہ حیرت انگریز کار نامہ ادھورا رہ جاتے گا۔

ج : تو اس کے جواب میں مولانا نے مزاحاً فرمایا کہ ضروری نہیں یہ جوڑا میں ہی فشر اہم کروں، کوئی اور اللہ کا بندہ بھی یہ کام کر سکتا ہے، پھر مولانا نے سمجھدی گی سے جواب دیا۔ اب مجھ میں اتنی وقت نہیں رہ گئی کہ یہ کام اپنے سرے لوں۔ "تفہیم القرآن" پر میں جو محنت کر رہا ہوں وہ میرا ہی دل جانتا ہے۔ "تفہیم الحدیث" تو اس سے بھی زیادہ مشکل کام ہے۔

تعریف اور ایصالِ ثواب کے لئے دعائیں انجین یعنی جائیں گی۔ اسی طرح بدکردار یوگوں کی تعریف میں دنیا میں نظرے بھی لگ رہے ہوں گے تو اس کے بجائے انجین وہ آوازیں سنوائی جائیں گی جو ان کی مذہبیت اور لعنت پرستیل ہوں گی۔

س : آپ نے فرمایا ہے کہ کوئی صحابی مذہبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر نہیں گیا اور نہ ہی اس نے وہاں کوئی چلتہ کام ہے۔ پھر مسلمانوں کے وہاں جانے کا کیا فائدہ؟

ج : میں نے یہ الفاظ نہیں سکے کہ کوئی صحابی تھنوڑی قبر پر نہیں گیا۔ میں نے تو یہ کہا تھا اگر کسی صحابی نے حضور کے حزار پر چلے نہیں کا۔ اس کی تردید میں کسی حدیث یا آثار میں کوئی ثبوت ہوتا ہو میں کیا جائے۔

تلش را حق

اثر: اسعد گیلانی

- خطوں کی نسبان میں ایک سرودا
- مولانا سید سیلان ندوی
- مولانا اشرفی خانوی
- مولانا مناظر حسن گیلانی
- مولانا مستوفی نعمانی
- مولانا سید ابوالاعلیٰ ندوی
- میان طفضل محمد
- چودھری علی احمد خاں

قاقلہ سخت حبان

اثر: اسعد گیلانی

نظر ثانی کئے ہوئے تاثر کا ایڈیشن

جب جماعتِ اسلامی کے ارکین جیلوں میں
بھروسیتے گئے۔ اس وقت کی فکر انگریز
کہانی۔ تیکھے اور دل آؤزی انداز میں
چھڑ دیے

- حضرت نوح علیہ السلام
- حضرت سیلان علیہ السلام
- حضرت یونس علیہ السلام
- حضرت یوسف علیہ السلام
- حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

- حضرت نوح علیہ السلام
- حضرت ہود علیہ السلام
- حضرت ابراہیم علیہ السلام
- حضرت یوسف علیہ السلام
- حضرت شعیب علیہ السلام

- حضرت شعرا حمد عذری
- حضرت مسیح موعود
- حضرت مسیح موعود
- حضرت مسیح موعود
- حضرت مسیح موعود

مکتبہ جعلی دیوبند

شش توپی عشقانی

کیا ہم مسلمان ہیں؟

کے لئے جنت کی راہ لی تھی۔

حضرت عمر فاروق نے حضرت ابو بکر کا یہ جواب سننا اور
مطلب ہو گئے کہ ان کا یہ جواب سراپا ہے۔ فتویوں کے دور
میں جیسے واسطے فتویوں کے دور سے پہلے ایمان پر مرحونے والوں
کے مقابلے میں زیادہ خطرے میں ہیں لیکن ایمان سے کہیے کہ کیا
ہمارا دل یعنی اس جواب پر اسی طرح مطلب ہو سکا ہے۔ ہم کو
ہمیں کسی مسلمان کی موت کے واقعہ میں ابھرنا ہوا پہلو صرف یہ کہ
وہ تباہ کرنے والا اس دنیا سے بچوڑ گیا ہے۔ واقعہ کا یہی پہلو
اب ہمارے جذبات کو شدت کے ساتھ بچپڑتا ہے اور اسی
پہنچاری آنکھیں ٹھیک کیتی اور دل لرزتے ہیں۔ حالانکہ ایمان
ہمارا بھی ہی ہے کہ موت بندوں سے بندھ کا بچپڑ جانا ہی
ہمیں ہے بلکہ بندے کا اپنے خدا سے جامانا بھی ہے۔

”سعده!—
اے ربِ عین کے یتیلے سعد!!“

احادیث میدان جنگ میں کوئی آواز رپا اواز دے رہا تھا
اجھی کچھ دری ہوئی کہ وہ جنگ ختم ہو چکی تھی جس میں تکے کے تنبیہ ہو
ساتھ بتوں کے تین ہزار پچاری ایک اللہ کے بندوں پر مدد
اور ہوتے تھے لیکن ان ایش روں نے تین ہزار تلواروں کی
چھاؤں میں کھڑے ہو کر اپنے کروار سے ثابت کر دیا تھا کہ اسلام
حق ہے اور تواریخ حق کی گردان کاشت کی طاقت نہیں رکھتیں۔ ثابت
کر دیا تھا کہ اس دنیا میں اگر انسان کی کوئی سببے برہمی آزادو
ہو سکتی ہے تو وہ اپنے خدا سے ملاقات کرتا ہے۔ اور یہ
کہ اس ملاقات کا دروازہ صرف ایک ہے جس کا نام ”موت“

جنت کا راہی

صدریت اکابر کی بارگاہ خلافت میں ایک لڑکی اُم سعید
داخل مہم قوی میخے دلے یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے کہ حضرت
ابو بکر رضی اللہ عنہ اس کے آگے دوڑا دب دا حترام سے بچکر
رو گئے۔ انھوں نے اس کے لئے اپنا ذاتی کپڑا بچھایا اور
نہایت ادب کے ساتھ اس پر اس کو جگد دی۔

”یہ کون ہیں؟“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حیران ہو کر سوال
کیا۔

”یہ صدریت اکابر نے عقیدت بھری آفاز میں ارشاد
فرمایا۔“ اس شخص کی بیٹی ہے جو بچھے سے بھی بہتر تھا اور تم سے ہمیز
یہ الفاظ اور ان الفاظ سے چھلکتی ہوئی کہری عقیدت کی
کیفیت حضرت عمر کی حیرت کو دو بالا کر دینے کے لئے کافی تھی۔

”اے رسول اللہ کے جانشیں!“ انھوں نے چونک کر
وچھا ”آخر کیوں؟...؟“ اور حضرت ابو بکر نے ایمانی رشک د

عقیدت کا بزرگ نیپاہ چھلکاتے ہوئے بتایا۔

”اس نے کہ اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی زندگی میں جنت کی راہ لی جسکے ہم اور تم یہیں کے ہی ہیں
پڑے رہ گئے.....؟“

اور۔۔۔ یہ حضرت ابو بکر کی مگاہ میں ابو بکر و عمر سے
بہتر شخص حضرت سعد بن زین تھے۔ جنھوں نے عقیدہ کی وادی
میں ایش اس کے رسول سے عہد و فاکیا تھا اور غزوہ احمد
میں یہ عہد پوری طرح پورا کرنے کے بعد اپنے خدا سے ملاقات

بندوں کے جسم و جہاں پر کیا قیا مرست گذرتا ہے۔ تلوار سے
سینوں میں گھسنے کر لہو چاٹ رہی تھیں۔ تیر دیں نے
گوشت سے گذرا کہ ٹھیوں تک کوچھ چھپڑ والا تھا۔ اور نیزے
کھلے ہوئے سینوں میں ڈوب کر ٹھیٹ تھے تھے تین ہزار تلواریں
ان کا راستہ روک رہی تھیں۔ تیر دیں کی طرف انہیں ہیں پہنچے
حکڑوں سے ان کو بچھے دھکیل دینا چاہتی تھیں مگر وہ بندے جو
آشے بُٹھتے آرہے تھے۔ ہر خم ان کو ایک اس سے بھی
کاری زخم کھانے پر ابھار رہا تھا۔ ہر چوتھا ان کو ایک اس سے
محبی سخت چوتھ سہبہ جانے کی طرف سر کے بن درڑا رہی تھی۔!
اور۔۔۔ اس زخم خود کی کے جذبہ شرق میں سعدیہ بیان
نے نیزے کا ایک کاری زخم کھایا۔ پھر دسرا پھر تیسرا
۔۔۔ پھر جو تھا! صبھ جتنا زخم ہو رہا تھا شرق سفراتا ہیا
تیزترہ ہوتا جا رہا تھا۔ بال دیر جتنے کرت رہے تھے
روح کی پرواز میں اتنا ہی اضافہ ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ
بارہوں ان زخم لکھا اور بندہ اپنے خدا کے قدموں میں جا گما۔
اور ٹھیک اس وقت جب دنیا اور آخرت کے دریاں وہ
زندگی کے آخری سالشوں میں ایچھے ہوئے تھے۔ حضور
کا ایک فاصلہ میدانِ جنگ میں اون کا نام لے لے کر کارے
جا رہا تھا۔ تاکہ حضور کے حکم کی تعمیل کر سکے اور سعہد
کی خبر حضور میں تک پہنچا سکے۔

میدان میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی اور اس خاموشی
میں ایک عجیب سکون اور وقار تھا۔ کٹے ہوئے اعضا اور جوہل
سے لردے ہوئے سستے ہوتے یا بے جان حسیوں کا یہ تنفس
ہولناک ہوتا چاہیئے تھا۔ مگر وہاں ہولناکی کا نام و لقا
تک نہ تھا۔ اس کے عوض ایک عجیب سی رعنائی تھی۔
ایک زلاں میں وصال۔ ایک اچھتا و فرار اور سکون تھا
جو پوری فضاض پر خنک چاندنی کی طرح چھایا ہوا محسوس ہو رہا
تھا۔

چند آوازیں دینے کے بعد رسول خدا کے فاصلے نے محسوس
کیا کہ ہونہ ہو سعد بن زبیع اپنے خدا سے جاتے۔ لیکن نہ جانتے
کیوں اچانک ان کے ہونٹوں سے ایک نئی پکار بیان ہوئی۔

ہے۔ ابھی کچھ دیر ہوئی تھی کہ اسی میدان میں نہ جانے گئے بندے
اپنے معبر دے جاٹنے کے لئے سوت کے دروازے کی طرف
والہماۃ انداز میں بڑھتے تھے اور کتنے ہی خوش نصیبوں کی یہ آزاد
پوری بھی بڑی تھی وہ جانتے تھے کہ ہمارے بھی ہمارے بھی ہمارے
ہیں۔ ہماری بیویوں کا سہاگ لٹ رہا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ
ہمارے بھی خود ہمارے کٹے ہوئے اعضا اور خون پسکاتے ہوئے
جسم خاک دخوں میں لکھڑے ہوئے پڑے ہوں گے۔ ایک
اتسی بڑی قیمت پر بھی اون کے نزدیک خدا کی آغوش رحمت میں
جا بہخنا بہت ہی استاسودا تھا۔ ان کا القین اون کو اس
راہ پر آگئے۔ اور آگے لئے جا رہا تھا۔ ان کے ایمان
کی منزل ان کی طرف خود ہی بڑھی آرہی تھی۔ وہ زمین ہی پر
با غارت جنت کی عطر بیڑہ پڑوں کے چونکوں کی سرسر اہم
محسوس کر رہے تھے۔ انھیں اس کیف و سرور کے عالم
میں یہ پوش کہاں تھا کہ وہ اپنے بچے کیا چھوڑے جا رہے
ہیں۔ انھیں وصف ایک ہی سرچ کشاں کشاں لئے
جاری تھی کہ ہم آگے کی طرف کیا نصیر رہے ہیں۔ نہ جانے
کیا عالم تھا ان بست دل کے دل درج کا جب وہ صاف
محسوس کر رہے ہوں لے کہ تھا ہمی خدا کی طرف نہیں بڑھ رہے
 بلکہ خود خدا کے ذوالجلال بھی ہماری سمت رحمت اور پذریانی
کے شفیقی باز و پھیلانے آگے بڑھ رہا ہے۔ بندگی کے
ایک ایک قدم کے جواب میں دس دس قدم اٹھانا ہمہ تیز
چلتے ہوئے غلاموں کی طرف دوڑتا ہوا خدا!۔۔۔ اللہ اکبر!۔۔۔ اللہ
اکبر!۔۔۔ کون ہے جو اس کیفیت کا انداز بھی نہ رہے
طور پر کوئی کہ جو اس عالم حیات دکانات پر گذرا رہی ہوگی!۔۔۔
اور ان آگے بڑھتے والوں میں حضرت سعد بن زبیع
محبی ایک خوش نصیب موسی تھے۔ وہ خدا جس کی محبت اور
بندہ لذازیوں کا عالم یہ ہے کہ بندے کے جسم میں اگر کوئی
معمولی سی معولی چھالش چھوٹی ہے تو رحمت خدا وندی اس
کی کسک کو آگے بڑھ کر جوں لیتی ہے اور دوزخ کا ایک شعلہ
اس کے لئے سر دکر قیمتی ہے۔۔۔ ہاں دیہی خدا
دیکھ رہا تھا کہ احمد کے میدان پسپردگی میں اس کے ان

بے قدر ارہا۔ اس کا ایک عظیم ثبوت یہ واقعہ ہے جس کو سن کر رسول خدا کی روح بر حجہ ساطاری ہو گیا تھا اور کافی تین جانتا کہ اللہ کی رحمت کے سند میں کیا کچھ تلاطم نہ پیدا ہوا ہو گا، لیکن سچ پوچھئے تو موت کے مقابلے میں زندگی کی شاہراہ پر اللہ اور رسول کی خیس خواہی کو پانے ذاتی مقادرات پر نہیں دینا ایک لحاظ سے کہیں زیادہ کھشن، نازک اعظمیم تر ہے موت کے وقت وہ دنیا کو چھوڑ رہا ہوتا ہے مگر زندگی میں قدم پر اس کو سامانِ دنیا کی قیمت اور ضرورت جو کس ہوئی ہے۔ اس وقت دنیا کے ساز و سامان کو اللہ اور اس کے رسول کے تعلق پر بنا کر نما گیا اپنے ہاتھ سے اپنے جسم کی شرگ پر نشر چلانے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ لیکن سعد بن ابی وعیان نے چیزیں اپنا سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کے ایک اشانہ پر لکھی خوشی اور کسی آمادگی کے ساتھ لٹا دیا تھا۔ اس کا مطالہ ہر اس وقت ہوا حبیب مدینے میں مجھے کے مہاجر وں اور مدینے کے انصار کے دریان حضور نے بھائی چارہ قام کر دیا تو حضرت عبد الرحمن بن عوف حضرت سعد بن ابی وعیان کے بھائی قرار دیے گئے ہوں تو اس دن ہر انصاری کے گھر میں یحییب و غریب واقعہ عملًا پیش آیا کہ اس نے اپنے تمام سامان زندگی اور تمام املاک کے دو دوٹکے کر کے لصفت اپنے لئے رکھا اور لصفت اپنے مہاجر بھائی کی خدمت میں پیش کر دیا۔ لیکن حضرت سعد بن ابی وعیان نے تو اس سے بھی آگے بڑھ کر ایک ایسی ہزیز ترین نعمت کا لصفت بھی اپنے بھائی کے ہولے کرنا چاہا جس کی طبیعت کا تعلق صفتِ دین ہی سے تھیں بلکہ آدمی کے دل اور دل کی بھی بہت خاص و مطرکنوں سے ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ جسم اور جذبات کا ایسا شدید تعلق ہوتا ہے کہ اس سے کو ایک لمحے کے لئے بھی قریان کرنے کی بات سوچی بھی شاید ہی جا سکتی ہو۔ اور یہ چیز جس سے وہ خود کو محروم کر کے اپنے بھائی کے ہولے کرنے کے آزاد مند ہو گئے تھے۔ ان کی دو یوں بیویوں میں سے کوئی سی بھی ایک بیوی تھی۔ وہ بیدی جس کو یہ بھائی اپنے تھام کر دیتے ہوئے ہوتے ہیں درست کر لے۔ خواہ وہ بیوی وہی کیوں نہ ہو جس سے الاؤ جدت کا شدید تعلق رہا ہو۔ سارے

”اے سعد! — مجھے اللہ کے رسول نے تھا اسی تلاش میں بھیجا ہے...“ ایک ثانیتے کی تاخیر کے بغیر لاشوں کے ڈھیسے ایک لکھڑا قی اور سکتی ہوئی آواز بے تابانہ اٹھی۔

”.... میں... یہاں... مُردوں کے دریاں ہوں...“

فاصد اس آواز کی طرف لپکتا ہوا پہنچا تو وہ یہ دیکھ کر حیثیت زدہ رہ گیا کہ ”رسول اللہ“ کا نام اس سے کہ سعد بن ابی وعیان نے سکرات موت میں بیکا! کہا تھا۔ وہ بالکل دم توڑ رہے تھے۔ مگر تم توڑتے توڑتے وہ اپنی تمام نیم جہاں طائفوں کو سیست کر زندگی کا کوئی آخری فرض انجام دینے کے لئے بے قرار سے پوچھنے تھے۔ آخزمیں جان بدن میں سے ایک لرز قی اوہ لکھڑا تھا بھی آواز نکلی۔

”اللہ کے رسول کو... میرا اسلام... کہنا..... اور ... قوم سے کہنا... کہ... اگر... حضور قتل ہو گئے... اور تم میں کا... کوئی ایک فرد... بھی... باقی بچارہ گیا تو... تم... خدا کو... منہ... دکھانے... کے قابل نہ رہے گے! — کیونکہ عجب ہے ... کی رات... میں... تم نے... حضور کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر... کہا تھا... ہم سب آپ پر شمار ہو گائیں... گے... ادھری بات پوری ہوئی اور ان کی رو روح جسم کے نفس سے آزاد ہو گردنیائے خانی کے اس پارکل گئی۔ — اللہ نے اپنے بندے کو آغوشی رحمت میں لے لیا۔

ادر قاصد رسول نے جب بارگاہ رسالت میں پہنچ کر یہ

واتعہ سنایا تو شدید تاثر کے حالم میں حضورؐ بھی پھارا ہے۔

”خندان پر رحم فرمائے — موت اور زندگی دو لڑ

ہی میں اللہ اور رسولؐ کی خیر خواہی ان کے تیز نظر ہی گے

موت کے منہ میں پہنچ کر ایک سچا مون اسلام کے درد

اور اللہ اور رسول کے عشق میں خود جان کنی کے درد کر بے

کوئی طرح محبوں جاتا ہے۔ — کس طرح اپنے وجود، اپنے

بھی بھوں اور اپنی تمام دنیا کے انکار سے اپنے اس دل کو خالی

کر لیتا ہے۔ جس کی دھڑکنیں ختم ہوئے جاہی ہوں اور حشم

ہوتے ہوتے ہر درست کن جان آفرینی کے کام آجائے کے لئے

زندگی کے دو دن ہی بہارے لئے — سب کچھ ہیں اور آختر اور اس کی دائی زندگی گویا کہ عملًا کچھ بھی نہیں — کچھ بھی نہیں —

اور — کچھ بھی ہم صرف اتنی سی بات پر تکمیل کئے ہوئے ہیں کہ دنیا ہمیں مسلمان، سمجھتی ہے! — مسلمان کھلتی ہے — مسلمان اگنتی ہے۔

کیسا فریب ہے جو تم نے میں کہ کھایا ہے! — کیسا فریب ہے جو تم خود کو دیتے چلے جا رہے ہیں! اور کس طرح اس دام فریب سے نکلنے کے لئے تیار تک نہیں! — اب شاید الموت کی جان کنی کا شدید ترین درد ہی اس فریب کا پردہ چاک کر سکے گا — اب شاید قبر ہی تنگ ہو کر یہ بتا سکے گی کہ اس فریب کو طول دینے سے تم نے اپنی آخرت کو گستاخنا تنگ و تاریک بنانکر رکھ دیا۔

ایے کاش! خدا ہمیں اسی تم سے باز رکھ سکے جو ہم نے کمال بے حسادیے جسی کے ساتھ خود اپنے ہمیں اور پر روا رکھا ہے! —

عطر روح چمن

دل نواز اور پر کیف خوشبو، دیر تک رہنے والی۔
ایک تو لمبے بارہ روپے۔ چھ ماشہ۔ ساڑھے چھ روپے
تین ماشہ۔ مصالحتے تین روپے ڈرڈھ ماشہ۔ دو روپے

گلزار سیدیٹ

نسبتاً ہمکی خوشبو۔ فرجت بخش۔ افر روح پرور
ایک تو لمبے دس روپے۔ چھ ماشہ اڑھے پانچ روپے
تین ماشہ۔ تین روپے۔ ڈرڈھ ماشہ۔
ڈرڈھ روپیہ۔

دار الفیض رحمانی۔ دیوبند۔ یونی

مال و مثال کا آدھا عمل اس ساتھ لئے ہوئے اور دیوبیوں میں سے ایک بیوی کو اپنے بھائی کے لئے طلاق دیدینے کا آخری فیصلہ کئے ہوئے یہ شخص جس وقت حضرت عبد الرحمن بن حوف کے سامنے آیا ہوگا، کون کہہ سکتا ہے کہ اس وقت خدا اور انسان نے کس مقام سے سعد کو دیکھا ہوگا — دیکھنے والوں نے صرف آدمی کی کیفیت دیکھی کہ سعد کی اس پیش کش نے اس کو تھوڑی دیر اسکے لئے سیدیر سے گنگ اور بھر عقیدت و محبت سے اٹک اشک کر ڈالا — کتنا تھری، کتفی اور پنج ہوتی ہے وہ "خوشی" جس کے اظہار سے سہنسی کو عاجز یا کر آدمی بے اختیار رہ پڑتا ہے بد —

حضرت سعد بن زبیع نے شا بد اخوت ایمان کے آخری معنی سمجھائے تھے۔ اس کے جواب میں حضرت عبد الرحمن نے مومن کی دوسری صفت کا حسن کا مل بے جا ب کر دیا — یہ بندوں سے ایک بندوں کے کامل استغفار کا حسن تھا جس میں شکریت کی ایک بے لوث چاشنی بھی ملی ہوتی تھی۔ "خدا تمہارے مال و اولاد میں برکت عطا فرمائے" اخنوں نے ت дол سے دعا دیتے ہوئے اپنے بھائی کو خطاب کیا "مجھے تو تم بازار کا راستہ دکھا دو اور میں"

سیکن —

یہ ساری یادیں، اس وقت کی ہیں جب ہمارا دل خدا میں اٹکا ہوا تھا اور ہماری نظر آختر پر تھی۔ جب ہمیں دولت دنیا نہیں دولت دل سے پیار تھا۔ ہاں اس وقت ہمارا ہمیں حال یہ تھا کہ رشتہ ایمانی ہمیں جسم و جذبات کے تمام رشتہوں سے کہیں زیادہ عزیز اور قیمتی معلوم ہوتا تھا ایمان کے تعاقی پر ایک بھائی دو سکر بھائی کو پیٹے املاک یہاں تک کہ اپنی بیویوں میں سے صرف کاحدا رجھتا تھا — اور وہ بھائی جس کو یہ سب کچھ دیا جا رہا ہوتا تھا محض اپنے بھائی کی اخوت و محبت کی قدر رشتہ ایمانی اور اللہ پر کامل بھروسے کو اپنے نے کافی سمجھتا تھا — لیکن آج ہمارا ہمیں حال یہ ہے کہ ہمیں ایمان کے تعاقی کا احساس تک نہیں ہوتا! — اس تعاقی پر تعلاقہ دنیا کو شمار کر دیتے کی بات تو نہیں دور گئی! — دنیا اور

ایک قسمی اور گمراہ

ایک سوال۔ ایک جواب

اشتہاروں اور تقریروں کے ذریعہ سے مولانا مودودی کی مخالفت کی جا رہی ہے۔

● تم جیسے کہ فہم یکن حق پرست لوگ سخت پریشان ہیں، ہمارے یہاں تھی پھر عرصہ سے مولانا مودودی اور ان کی تحریک کے بارے میں مخالفت اور موافقت میں بڑی باتیں کی جا رہی ہیں جس کی وجہ سے تم سخت پریشانی نہیں ہیں۔ اسی پریشانی کو ختم کرنے کی غرض سے اور حق بات پانے کے لئے ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

● آپ اپنے علم خداخوی اور تقویٰ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ ملکی اور مین الاقوامی حالات سے بھی باخبر ہیں اور عالمہ الناس کی بہت بڑی تعداد آپ کے علم اور رائے پر اعتماد کرتی ہے اس لئے انہوں کو کم درج ذیل سوالات سے جوابات مرجمت فرمائے جائیں۔

● مولانا مودودی کی شخصیت کیسی ہے کیا وہ اہل حق ہیں یہی ہیں یا نہیں؟ جو لوگ ان کو گراہ کہتے ہیں ان کے متعلق آپ کا خیال تباہ کیا ہے۔ کیا مولانا کی سرگردیاں ہیں

استفسار

محترمی و مکرمی حضرت مولانا محمد عبدالحیم صاحب قاسمی مظلوم العالی اسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

● مولانا مودودی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ وہ برسوں سے اس ملک میں کام کر رہے ہیں۔ ہزاروں صفحات پر مشتمل طریقہ اُن کے خیالات، نظریات اور رجحانات پر روشنی ڈالتا ہے۔ نیز اُن کی اٹھائی ہوئی تحریک سے اُن کے نسبت بالعین، مقصد اور پروگرام سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کیا ہیں، کیا چاہتے ہیں اور کس طرح چاہتے ہیں۔

● آپ جیسے صاحبِ علم حضرات اس طریقہ سے بھی بے خبر نہیں جو عرصہ سے مولانا مودودی کو گراہ، حق سے دور اور امت میں ایک بہت بڑا فتنہ دالنے والا قواردیتا ہے اور مسلسل شائع کیا جا رہا ہے۔

● ایک طرف مولانا مودودی کا طریقہ ہے اور دوسری طرف بعض علماء کی طرف سے جو حق پرست معلوم ہوتے ہیں، اس لئے

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع پذیر ہے اور دل جان سے چاہتی ہے کہ نظامِ اسلامی کے تحت زندگی بصر کرے وہ ساختِ سعید دو نہیں جب کہ یہ سبھی موقود دنیا کی سب سے طریقی سلطنتِ اسلامیہ کو خالی ہو گا۔ جس کی بنیاد کلکٹیوں پر رکھی گئی ہے۔ و ماذ اللہ علی اللہ بعزم۔

یہ چند سطور تو آپ حضرات کی پرشیانیوں کو رفع کرنے کے لئے عرض کر دی گئی ہیں۔

اب آپ کے سوالات کا جواب اختصار پیش کردیا ہے۔

(۱) مولانا مودودی صاحب کو گراہ کہتے ہیں یا وہ خود گراہ ہیں یا قوم کو گراہ کر کے اپنی دکان چلا رہے ہیں۔ خداوند قدوس ان کو عقلِ سلیم اور فہمِ علم عطا فرمائے اور صراطِ مستقیم پر ان لوگوں کو گامزن کرے۔ آمين۔

مولانا مودودی کی سرگرمیاں

(۲) مولانا موصوف نہ صرف حق پرست ہیں بلکہ دینِ حق کے سچے اور خالص خادم بھی ہیں اور دینِ اسلام کو غالب اور نافذ کرنے کے علمبردار ہیں۔ ان کی نگاہ بلند ہے اور وہ ادیانِ ہله کی مغلوب کرنے میں مصروف ہیں۔ ساری دنیا کے اہل علم اور اہل فنکر حضرات ان کے ساتھ ہیں، اُسکی صاحبِ علم اور اہل فکر اور صاحبِ فکر کو ان سے بنیادی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہے،

رومنی اختلاف اپنیں کوئی بنت جلت تحقیق تھیں تو تی بنیادی اقبال تحقیق تھیں تو تی

(۳) جن حضرات کو اللہ نے راجح علم عطا فرمایا ہے مودودی صنانہ ان میں سے ہیں۔ اس ستم کے حضرات بعض مسائل میں اپنی حقیقت کے مطابق دلائل شرعیہ کی بنوار پر اگر کسی مسئلے میں شفرد ہیں تو اس میں شرعی طور پر کوئی قباحت نہیں ہے۔ حضور پاک تے دوسرے تے کراپ تک اس ستم کے حضرات موجود ہے ہیں اور ہیں کے جن مسائل میں ان کا اہل علم حضرات سے اختلاف ہے وہ دینِ اسلام کے بنیادی مسائل نہیں ہیں۔ کتب احادیث اور کتب فقہ میں اس ستم کی مشاعل میں اسے موجود ہیں جن لوگوں نے

اسلام کے تئے نہیں جو حصہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے؟ کیا مولانا مودودی کا طریقہ پڑھ کر آدمی اسلام اور اسلام کے تئے کام کرنے والوں سے بدظن ہوتا ہے یا نہیں؟ مولانا مودودی سے اختلاف کی حقیقت کیا ہے اور یہ اختلاف کس نوعیت کا ہے۔

ہم آپ کی رائے کے محتاج ہیں۔ آپ اپنی اپنی وحدت میں تمام امور پر الگ چہ اختصار ہے و شنی طالع کر چکی صورت حال سے مطلع فرمائیں تاکہ ہم مولانا مودودی، جماعتِ اسلامی کی تحریک اور ان کی مخالفت کرنے والے حضرات کے بارے میں صحیح رائے قائم کر سکیں۔ اس سلسلہ میں مختلف خیال رکھنے والے لوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد یہ استفسار کیا جا رہا ہے۔

والسلام دعا کو
محمد رفیق اُپل

سلطانی سطیح نظر وال نار در وال ضلع سیاکٹو

الجواب

محترم و مکرم جناب محمد رفیق صاحبِ سلم اللہ تعالیٰ۔

بعد اسلامِ مسنون — گرامی نامہ و صہوں ہوا۔ یاد فرمائی کا خلکریہ! آپ نے اپنے مکتب میں جن پرشیانیوں کا ذکر کیا ہے تقریباً ساری قوم اُسی عذاب میں گرفتار ہے۔ قوموں کے عروج پر وال کی داستان سے ظاہر ہو گئے کہ زوال پذیر اقوام کو اس ستم کے عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

آپ جانتے ہیں ہماری قوم علمی کے یادگیری دوسرے آزاد ہوتی ہے لیکن بیس سال گذر جانے کے بعد بھی اتنیک غلامی کے اثرات سے متاثر ہے۔ جھوٹے پیر و فقیر، جھوٹی بیوتوں اور جاہل ملاوں کا ایک طبقہ انگریزی دوسرے قوم پر سلطنت ہے اور قوم کی غالب اکثریت جہالت کے سمندر میں ہے۔ جن میں آپس کی لڑائی جھگڑے خاص طور پر مذہبی چیفلش پیدا کی جاتی ہے جس سے مسلمانوں کی طاقت تکمیل و رسم کرو رہی ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

الحمد للہ مددت اسلامیہ پاکستان اب بحیثیت مجموعی

مسلم نماز | ساز سیکنٹ کی عمدہ کتاب۔ اردو پچاہن پیسے۔
ہندی پیشے۔

بیشائی زندگی فخر کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت کا ایمان افراد خلاصہ حافظ امام الدین راسنگری کے شکفۂ قلم سے۔
قیمت ۶۵ پیسے۔

ہندی اردو لغت مسلم کرنے کی مشہور کتاب
قیمت ساری چین روپے۔

مودودی حسب کی خالقت کو زندگی کا مشن بنایا ہے خداوند قدوس آپ کو اور آپ کے زنقار کو ان کے شرستے بچائے۔ آئینِ خم تین لائیجہ نمک شناں قمر علی ان لا عدالت اعلیٰ لی ہو اقرب للتفوی (قرآن)

ایسا ہے کہ آپ حضرات کے نتیجے چند مروخت کافی ہوں گی۔ حلقة احباب کرام کی خدمت میں صلام مسنون قبول باد طالب دعا ابو الحسین محمد عبد الحليم تاشی باقی و تم جامعہ خفیہ، قاسمیہ، حبیطہ ۱۲۸ میل روڈ لاہور



کارکنوں سے خطاب

مولانا
ابوالاعلیٰ مودودی

ابھی قید سے رہا ہوئے۔ بعد مولانا مودودی نے بعض شہروں کا دورہ فرمایا اور بعض مقامات پر اکتوبر چحادت کے کارکنوں سے کچھ خطاب بھی کیا۔ یہاں ہم تصریح کر دیا اور لائل پور کے دو خطاب نقل کر رہے ہیں۔ یہ اگرچہ خصوصیں ہیں لیکن یہ تحسیں کرنے کیلئے بالکل کافی ہیں کہ جو دعوت مولانا موصوف نے کرتے تھے وہ ان کے درگ دریش میں اس طرح وجہ بینی ہے کہ اب ہر موعد پر، ہر حال میں ان کی زبان سے وہی آبیت ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے دعوت حق کو اپنا مقصد زندگی بنایا اور اسی مقصد کی خدمت میں عمر پڑادی۔ (دادا رہ)

اگر ایمان نہ لائے تو صاف صاف کفر کار استہ اختیار کرے۔ اگر ایمان لائے تو خلوص کے ساتھ ایمان لائے اور پھر منافق کارویہ اختیار نہ کرے۔ منافق کی حیثیت کافر سے بدتر ہوتی ہے اور وہ اللہ کی بناجہاں میں زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن نے بتایا ہے کہ یہ لوگ دوزخ کے اس حصہ میں ہوں گے جسے ”درک“ سفل نہ کہا جاتا ہے۔

جب ہم مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود تسلیم کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بادی اور رہنماء لستے ہیں اور قرآن کو اللہ کی تاب تسلیم کرتے ہیں تو پھر یہ سماں منافق ہوگی کہ ہم اپنی زندگی کو پوری طرح اللہ کے اختیار میں دینے سے پہلو ہوئی کریں۔ قرآن میں صاف صاف فسر بیان کیا گیا ہے اُ دَخْلُوا فِي الْسَّلِيمِ كَمَا فَتَّأْتُمْ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ کوئی حصہ اس کی بندگی سے باہر نہ ہو سکتی نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ایک حصہ اللہ کے اختیار میں دیا جائے اور دوسرا ایشیطان کے حواسے کر دیا جائے۔ مسلمانوں سے بحیثیت قوم کے اللہ تعالیٰ ہیں۔ ایک یہ کہ ایمان نہ لائے اور دوسرا یہ کہ ایمان نہ لائے۔

(حدود شمار کے بیان)

حضرات!

میں اس خلاصہ اذیرہ مقadem کے لئے جیہاں کے رفقاء نے کیا ہے اور اس محبت کے لئے جس کا انہاں تصریح دھا کے لوگوں نے کیا ہے۔ تہذیل سے شکر گزار ہوں۔ درحقیقت یہ اخلاص و محبت استہ اور اس کے دین کی خاطر ہے۔

اسوں یہ ہے کہ اس دفت تقضیلی انہاں رخیال کا موقع نہیں ہے۔ یہ صحیح پاچ بجے گھر سے نکلا ہوں، تھکا ہوا ہوں اور اب جمعہ کی نماز کا وقت بھی قریب ہے، آپ حضرات کو اس کی تیاری کرنا ہوگی۔ اس لئے اتنا موقع نہیں کہ تقضیل سے پہنچاہے کوں۔

جو باتیں میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ لیرے میں نظر اور جماعت اسلامی کے پیش نظر چہ مقصد ہے وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے اور نہ بھی رہا ہے کہ جب ہم مسلمان ہیں تو ہم مسلمان ہونے کے تقدیم پورے کریں۔ ایک آدمی کے لئے دو ہی لاستہ ہیں۔ ایک یہ کہ ایمان نہ لائے اور دوسرا یہ کہ ایمان نہ لائے۔

مفہوم کو باقی رکھا جائے جیسا کہ وہ ہے تو اس کے ساتھ اسلامی نقطہ نظر نا سراسر فریبی ہے۔

اسلام میں اس طرح کی قومی ملکیت کا کوئی جواز نہیں کر، تجارت، اکیت، کار خانے، گھر جنی کہ برلن کپڑے تک سر کاری ملکیت میں ہوں اور افراد کے پاس کوئی شے نہ چھوڑی جائے۔ یہ چیز بدترین آمریت کے سوا کچھ نہیں دیتی۔ ہمارے یہاں جو لوگ اسلامی سو شلزم کا نام لیتے ہیں وہ اپنے آپ کو جمہوریت کا قائل بھی کہتے ہیں۔ حالانکہ اگر سو شلزم کا نام ہمیں رائج ہوتا ہے اس جمہوریت پنپ ہی نہیں سکتی۔ سو شلزم ڈکٹیر شپ کے ذریعے آتا ہے یا چراگر جمہوریت موجود ہو تو اس سے ختم کر دیتے۔ ختم کے دل سے غور کرنا چاہیتے کہ جہاں ذراائع پیداوار قومی ملکیت میں نہیں ہیں۔ اگر وہاں بھی آمریت موجود ہو تو جہاں ذراائع پیداوار قومی ملکیت میں لے لئے گئے ہوں تو وہاں کیا حال ہو گا۔ اس کا اندازہ خود لگایں۔ سو شلزم میں زمین اور کمیت قومی ملکیت سوتے ہیں آپ صرف کاشتکار ہوتے ہیں، سارے کار خانے حکمرت کے قبضے میں ہوتے ہیں آپ صرف مزدور ہوتے ہیں۔

ایسا ہمارا راستے آپ نہیں کر سکتے۔ اختلاف کا کوئی آپ کو حق حاصل نہیں ہوتا۔ جن قوموں پر دکٹیر شپ سلط ہے۔ وہ تو خدا کے خذاب میں مبتلا ہیں۔ لیکن اس قوم سے زیاد احتم کون ہو گا جو اسے اپنی مرہنی سے اپنے اور پر سلط کرنے کی خواہش کرے۔ انسان کی معیشت آزاد نہ ہو تو اس کی بہر آزادی ختم ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں اس کا ضمیر بھی ملام بن کر رہ جاتا ہے۔ جب کہ اسلام نے انسان کی بھلائی کا جو راستہ تجویز کیا ہے اس میں کسی زبردستی یا جبر کا تصور نہیں۔ اسلام ضمیر کی موت یا شرف آدمیت سے محرومی کی قیمت پر کسی نظائری جیات کا قائل نہیں ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ جن پاڑیوں کے لیے "اسلامی سو شلزم" کیصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ وہ حقائق کی روشنی میں ان باقیوں پر غور کریں۔ اس سے ان کی تمام غلط نہیں ہوں ہو سکتی ہیں س۔ چنان میں شائع شدہ انڑو یہ میں آپنے فریا ہے کہ اگر جماعت کا مستحدہ محاذ قائم ہو جائے تو ہم آدمی جنگ

کا مطالبہ کیجیے ہے۔ ہمارے یہاں عدالت، منڈی، پارٹیزٹ اور ملک کو دین سے باہر رکھنے کے بعد اب کوئی شہر ہو رہی ہے جو ملک میں داخل دیا جائے۔ یہ ایک بالکل غلط چیز ہے لیکن جب ہمیں مسلمان قوم بنایا ہے اور ایک مملکت عطا فرمائی تو اللہ کے دین کا قانون چاری کرنا چاہیے اور زندگی کا ہر پہلو قوانین ایکی کے مطابق ہو ناجاہیتی۔

اب اگر ہمارے اوپر کسی کا غصہ نازل ہوتا ہے تو برشاک ہو۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ مکاری کرتے ہیں اسی طرح ہم بھی مکاری کا روتے احتیار کریں تو ہمیں یہ مظلوم ہیں۔ ہم اس کے نتائج بھلکتے رہتے ہیں اور آئندہ بھی بھلکتے رہتے ہیں گے۔

سوالات و جوابات

سوال: - آج تک "اسلامی سو شلزم" کی اصطلاح کثرت سے استعمال ہو رہی ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ بڑا کرم وضاحت فرمائیں۔

جواب: - جو لوگ "اسلامی سو شلزم" کا نام لیتے ہیں، پہلے ان کا فرض ہے کہ وہ اس کی وضاحت فرمائیں۔ بعد میں ہم کچھ کہہ سکتے ہیں اس وقت تک صرف "اسلامی سو شلزم" کے الفاظ ہی سُنے جاتے ہیں۔ میری نگاہ سے نہیں، لگز الگسی نے اس کی وضاحت بھی کی ہو اور اگر کہیں کچھ لوگوں نے وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے تو دو آدمیوں کی وضاحت، آپ میں نہیں ملتی۔ ہر ایک نئے معنی پیش کرتا ہے۔ اب ہوائی باقیوں کے بارے میں کیا ہبہ بھکتا ہے۔ یہ تو "اسلامی سو شلزم" کا نعرہ بلند نہیں والوں کا فرض ہے کہ وہ وضاحت سے بتائیں کہ اس سے ان کا مطلب کیا ہے۔

میں منظر آ جو کچھ بتا سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ دنیا میں سو شلزم ایک خاص ملک کی حیثیت سے معروف ہے۔ اس ملک کے اگرچہ مختلف مذاہب SCHOOL OF THOUGHT میں گران سب میں ایک چیز مشترک ہے، اور وہ یہ کہ ایک ملک کے تمام ذراائع کو میشنلاں کر دیا جائے۔ اب اگر اس نیشنلائز کو سو شلزم میں سے نکال دیا جائے تو اس کا کوئی مفہوم باقی نہیں رہتا اور اگر اس

اس کی اپنی زندگی میں بھی وہ جلاشیاں قائم ہو جاتیں جن کے لئے وہ کوشش کر رہا ہے اور لازماً وہ سب برائیاں بدھ جاتیں جنہیں تم کرنے کے لئے وہ کوشش ہے اس کے پیش نظر تو یہ ہوتا ہے کہ میرے اوپر یہ میرے خدا کا فرض ہے جو مجھے ادا کرنا ہے۔ میرا کام اخیر کی طرف لوگوں کو بانا رہے۔ لوگوں کو معروف کا حکم دینا ہے اور منکرے رہ کرنا ہے۔ میرا نوں دنیا میں حق کو قائم کرنے کی کوشش کرنا ہے مجھ پر یہ لازم نہیں کہ میں حق کو قائم کر کے ہیجاوں۔ اگر میں پنا فرض (اجما) دوں اور دنیا میں خواہ اس کا تجھہ برآمد ہو یا نہ ہو میں اللہ کے یہاں ناکام نہیں ہوں گا بلکہ طیکہ اپنا فرض ادا کرنے میں کوتا ہی نہ کروں۔

یہ وہ چیز ہے جو مومن کو بالسوں نہیں ہونے دیتی خواہ حالات کیسے ہی کیوں نہ پیدا ہو جاتیں، وہ اکیلا ہی بُرا نی کے خلاف اٹھ سکتا ہے۔ دنیا کے نقطہ نظر سے وہ ناکام ہوتا ہو آخوند کے نقطہ نظر سے وہ کامبا ہے اور یہ وہ چیز ہے جو عزم کو مضبوط کرتی ہے۔

ایک اور چیز جو قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ خیر کا کام بھی ضائع نہیں ہوتا۔ آج کی زندگی میں اگر اس کا تجھہ برآمد نہیں ہوتا تو لازماً ایک نہ ایک دن وہ پھل لائے گا۔ مثال کے طور پر جب پاکستان قائم ہوا تو پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ کی آواز ٹھہری۔ اس پر ہر طرف سے آوازیں ملند ہوتیں کہ یہ لوگ یہاں وہ قانون نافذ کرنا چاہتے ہیں جس بیں چور کا ہاتھ کا ناجاتی ہے اور لوگوں پر کوڑے بر سارے جاتے ہیں مسلمانوں میں یہی لیسے لوگ موجود تھے جو اسلامی قانون کو معاذ اللہ و خیانہ قانون فرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم یہاں اسلام کا قانون نافذ کر کے دنیا کی کیا متعدد کھلائیں گے۔ ہم نے ایسی ایسی کہتے والوں کا دلائل سے مقابلہ کیا اور ان سے ہر اختر اخض کو ختم کر دیا۔ پھر اپ کو یہ بھی یاد ہو گا کہ ایک نہ مانے میں یہ بات ٹھہر شور سے کی گئی کہ اسلامی شریعت کا صرف ایک ہی مأخذ ہے اور وہ قرآن ہے یعنی سنت کا انکار کر دیا گیا۔ یہ آواز

جیت لیں گے؟
ج: ہاں، لیکن اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ باقی آدھا کام آسان ہے۔ جہاں دلیل شہب سلط ہو وہاں جھوپریت کی جاتی کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ جا عین متفق ہو جاتیں تو اس کام کے انجام دینے میں بہت مدد ملتی ہے۔

کارکنوں سے دوسرا خطاب

حدوثنا کے بعد۔

محترم رفقاء! میر سعد میں آپ حضرات کے اس جذبے کی بڑی قدر ہے کہ میں اگرچہ تھوڑی دیرے کے لئے یہاں آیا ہوں لیکن آپ لاکل پورا اور جذبے کے مختلف حصوں سے یہاں جمع ہوتے ہیں۔ حالانکہ یا قاعدہ اجتماع کا پروگرام بھی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ دین حق کے لئے آپ اس جذبے کو قبول فرمائے اور اس میں برکت عطا فرمائے۔

اس وقت جیسا کہ اسعد صاحبؒ کہلے ہے میرے لئے کوئی تقریر کرنا مشکل ہے۔ میر محض طور پر جوابات آپسے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ قدمان میں جگہ جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے انبیاء کے لئے فریادیا ہے۔ وہ بخشی الموصیہ یعنی اہل ایمان کو بشارت دو۔ اس کا مطلب صرف یہی نہیں کہ آخرت میں ان کو فوز و فلاح کی بشارت دو بلکہ یہی ہے کہ اللہ کی برآمد میں اللہ کے دشمنوں اور دین کے خالقوں کے مقابلے میں جدوجہد کرتے ہوئے سخت حالات سے سالم پیش آتا ہے جو بعض اوقات یا یوسی پیدا کرتا ہے انبیاء کو پہاڑت فرمائی جو کہ یا یوسی کو دور کرو اور بشارت دو۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ اس وقت جو حالات درپیش ہیں وہ بعض اوقات بعض دلوں میں یا یوسی کی کیفیت پیدا کر سکتے ہیں۔ اس وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ انہیں تکمیل و پوری کرتے ہوئے اللہ کی بشارت کو آپ کے سامنے رکھوں۔

پہلی بات یہ سمجھ لیجئے کہ ہم جب اللہ کی راہ میں کوشش کرتا ہے تو اس شرط کے ماتحت ہیں کہ تاکہ دنیا میں اور

ماں وسی آپ کے دل میں پیدا نہیں ہوئی چاہئے۔ آپ محنت سے اپنا کام کئے چلے جاتے آپ کی طرف سے کوشش میں کوتاہی ہوئی تو اللہ کے یہاں اجر کم ہو گا۔ اگر جان بوجھ کر کوتاہی ہوئی تو شدید بازرس کا اندر شہر ہے۔ اپنی حد تک جان ومال اور پوری محنت کے ساتھ کوشش حاری کریں تو اس کا اجر اللہ کے یہاں ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ الحسین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ یاد رکھیں خیر کا کام وہی کر سکتا ہے جس کے پیش نظر دن کا نہیں بلکہ آخرت کا نجاح ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہی نتائج تکل آئیں مگر یہ ذہن میں ضرور رکھیں کہ تم ہر کیف شخص دنیوی نتائج کے لئے نہیں لمحے ہیں۔

تاریخ طبری | قدیم عربی تاریخوں میں اس سے زیادہ اس کا اردو ترجمہ بھی لفیض اکبری کی اچی تر اپنے حنوی انداز میں چھاپنا شروع کر دیا ہے۔ جلد اول تیار ہے جو دوبارہ کئے واقعات پرستی میں ہے۔ جلد سو لا روپے۔ اکیسر رہنمای **حجرۃ الاسلام امام غزالی** کی شہر آفاق کتاب کتاب عبارات اور اخلاق حسنہ کی حکومتوں کے بیان اور زینی معادنی تو صبح میں بیش بہبھی گئی ہے۔ جلد خود روپے۔ **مسجد مساجنہ مکہ** | ملا ابن العرب تکی کی آپ بتیوں کا انتساب آپ کے مطالعہ کی خاص پیزی ہے۔ با مقصد مراجح اور صلحانہ طرز کا یہ مجموعہ ہر طرف قبولیت حاصل کر رہا ہے۔ بہترے لوگ اسے باریار پڑھ کر بھی سر نہیں ہوتے۔ قیمت — انج روپے۔

احکام ریت ذوالجلال | قرآنی آیات کا انتساب۔ **تہذیب الرقص** | مولانا امین احسن کی حرکتہ الاراءۃ تالیف تہذیب الرقص کی حفیقت اور وہ کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اعلیٰ جدید یادداشیں۔ جھروپے۔ **مکتبۃ التجھی**۔ دیوبند (لیوپلی)

بھی بہت شدت سے اٹھائی گئی۔ مگر آج آپ بجھی بیجے نہ اس آواز کا کیا مقام ہے۔ ملک کے کم از کم ۹۔ فیصلہ قانون دال اس بات پرتفق ہو گئے ہیں کہ اسلامی قانون (اسلام نافذ ہونا چاہیے اور اس پر وہ صرف ہو جائے ہیں کہ اسلامی قانون کا مأخذ صرف قرآن پاک ہی نہیں بلکہ مذکور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے) یہ تغیرہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور یہ بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اب اگر کوئی بلطف اسلامی قانون سے منع م霍ڑتا ہے تو وہ صرف مٹھی بھر ہے جس کی اکٹھی خوبی یہ ہے کہ اس کے پاس اقتدار ہے ملک کی عالم آبادی اور علم یافتہ طبقوں کا بہترین غصر قانون دال۔ بچ دکلاد۔ سب قریب قریب اس بات پرتفق ہیں کہ یہاں قرآن و مذکور پرتبی اسلامی قانون نافذ ہونا چاہیے۔ آپ سچے ہی کہ الگ کسی ملک کی عالم آبادی اور ذہن طبقہ کسی بات پرتفق ہو جائے تو چند بار لوگ کتنی دلچسپی مزا جنت کر سکیں گے۔ آخر کار اکھیں ناکامی کا منہ دیکھتا پڑیگا بشرطیکہ آپ صبر و حکمت سے کام لیں۔

آپ کو بیاد ہو گا میں نے ۱۹۶۳ء کے جماعت میں کہا تھا کہ صبر و حکمت کا میابی کی کلید ہیں۔ اس پرے عرصہ میں آپ نے قدم قدم پر اس کے تابع دیکھ لئے ہیں۔ مزید چند برسوں میں اقتداء اللہ نے زیادا چھے تابع تکلی سکتے ہیں۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اس کام میں مزید دس سال لگتے ہیں یا بیس سال، لیکن حقنا بھی اس بات پر یقین ہے کہ کل صبح سورج طلوع ہو گا۔ اتنا ہی اس کا بھی یقین ہے کہ اس ملک میں اسلام کا قانون نافذ ہو کر رہے گا مگر جس طرح کل صبح سورج نکلنے میں اٹھارہ گھنٹے باقی ہیں اور یہ وقت لازماً پورا ہونا چاہئے۔ اسی طرح اس کام کے تمام تفاصیل پرے ہوئے پری ری بھی پڑ کر رہے گا۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ ہماری خواہش ہے کہ یہ کام ہماری آنکھوں کے سامنے ہو مگر یہ ضروری نہیں کہ یہاں کھیتی پونے والا یہیں نصلی بھی کاٹے۔ یہ اللہ کی مشیت ہے کہ وہ اس کی اجازت دے۔ ہمیں بہر حال اپنا فرض انجام دینا ہے۔ میرے میش نظر اس وقت یہ ہے کہ کسی زیعت کی

ایک خط

چاہے وہ جماعت اہل حق کی ہو یا اہل باطل کی ایسے نوٹن وغیر مستقل مراج افراد کسی جماعت کے نے بھی سودمند نہیں ہوتے کیونکہ یہ مقام پرست ہوتے ہیں اور جماعتی ترقی سے علیحدہ ہی کہبنا چاہتے ہیں۔

اگر معاملہ کسی فرد واحد کا ہوتا تو اس وقت بھی بلکسی ثبوت واستفسار کے قلم اٹھانا استیاط کے خلاف ہی ہوتا اسی بکہ عالم ایک ادارہ کا ہے تو اسی صورت میں ادارہ کی ان مطبوخ عاتی ہی کو پیش نظر لکھنا مناسب تھا جن کی نشاندہی خود سال نے کی ہے یا کم از کم رسالہ الحق ہی کو درج کیا جاتا جبکہ وہ آپ کے پاس آتا بھی ہے اور اس کو آپ بھی کہوار پڑھنی لیتے ہیں۔ اور رسالہ الحق کی حصہ صیت "تاریکیوں میں ایک چراغ" اور اب "اندھیروں میں ایک نیجے" سے الیسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ رسالہ الحق سے اچھی طرح واقف ہیں۔

الحق کے مستقل عنوانات سے آپ کے کیا تجویز اخذ فرمایا تبصرہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں حالانکہ اس کا بیان کرنا نہیں کیا ہے ضروری تھا اپنے جواب میں ادارہ کے تعلق سے جس حسن کا اظہار فرمایا ہے اس کے لئے ہم آپ کے مشکور ہیں بلکن اس کے ساتھ آپ ایک جگہ بھی لختے ہیں۔

"ہمارا تبصرہ بیان کرنے والے کی حد تک ہے۔ یعنی اگر وہ بیان سچا ہے تو اس کا تبرص وہی ہے نہیں اگر اس کا کوئی ذمہ دار یہ کہے کہ بیان کرنے والے نے اس کے عقیدہ و خیال کی غلط تحریکی کی ہے تو ہمارا تبصرہ کا رخ آپ سے۔ آپ مرضی جائے گا۔"

مژہ جائے گا اس کے مرضی میں حق کا حق اور باطل کے

مکومی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، رسالہ تھیں ماہ اپریل ۱۹۷۶ء میں آپ نے آصف صاحب حیدر آبادی کے سوال کا جواب دیا ہے وہ نظرت باعث ہے یہ بکہ باعث افسوس بھی ہے کیونکہ آپ نے اکثر اپنے رسالہ میں ان حضرات پر سخت گرفت فرمائی ہے جو جماعت سے علیحدہ ہو کر جماعت پر کچھ اچھائے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ادارہ پہنچ کے معاملہ میں آپ نے اس کے خلاف طریق اختیار فرمایا ہے یہ ایک سلسلہ امر ہے کہ جب کوئی کسی کے عقل سے بد گما ہی نہیں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کا ذہن اپنے مخالف کی اچھی یا تلوں میں بھی ٹیکھہ نہ کھانے کی کوشش میں لگ جاتا ہے اور اس کی کسی عبارت "تفیری کو توڑ جوڑ یا ٹھینگ تان کر اپنے طور پر ایک منہوم اخذ کر کے اس سے منسوب کر دیتا ہے۔ حالانکہ اصل تحریر کی طرف رجوع کرنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ کہنے والے تھے بات کچھ اور ہی کوئی سمجھنے نہ کھانے والوں کی بے عقلی یا ذہنی تعصیت اسے کچھ اور بینالیا اور بہر اس راستے اور خیال کو جو اس کی فرضی کے خلاف ہو یا جس میں اس کی وحشتی رک پرہا تھوڑا کیا ہو۔ غلط اور مگرا ہی سے کم درجہ دینے کو تیار نہیں ہوتا۔ اور الیسا کرنے کے لئے اس کو کچھ نہ کچھ نہ کہنے آہی جاتے ہیں۔

یہ ایک امر واقعہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنے طور پر کچھ نہ کچھ دلان رکھتا ہے۔ لیکن بدگمان شخص اپنے اخذ کردہ تیجہ کو صحیح و درست ثابت کرنے کے لئے اُن اخلاقی حدود کو بھی پھان جاتا ہے جس سے تجاوز کرنے کا سے کوئی حق نہیں۔ یہ ایک اُن حقیقت ہے کہ جب کوئی فرد کسی جماعت سے علیحدہ ہو کر اس پر الیسا کرنا ہے تو جماعت ایسے فرد کو پسندیدہ نظر دوں سے نہیں دیکھ سکتی

کردہ احوال و واقعات کے اعتبار سے عالمانہ اور شخصانہ ہے۔ اسی طرح کسی ناہننسے کامدیر یہ اہتمام نہیں کر سکتا کہ اگر کوئی شخص اس سے بعض خیالات و عقائد کے بارے میں سوال کرے تو وہ جواب دینے سے قبل یہ بھی تفہیش ضرور کرے کہ ان خیالات و عقائد کا انتساب ان لوگوں یا اداروں کی طرف امداد فرمی ہے یا نہیں جن کی طرف انھیں فتویٰ کیا گیا ہے۔

کسی جماعت سے نکلنے والے جب نکلنے کے بعد اس جماعت پر کوئی تنقید کریں تو ضروری نہیں ہے کہ یہ تنقید ہمیشہ ہی غلط ہو۔ تنقید حقائق پر یعنی بھی ہو سکتی ہے اور غلط فہمیوں یا بدگمانیوں کا شرط بھی ہو سکتی ہے۔ ہم نے جو جواب دیا ہے اس کی کسی سلطربین بھی ایسا کوئی فقرہ موجود نہیں ہے جس سے پیٹا ہر چوتا ہو کہ سائل حوالہ امامت ادارہ اہل سنت و جما یا اس کے کسی ذمہ دار رکن پر لگا رہے ہیں انھیں تم نہ امداد فرمیں کر لیا ہے۔ ہمارا جواب تو محض یہ واضح کرتا ہے کہ ”حدیث بیعت کا مفہوم و مصدقہ حقیقت“ لیا ہے اور اس کی کوشی ترجیحی غلط اور گمراہ کن قرار پاتی ہے۔

کسی کی دل آزاری بھی ہمارا مقصود نہیں رہا۔ ادارہ نہ کو وکے محترم ہم صاحب کو یاسی اور رکن ادارہ کو ہمارے جواب سے اگر کوئی ذمہ دیت پڑی ہے تو اس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ وہ تصرف ان لوگوں کے لئے ہیں جو سچے یہ ایسے ہی وہی خیالات رکھتے ہوں جن کی نشانہ ہی سائل نے کی ہے۔

نقطہ والام

عامرستانی

دشن اولی دشن اولیاء اللہ کار درج پر ورنہ کرہ
قیمت حملہ۔ سائز ۲۱۷۵ میٹر
محزن الولایت ملفوظات شاہ خاون صفتی کا اردو ترجمہ
تحقیقی جواشی سے مزین۔ مجلد تین رونگپے
مکتبہ تحریکی۔ دلوبند (مولیٰ پی)

پاظل پڑنے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ لیکن جو لوگ اپنی ذہنی طیارہ کے تحت دور از کارتانا بلوں اور بے بنیاد باتوں کو ہوتا ہے اس کو تھیش کرتے ہیں۔ اُن کا کل کے موافقہ سے بے خوف ہونا یہ صد و عن سبیلِ اکٹھا کا باعث ہونا تو ایک کھلی بوجی حقیقت ہے مگر اس پر بلا تحقیق الفاظ کی نکل بوس عمارت کھڑی کر کے اسکی شہیری کرنی بھی حق کی طرف آنے والی کی راہ میں کچھ نہ کچھ رکا در طرا کا باعث ہو سکتا ہے۔ یہ قباحت کسی صاحب بصیرت سے بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

رسالہ الحنفی کا اکیلیوں اسال ہے۔ اس عرصہ میں کہاں کوئی بات کتاب افسوس سنت رسول اللہ اور درست صحابیہ سے یہ تیاز، تو کہ کمی کمی ہے۔ یا کن افراد پر اپنی طرف سے کھڑکے فتوے صادر کئے ہیں۔

رسالہ الحنفی ادارہ اہل سنت و جماعت کا آرگن ہے کسی فرد یا افراد کا ذرعہ معاشر نہیں ہے چنانچہ اس کا کوئی تضورہ چندہ بھی نہیں ہے اور اس میں بھی ایک ہی بات کو جائز اور کمی ناجائز نہیں کہا گیا۔

محض کسی کی غلط بیان پر زندگی اور فاطر الغفلوں کا ادارہ کہنا کم از کم انہیوں میں ایک شمع روشن کرنے والے کے شایانی شان تو نہیں۔ معاملہ زیر بحث سے متعلق ادارہ کے نقطہ نظر کی وضاحت رسالہ نبی ﷺ یعنی ان فکر و نظر سے رسالہ الحنفی جلد نہ ہے باہت باہم جنم تا جاذی الاول شمسہ شمارہ ۲۲۸ تا ۲۳۴ میں کی گئی ہے۔

تجھی

جس طرح ایک بفتی کو اس سے بحث نہیں ہوتی کہ مستحق نے جو احوال و واقعات استفتاء میں لے چکے ہیں وہ حقیقت بھی واقعات ہی ہیں یا انھیں توڑہ دکر بیان کیا گا۔ ہے۔ وہ تو بیان کردہ واقعات ہی کو جوں کا تو درست مانتے ہوئے فتویٰ لکھتا ہے اور اس کی ذمہ داری یہ نہیں ہوتی کہ حقیقت نفس الامری کی بھی تحقیق کرتا پھرے۔ یا ان یہ ذمہ داری ضرور ہوتی ہے کہ اس کا فتویٰ استفتاء میں پیش

از:- خورشید احمد

افق نہ کے اُس پارا

اس عذران کے تحت فارمین تھلیٰ کو ماہ برمی کی وقیع کتاب یا معیاری رسالہ کے تمام مندرجات کی سیر کر لے
گئی شکریہ کے ساتھ پاکستان کے معیاری رسالے "چارخ راہ" باہرہ اپریل ۱۹۶۷ء
کے تمام مضامین اور مندرجات کا چھوڑ بیٹھ خدمت ہے۔ (شمس نوی غوثی)

ان پر اجھائے دین کی جدوجہد نے بڑی کاری ضرر لگائی
ہماری پوری تاریخ حالات کو اسلام کے طابق ڈھانے
اور نئی زندگی کی تشکیل کرنے کی تاریخ ہے۔ ہمارا پورا پ
کی عیسیٰ تیرتھ طرح مذہب اور سائنس کی کوشش کی
کوئی تاریخ موجود نہیں۔ ہماری پوری تاریخ میں قانون
نظم DARK AGES کا کوئی وجود نہیں ہے۔
ہمارے لئے رہنمائی کا اصلی مأخذ قرآن و سنت ہیں۔ پورا پ
اور امریکا اور دوسرا اس کا اسوہ نہیں۔

ہمارے معاشرے میں تعلیم کے بارے میں دو گلی نے
 بلاشبہ بہت سی پھر گیاں پیدا کی ہیں۔ البتہ ذہنی کائنات
اور دنیا کے اقدار نبیادی طور پر غیر مجموع ہیں۔ میرا قیمت
جو مغربی تہذیب و تمدن کے آنکے سپر ڈال چکی ہے اس
کیفیت سے دوچار ہے جسے جدید عمرانیات میں تھیت کا خلاف
روایتی مأخذ ہی سے اختین کیں۔ بلاشبہ ان میں سے ایک طبقہ
روایتی اور غیر شعوری عمل کے ذریعہ بالعموم اپنی اقدار حیات
وہ کیفیت ہے جس سے بیشتر مسلمان دوچار ہیں۔ اصلی شخصیت
سائنس اور مذہب کی نہیں، اب تو خود پورا پ میں دونوں
گلے ملنے نظر آ رہے ہیں۔ اس کا اصل حل یہی ہے کہ قوت کی
جلگہ دلیل کا سہارا لیا جائے۔

افکار و مسائل (دادارہ چارخ راہ)

قصہ جدید و قیم

ایک مخصوص حلقوں کی طرف سے یہ بات پڑے شد وہ مکے
ساتھ میش کی جا رہی ہے کہ اہل دین اور اہل سائنس کے درمیان
بڑی خیلچ جماں ہے۔ یہ بات صریح طور پر غلط ہے کہ تمام تعلیم
یافتہ عنصر کسی لیسے جدید طبقت کا حصہ ہیں جو قدیم سے بزرگ
پیکار ہے۔ جن لوگوں نے لا دینی اداروں میں تعلیم پائی ہے ان کی
اکثریت اپنے خاندان، اپنے معاشرے اور اپنی تصدیقی
روایات سے پورے طور پر منقطع نہیں ہوئی۔ انہوں نے ایک
شعوری اور غیر شعوری عمل کے ذریعہ بالعموم اپنی اقدار حیات
روایتی مأخذ ہی سے اختین کیا۔ میکن یہ طبقہ ہنایت محدود ہے۔
اس کی بھی یہ روشن کچھ مخصوص ثقافتی اور نفیتی وجوہ سے تھی۔
یہ طبقہ علمی اور تہذیبی اسباب کا پیدا کردہ نتھا بلکہ حکماء طبقہ
کے زیر اثر مقادراً و نفیتی احساس کرتی کا پیدا کردہ نتھا۔
تو یہ آئندی کی جدوجہد سے ان دونوں طبقوں کے درمیان
انہم و قیم کا عمل شروع ہوا اور تجدید نئے جو بال دپن کا لے

نذر، اور سائنس کا مقابل از: چارلس طاؤنس ترجمہ: عبدالقدیر سیم۔

کہ فور نہ قطعی طور پر موجود ہے ذرہ۔ بلکہ یہ دونوں ہے۔ اور یہ سوال اٹھانا ہی غلط تھا کہ آیا نور موجود ہے یا نہ ہے؟ نہ ذرا تی میکانیت کا ایک دوسرا ہبہ اصول غیر قیمتیت

UNCERTAINTY-PRINCIPLE
کھلتا ہے۔ اس کے بھروسہ ہم ایک ذرہ (یا کسی شے) کا صحیح مقام اور اس کی رفتار کی سمت بھک وقت معلوم نہیں کر سکتے۔ ایک بات معلوم کرتے ہیں تو دوسری بات نظر سے اوچھل ہو جاتی ہے۔ آج لاپلاس زندہ ہوتا تو اعتراض کرنے پر جو پر بندا کہ پوری کائنات تو کیا ایک ذرہ کے متعلق بھی حقیقتیں گوئی کے لئے تمام بنیادی اور ضروری معلومات حاصل کر لینا بنیادی اور اصولی طور پر ناممکن ہے۔ یہ حدیث نظریہ جس کے مطابق کائنات طبعی قوانین کے تحت قابل پیش گوئی نہیں ہے قبیل علماء طبیعت کے لئے قابل قبول ہونا کارے دار و تھا۔

مزید حریت ایک امور میں جن کا دوسرا میں انوں یہی اکشاف ہوا نظریہ اضافیت اور اس کے اکشافات ہیں۔ مثلاً:-

- چاہے ہم کتنی بھی کوشش کریں اشیا ایک نہ صورت رفتار سے زیادہ صرعت کے ساتھ سفر نہیں کر سکتیں۔ ان کی انتہائی مطلق رفتار وہی ہے سکتی ہے جو ذر کی ہے۔ یعنی ایک لائل چھپا سی ہزار میل فی سکنڈ۔

- جب اشیا رہنمایت پر عزت کے ساتھ سفر کرتی ہیں تو وہ کوتاہ تر اور زیادہ قابل **MASSIVE** ہو جاتی ہیں۔ ان کی صورت بدلت جاتی اور ذر کی پڑھ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وقت کی رفتار حرکت بھی بدلت جاتی ہے۔ ہم ایک گھر طی کو انتہائی سریع حرکت کے سفر پر روانہ کریں تو اسکی رفتار سست ہو جائے گی۔ ایک بیکے چھ ہزار عمر جوں میں سے تین کو زمین پر رہنے دیکھئے اور تین کو نور کی سی رفتار والے رالٹ میں باہر بھیجا رکھئے پھر

میرے نزدیک سائنس اور مذہب دونوں کی جیشیت آفتابی ہے اور بنیادی طور پر دونوں بے خدمشاہ ہیں۔ ان دونوں کے درمیان اختلافات محض طبقی ہیں۔ اٹھاروں سی اور انیسوں صدی میں سائنس اس دور سے ضرور گزی طبقی جب **LAPLACE** اگر اس سے کائنات کے ہر ذرے کی پوزیشن اور فنا معلوم ہو اور وہ ٹھیک طرح حساب لگائے تو مستقبل کی مکمل طور پر پیشیں گوئی کر سکتا ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ بھتیت ایک سائنس دان کے وہ خوبی انسان کیسے ہو سکتا ہے تو اس کا سادہ ساجواب تھا کہ میری اختیارگاہ ایک بلکہ دنیا ہے اور میرا اگر اور مذہب ایک دوسری اور قطعی مختلف عالم۔ آج اس انیسوں صدی کی اس سائنسی مطابقت زناقابل شکست ہونے کے احساس کے بہت سے پچھے کچھ اثرات باقی ہیں۔ مثلاً اشتراکیت جو اسی انیسوں صدی کے سی منظور سے اُبھری۔

سائنس خود کو تبدیل کرنے اور آج بڑھنے میں بہت فعال رہی ہے۔ درحقیقت سائنس کی بہت سی فلسفیانہ اور نظریاتی بنیادیں قبری طرح ہل گتیں ہیں اور ان میں انقلاب آئیا ہے اس انقلاب کی ایک مثال "نور" کا سائنسی نظریہ ہے۔ علماء عرصہ تک اس سوال پر بحث کرتے رہے کہ نور ان نفعی ذرات پر مشتمل ہے جو مبدأ آنور سے خارج ہوتے ہیں یا ان سے پیدا ہونے والے تجویج پر؟ انیسوں صدی کے شروع میں نور کو موجود کیا گیا ذرات نہیں۔ ۱۹۰۰ کے لگ بھگ اس کو ذرات کے دھارے کا نام ملا۔ بیسوں صدی کی دوسری دہائی کے وسط میں جس اکر ذرا تی میکانیت **QUANTUM-MECHANICS** کے نتیجور نہ مسئلے کو حل کیا۔ آج کل علماء طبیعت کا خفیدہ یہ ہے

اتنا کامیاب ہوا کہ اللہ نہایت الحلیف ہے۔ لیکن وہ کہنا تو زہنیں "یعنی اس کی تخلیق باریک ضرور ہے مگر تاریک اور الٹ پڑھنیں۔

سائنس اور مذہب کے درمیان فرق کے بارے میں ایک عام خیال ان کے طریق دریافت سے متفرق ہے۔ مذہبی اکتشافات اکثر عظیم الہامیوں کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ عام لوگوں کے خیال کے مطابق سائنسی معلومات منطقی استخراج یا مواد کو جمع کر کے اور معیاری طرقوں کے مطابق اس کا تخلیق و تجزیہ کر کے حاصل کی جاتی ہیں مگر سائنسی اکتشاف کا بیان حقیقت سے کوئی دعا ہے۔ اکثر اہم سائنسی اکتشافات اس سے بے حد مختلف انداز میں سامنے آتے ہیں اور الہام کے بے حد مثال ہوتے ہیں۔ الگہم عظیم سائنسی تصویرات کی پیدائش کا بغور مطالعہ کر کر تو وہ تصریف و تحریر سے پاک مذہبی الہام سے بہت زیادہ متأثر دھکائی دیں گے۔ اس کی ایک حیرت انگیز اور مشہور و شال کیکل BE-KENULE کے ہاتھوں بنیتین حلقہ

AZENE RING کی دریافت ہے۔ وہ آتش کے قریب عالم استغراق میں بیٹھا تھا کہ اچانک سانپ جیسے سالے کا تخلیق اس کے ذہن میں کونڈ گیا جو اپنی دُم لپٹنے منہوں میں دبائے ہو۔ اس سے اُسے بنیتین کے حلقة کا تصور حاصل ہو گیا۔ ایک عام خیال یہ بھی ہے کہ مذہبی تصویرات کا دار و مدار خوض ایمان اور عقیدے بر سر ہے جب کہ سائنس کامیابی کے ساتھ لپٹنے عقدہ کو ثابت بھی کر دیتی ہے۔ مگر سائنسی "ثبوت" کی اصل اہمیت وہ نہیں جو اس دعوے میں اتنی سادگی سے فرض کر لی گئی ہے۔ ریاضیاتی یا منطقی ثبوت بعض خصوصی فروخت کے سیدھے SET کے انتخاب اور پسند کا تقاضہ کرتا ہے۔ یہ مفروضات بظاہر ایک دوسرے سے متعلق ہوتے ہیں۔ دوسرے امر حمل منطق کے متفق علیہ تو این کی بحث اپنے پلے چلتی ہے جو خود بھی مفرد و فرد ہوتے ہیں۔ ہم نے یہ کیسے تلقین کر لیا کہ مفروضات قابل اعتماد ہیں ۹۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مفروضات پاس کمی ایسی حقیقی بنادرنہ ہو گی جس پر دوام جا کر کم تلقین کے ساتھ استدلال کر سکیں ایک دوسری صورت

ایک بعد واپس لایئے۔ زمین کے وہ بچے ہیں کہ چکے ہوں گے۔ لیکن خلام میں جن کو بھاجتا تھا بھی پچھے ہی ہوں گے ابعض غیر جانداروں پر اس کا عمل تجویز بھی کیا جا چکھے۔

علمائے سائنس اب پہلے سے بہت زیادہ محبت اطاوہ منتسر ہو گئے ہیں۔ خود در اتنی میکانیت کے اعلیٰ ترین سائنسی نظریات بھی اس نئے تکمیل کا دعویٰ ہے کہ سکتے کہ بعض وفات وہ ناقابل ہم تلاطفات کی طرف لے جاتے ہیں۔ سائنس البتہ تکمیل کی امید پر زندہ ہے۔

سائنس کی غایت یہ ہے کہ کائنات میں ظلم دریافت کرے میں سمجھتا ہوں کہ مذہب کی غایت کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ یہ نام ہے ہماری کائنات کے مقصد اور معنی کے علم کا۔ اور اس چیز کے علم کا کہہ سارا اس میں کیا مقام ہے؟ وہ مقصد کائنات کا سرخیشہ ایک جامع وحدائیتی اور اشتہانی

EXCLUSUS اصول ہے اور اسی پر تراجمد قوت کو ہم اللہ کہتے ہیں۔ مذہب میں عقیدے کا بنیادی مقام ایسی معلومہ حقیقت ہے جسے عموماً مذہب کی ماہر الامتیاز خصوصیت سمجھ لیا جاتا ہے۔ لیکن سائنسدان کو پہلا قدم اٹھانے کے لئے بھی ایمان کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ ذاتی طور پر اس میں یہ ایمان و عقیدہ ضروری ہے کہ کائنات میں ظلم موجود ہے اور یہ کہ انسانی ذہن زیادہ صحیح الفاظ میں اس کا پیشہ ذہن اس ظلم کو سمجھ سکتا ہے۔ کائنات کا تصور ہمیں واپس توہمات کے اس دور میں لے جاتا ہے جب ایمان یہ گان کرتا تھا کہ پراسرار تحلیلی قوتیں اس کی کائنات پر حکمرانی کرتی ہیں۔ اس کے بر عکس سائنسدان کے ایمان کا دوسرا پہلو اس کا یہ ہے کہ ایک معروف اور خصوصی حقیقت موجود ہے جس کا ہم سب افرادی حواس کے مختلف اندازوں میں تجربہ کر رہے ہیں۔ **CONSTANTINE** اسی سائنسی ایمان کے متعلق یوں کہا تھا "میں ایمان رکھتا ہوں۔ تاکہ میں جان سکوں۔" یا آئن اسلام کا یہ قول جو کائنات میں ظلم کے بارے میں خصوص وحدانی لگاؤ بھی ہے

اسلامی ادب — از: عبدالغنی

انہار خیال کی مادہ کو شش سے ادب شروع ہوا۔ پھر فکر و فن میں بھی بیگان آئیں اور پھر ادبی ارتقائیں ان تجید گلوں کو سمجھانا شکھایا۔ مذہب، فلسفہ، ادب اور فکر کے تمام شعبے سمجھانے کی اخلاقی کوششوں میں لگ ہوئے ہیں جس کو فکر و فن ترقی کے حسین ناموں کے ساتھ اٹھا تا رہا ہے۔ یہ فکر و فن کی سر بھری ابصار کی بھی۔ اس سے ادب کو بچانے کی واحد شکل یہ ہے کہ وہ پے مقصد نہیں با مقصد ہو۔ ادب میں نہماً دیوان کی وجہتیں اور جو ضابطے مقرر کئے گئے ان کا بھی یہی مقصد تھا کہ ادب میں سر بھری ابصار کی والی بات نہ گھس لئے اور یہ ضابطے جہاں جہاں نظرے موڑے گئے ان کا مقصد یہ تھا کہ اس حقیقت کا اٹھا جس کا نام زندگی ہے بہتر سے بہتر انداز میں ہو اور جو ضابطے اس کام کا ساتھ نہ دے سکیں انکو تبدیل کیا جائے۔

ان حقائق سے یہ تو واضح ہو جاتا ہے کہ ادب مقصودت سے خالی ہو کر اپنی ادبیت برقرار نہیں رکھ سکتا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ مقصد ہو کیا؟ اس کے لئے ادب کا زندگی میں حقیقی مقاصد بھٹکنا ہو گا۔ زندگی کی صرف دو بنیادیں ہیں فکر اور عمل۔ ادب نہ فکر ہے نہ عمل بلکہ دونوں کے پیچ میں

بھی ہے، فطری عالم میں ہم کسی مفروضے کو ثابت کرنے کے لئے تجربے کی روشنی میں اسے جا پختے ہیں۔ تھاں میں اپنے تجربے سے مطابقت رکھنے والے مفروضات کو برقرار پڑھنے کرنا ہوتا ہے۔ یہ بھی کوئی ثبوت مطلقاً نہ ہوا! میساں طرح مذہبی عقائد کو مفید اور علمی مفروضات کے طور پر تسلیم کرنے کے تجربے کی کسوٹی پر پر کھا اور قبول نہیں کیا جا سکتا تھا؟

نہیں جن مسائل سے بحث کرتا ہے اسکی ماوراء کے پیش نظر مفروضات کو جا پختے کے راست سائنسی طرز کے بجا سے تھاں ثبوت اور شرایط کے لئے انسانی تاریخ اور ذاتی تجربے پر اسی طرح اٹھا کر کیا جا سکتا ہے جس طرح سائنس کی ان شاخوں میں کیا جا رہا ہے جو سماجی علوم کہلاتی ہیں۔ ہمیں تناقضات کے سامنے آنے کی تقدیر کرنی چاہیے۔ مگر پرہیزان ہوئے بغیر۔ مثلاً ہمیں چاروں طرف مصائب و آلام دکھائی دیتے ہیں جب کہ ہم اللہ کو ہم بھی مانتے ہیں۔ لیکن سائنس کو اس طرح مذاقہت پیش نہیں کیتا تو ہم لوگوں کو اپنی بیویتا کہ سائنس پر سے ہمارا عقیدہ اٹھاتے۔ اگر سائنس میں ایک ذکر کی رفتار اور پوزیشن کو سُنک وقت صحیح طور پر معلوم کرنا اسی طور پر ناممکن ہے تو مذہب کے دائرے میں بھی ایسے ہی اصول غیرلیکنیت کی مثالوں کے باقی رہنے پر اختراض نہ ہوتا چاہیے۔

رسلام فی الواقع پہلے ہی سے ایک بہترین نظریہ چاہتے ہے جو تاریخ کی کڑھی آزادی میں پورا اُتر چکا ہے۔ اسلام کے تصورات سے بلند تر کوئی تصور اجتماع دنیا کے پاس نہیں۔ اس نے جس طرح چودہ سو سال پہلے دنیا کے دشمنیان کو انسان بنایا تھا یہی اسی طرح آج انسان کی عزت و شکر میں کوئی دوسرا نظریہ اس کا عملی یا نظری مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک طرف اسکے بغیر ادی اصول اٹلیں ہیں تو دوسرا طرف اس کے فروع اور انتخاب انباطیں میں جا کی لچک ہے۔ اسی لئے وہ ہر دوہر میں قابل حل ہے اور اس کے اندر دو ام پا یا جاتا ہے۔

(ترجمہ)

آخری بات یہ ہے کہ اگر سائنس اور مذہب اس قدر وسیع طور پر ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں تو بھی نہ کہمی و نہ کھلی ایک ہو جاتیں گے کیونکہ دونوں کائنات کی فہم کے لئے انسان کی کوششوں کے منظہر ہیں۔ ایک کے دائرے میں خدا نے انسان کی کوششوں کے گاہتے ہی یہ دونوں قریب ہوتے جائیں گے۔ لیکن آج جب کہ ابھی یہ علم اتنا حاصل نہیں ہوا اسکا آزادی اس کے لئے ہمارے ذہن اور جذبات کی حقیقی کیا ہے؟

اے صاحب مقالہ نہیں کافی ہے اس اہم بارے میں سیکھا ہو۔

کر دہ غسل کو پوری طرح غزل، نظم کو پوری طرح نظم، افسانے کو پوری طرح افسانہ ہونا چاہیے اور اسلامی نظریہ حیات ہمیشہ اس کے پس منظر میں رہے، سامنے نہ آجائے اس نے مناسب ہو گا کہ "اسلامی ادب" کا نام بھی "محض" ادب "ہونا چاہیے" — اسلامی ادب نہیں۔ اگر اس کا پس منظر اسلامی ہے تو اس وہ اسلامی ادب ہو گیا — خالی نام رکھنے سے ویسے بھی کچھ نہیں ہوتا — ہاں بینے ہوتا ہے کہ وہ ادب بالکل نہ ہے فقط "اسلام" ہو جائے۔ ناموں کے اعلان اور شعر بانیوں کے نتیجے میں ادبی تحریک کی ادبیت ختم ہو جاتی ہے۔ اشتراکی ادب اس کی تاریخی مثال ہے۔

اسلامی ادب کیا ہوا اور کیوں ہو گیا۔ آئیے اس پر بھی غور کر لیں۔

اسلام کے لحاظ سے انسان زمین پر خدا کا نام ہے، اس کے کاندھوں پر دنیا کے نظم و فتن کی ذمہ داری ہے۔ اس کی ساری صلاحیتیں خدادادا دامت ہیں جنہیں سب کو نظم عالم کی دلیلیں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور اس طلبی میں کیا بیان یا نام کی کی جزا اور سزا کئے ایک اور عالم — عالم آخرت ہے۔ اس نظریہ حیات کا حامل یہ ہے کہ:

- زندگی نہایت سبیله چیز ہے۔
- انتہائی ذمہ داری اور جواب دہی کا معاملہ ہے۔
- کامیابی کا معيار ح عمل ہے۔
- اس کے حقیقی صلے کا مقام یہ دنیا نہیں۔ آنے والی دنیا ہے۔

جس ادب کا پس منظر یہ نظریہ حیات ہو اس میں وہ جس ہو گا جس کا نام کانہ روی اور اعتدال ہے — جسم و روح، معاشریات اور اخلاقیات کا اعتدال۔ اس میں سرمایہ ادا کرنے والی جمیرت کی وہ بوالہوی نہ ہو گی جو آدمی کو شیطان بنادے۔ وہ اشتراکی آمرت نہ ہو گی جس کے نتیجے میں آدمی کا کا "خدا" بن بیٹھے۔ اور وہ جمال پرستی نہ ہو گی جو آدمی اور جانور کو ایک صرف میں لاکھڑا کرے۔ اس وقت پورے عالم انسانیت میں افسوس اور تفریط کا راجح ہے۔ ادب بھی اس کا شکار ہے۔

دو لوگوں کو جوڑنے والی کڑیوں میں سے محض ایک کڑی ہے۔ اس وقت دنیا میں ادب کے نام سے جو کچھ ہو رہا ہے اس کے پیچے تین قسم کے نظریے کا فسراہیں۔ ایک سرشارہ دار ان جمپوریت، دوسرا سے آمرناہ اشتراکیت، تیسرا سبے قید جمال پرستی۔ ان کے نتائج کو تاریخی کسوٹی پر جا سچ کر دیکھئے تو یہ نظر آتا ہے کہ مذکورہ تینوں نظریات زندگی کے دوسرے میدانوں کی طرح ادب میں بھی ناکام رہے اور ان نظریات نے خود ادب کو تعمیر و تہذیب کے بجائے تحفیظ و حشمت کا بھی انک ذریعہ نہادیا۔ پہلے نظریے کی عملی مثال امریکہ ہے جہاں فندر کی ہوں پسندی کی آزادی معاشرے کو کے ڈوبی۔ دوسرے نظریے کی تصویر روس ہے جہاں دماغوں پر بہرے گاکر اور زبانوں پر قفل چڑھا کر ادب کا گلاہی گھونٹ ڈالا گیا۔ رہی جمال پرستی تو اس نے اندھی بہری، گوئی "جسم پجا" سکھائی اور آدمی کو طفلانہ تفریح سے زیادہ کچھ نہ دیا۔ اور جدید ادب کے اعلیٰ شاہکاروں پر گندے اور فحش فلموں کی طرح یہ لیبل لگانا پڑتا ہے کہ "صرف بالغوں کے لئے!"

جمپوریت، اشتراکیت اور جمالیت میں اشتراکیت تو تما روحانی افتدار اور اخلاقی ضابطوں کے خلاف سوچی بھی اور کھلی بغافت ہے۔ نظری طور پر بھی اور عمل بھی۔ جمپوریت نظری طور پر بھی اخلاقیات کا حوالہ دیتی ہے مگر عملاً ادبی سب کچھ کرتی ہے جو اشتراکیت کرتی آتی ہے۔ جمالیت کے تحریری میں صنانبط پسندی نام کی کوئی شے موجود نہیں۔

اب صرف اسلامی نظریہ حیات باقی رہ گیا جس کے متعلق یہ سوچا جانا چاہیے کہ وہ ادب کو کوئی تندرست قصہ دے سکتا ہے کہ نہیں؟ زندگی ایک کل ہے اور ادب اس کل کا حصہ ہے۔ اسلامی ادب کے متعلق سب سے پہلی بات یہ ہوئی چاہیے کہ وہ بھی کل زندگی میں کرنے کے بجائے اس کا ادبی حسن ہی میں کرنے پر تنازع کرے۔ اسلامی ادب کا نام پر فکر و خیال کی خواہ لکھنی ہی اور بھی پرواز دھماکی جائے لیکن اسے کچھ اور ہونے سے سلے "ادب" ہونا چاہیے۔ اگر وہ "ادب" نہیں ہے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے۔ ہماری پیش

ہیں اور "اسلام اور موسیقی" پر کتابیں لکھی گئیں۔
• جویاں مغرب کو برباد کرتی ہے ان کو بھی ہٹھکتی ہے
مشائپودھ۔ تعداد اسی دوا جا۔

مفربے وحی اور آخرت پر شکر کیہ تجدیدین نے
کہا "وحی ایک نفسیاتی کیفیت کا نام ہے اور آخرت
کا ترجمہ "مستقبل" ہوتا ہے اور "اللہ اور رب"
کا مطلب "قانون فطرت" ہے۔

اسلام کو اس طرح "نیا" کرنے کی راہ میں سب سے بڑی
روکاوٹ "سذت رسول اللہ" تھی۔ تجدیدین نے اس کیلئے
"بھی سانش" کی اصطلاح وضع کی اور انہا "قرآن" کو اپنا کر
اس کی تعمیر و ترقی کا حق بھی اپنایا! پاکستان میں ادارہ
طیبیع اسلام، اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور لاہور کی
بزم شفاقت اسلامیہ اسی خدمت پر مایوس ہیں اور لبنان کی
امریکی یونیورسٹیاں بھی یعنی کرسی ہیں اور حکومت مصر نے
الازہر کے دارالافتوار کو بھی اسی کام پر لگانے کیلئے انتظامی
تراث خراش کی ہے۔

سوشلزم

یہ آج کا وہ پروشور نظر ہے جس کی گنج مسلم خصوصاً
عرب حمالک میں سنا جائے رہی ہے۔ پہلے جمال
عبدالناصر کیونز کی طرف جھکے مگر جب عراق کی غال
کمیونٹیٹ تحریک نے ان کی قیادت سے انکار کیا تو انہوں
نے "عرب سوشنزم" میں "عرب" کا ایک لفظ بڑھا کر
مادہ پرستانہ سوشنڈت ریاستوں کے دستور کا موبہ موچڑ
اُتاریا۔ شام، عراق، لبنان، اردن اور فلسطین کی
بعثت پارٹی نے آگے بڑھ کر "عرب" یا "اسلام" کے
الفاظ سے ہی بیزاری کا اعلان کر دیا۔ اس تحریک کے
لیے رانکل عفلق نے کہا "لا عربوبۃ والامسلموں"
(تم نہ عرب قومیت کے قائل نہ اسلام کے) لیکن انہوں نے
کےاضھی فریبے واقعات نے انکشاف کر دیا کہ مسلم گھر
میں سوشنزم کو محض دھوکے اور دھوکہ بازی دروازے

ادب کا اسلامی تصور اس بھروسی دوڑ کے نام اعتدال کا واحد
دھوت نامہ ہے۔

علمِ اسلام

تجدد، سوشنزم اور تحریک اسلامی

دسائل کا پس منظر۔ ۲

انہا:- خلیل حامدی

تحریک تجدید

یہ تحریک درحقیقت ان مغربی علماء کی جملائی ہوتی ہے،
جنہوں نے مشرقی تہذیب اور اسلام کو مٹانے کیلئے مشرقی
علوم سیکھے اور مشرقی کھلائے۔ جب انہوں نے دیکھ دیا
کہ نہ وہ اسلام کی انقلابی زدے نج سکتے ہیں اور نہ اس کو
شاکستہ ہیں تو انہوں نے یہ سازش کی کہ وہ مغربی تہذیب کا
نام اسلام رکھ دیں۔ تحریک اسی طرح جیسے اسلام کے عہد
اول میں منافقوں نے محس اپنا نام مسلمان رکھ کر اسلام کی
جڑیں کھوٹلی کرنے کی سازش کی تھی۔ ہندو پاک میں اس
تحریک کے شکار سر سید خاں مر حوم ہوئے۔ اس تحریک کا کلمہ
یہ ہے کہ:-

"اسلام کو ترقی پذیر حالات کے اشاروں پر بدلنا چاہیے"۔
اس تحریک کے ماردوں کی خاص بیچان یہ ہے کہ انکو اسلام
کے "جسم" سے نفرت سے ہوتی ہے اور "اسلام کی روح" پرانا کا
سار ازور ہوتا ہے۔ وہ مغربی تہذیب کو "عصر حاضر" کہتے ہیں،
اور تجدید کا نام انہوں نے "عصر حاضر سے اسلام کو ہم آہنگ
بنانا" رکھ چھوڑا ہے۔ اور اس عصر حاضر کے لخچ کا جواب
انہوں نے اس طرح دیا کہ:-

• مغرب کا اتفہادی نظام سودا اور اشوریس پر قائم
ہے۔ تجدیدین نے کہا "اسلام سودا اور یہی کی اجازت
دیتا ہے"۔

• رقص و موسیقی اور شراب کا مغرب رسیا ہے۔
تجدیدین نے کہا "عصر حاضر کی حرمت اسلام میں

ماری تھی۔ اب صحیح قسم کے رہنمای بھی سوادِ عظم کو نصیب ہو رہے ہیں۔

متعارف کتب داں:- خوشید الحمد

THE FLIGH ARNOLD LUNN کی کتاب THE FLIGH FROM REASON (عقل سے گریز) پر تصریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"جس وقت یہ کتاب لکھی گئی تھی ان دونوں عقليت پر جملے چھپے چھپے ہوتے تھے۔ لیکن بعد میں مصنف نے نظر ثانی کے بعد جب اس کو شائع کیا تو اس عنوان کے اس جملے کو اور کھوں دیا اور کتاب کا نام اب REVUELL AG - ENST REASONS ہے۔ عقل سے بغاوت (Rukhiya) اس کتاب میں مصنف نے سائنس اور مذہب کی پرانی بحث کے سلسلے میں کچھ نئے پہلوؤں سے نئی باتیں کی ہیں۔ مثلاً:-
• اُنیسویں صدی کے سائنس دانوں کا ذہن یہ تھا کہ

اس مادّی اور طبعی کائنات سے باہر کوئی اور حقیقت موجود نہیں۔ حقیقت بین اسی ٹھوس مادّی کائنات ہی کا درسا نام ہے۔ لُن نے اخراج اٹھایا ہے کہ یہ دعویٰ کہ "کوئی کوئی اسائنسی نیاد حقیقت موجود نہیں" ایک مفروضہ ہے جس کی کوئی سائنسی نیاد نہیں۔ سہیں کی بات کی خبر نہ ہونے کے معنی کب ہیں کہ وہ چیز موجود ہی نہیں! — اس لئے یہ سائنسی فکر خود سائنس و شعبیت سے اور "خدا" سے عقل کی یہ بغاوت خالی ہے نہیں، خود عقل سے بغاوت تھی۔ اس عقلي فکر کے ہمراست شایع بھی سائنس آتے۔ اس سے ہی یہ نظریہ نکلا کہ آدمی بندہ کی ارتقا فی شکل ہے۔ سیاست میں اس سے ہی ہے کہ اکام ذہنی ازادی پسند ہوئی۔ اس سے ہی مارکسزم نے جنم لیا اور اس سے فلسفیں تحریر اور منطق کے سلسلے میں غلوہ رہا۔

انیسویں صدی کی سائنس کا یہ خیال کہ انسانی ذہن بھی ماتے کی پیداوار ہے۔ لُن نے اس کی خوب خبری ہے۔ مادّہ میں عقل نہیں ہے۔ اس لئے لُن نے کہا کہ وہ انسانی ذہن جو مادّی کو اتفاق داحوال سے پیدا ہوا وہ خود بھی یہ عقل قرار

سے در آمد کیا جا رہا ہے۔ یہ حصہ ایک ملحد گروپ کی کارستانیاں ہیں جو بزر و شمشیر عوام کو استعمال کر رہا ہے۔ اور جو اقدار کے مختت پر مسلط ہے۔

islami tحریک

یہ جگہ یہ تحریک وہ ہے جس کے ساتھ مسلم حمالک کے عوام کا قلبی راستہ ہے۔ مگر حکومتیں مادّہ پرستانہ نظریات کی پشت پہاڑی کر رہی ہیں۔ ان کی راہ میں اسلامی تحریک ایک نبرد مرد چنان کی طرح حائل ہے۔ مصر کے الاخوان المسلمون یا عراق کے مجاہدین، اندونیشیا کے مجاہدین اور پاکستان کی جماعت اسلامی — یہ سب اس چنان کے مختلف نام ہیں۔ جو اتنے ماننے والوں کے خون اور آشتوں کے سمندر میں جوں کی توں گھری ہے۔

islami tحریک کام کی نوعیت

اس تحریک کے دو پہلو ہیں۔ ایک باطل پر تقدید و سرے حق کی تعمیر — اور دونوں کام استنلال اور استقلال کیسا تھا۔ تقدیدی کام نے موشنیزم اور کیوں نہم کے چالاک لیڈروں کے دام ہم زبانگ زمین کو چاک کیا اور "عرب اسلام" کے لفظوں سے عوام کو احتی بنا نے والوں کی سازش واشگاف کر دی۔ دوسری طرف عوام خصوصاً نوجوانوں کو چونکا کیا اور تعمیری طور پر جامع اسلام کے خار و خال اجاد کر کے۔ سنت رسول کی قیمت زندہ ہی اور مستشرقین سے ٹکر لی۔ اس سلسلے میں مولانا مودودی، ابو زہرا، کامل البنا، عبد المزاحم جمزہ اور عبد اللہ القبانی اور سید قطب کے نام قابل ذکر ہیں۔ اسلامی تاریخ سما قدیم سما رایز شرکیا گیا اور جدید مسائل کے اسلامی حل پیش کئے گئے۔

عالم اسلام کا مستقبل

جو اعتماد اسلام پر سے اٹھانے کی تاپک فہمی چیز تھی بفضل تعالیٰ وہ اسلام پر پھر بحال ہو رہا ہے۔ سوادِ عظم کی رضا پہلے ہی اسلام کا قیام تھا صرف رہنماؤں کی رہبری نے راہ

بھیسا کہ پاسکل نے کہا ہے۔ ”دو بی طرح کے آدمیوں کو
دانش مند کہا جاسکتا ہے، ایک وہ جو پوری یکسوئی
سے خارق تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ وہ اسے
جانستے میں اور درسرے وہ جو پوری یکسوئی کے ساتھ
اسے تلاش کرتے ہیں کیونکہ وہ اسے جانتے نہیں۔“

حسن البتا شہزادی کی یادداشت کا لایک و ق

ترجمہ:- معروف شاہ شیرازی

اس دور کی دو اہم شخصیتوں نے میری زندگی پر گھر صاف ثابت
ڈالے۔ ان میں سے ایک علماء شیخ احمد شرق قادری ہو رینی وحنه
اللہ علیہ تھے درسرے شیخ صادقی دو از مرحوم تھے۔ اول اللذکر
کے علیٰ ذوق اور علمی طرف پے متاثر کیا اور ثانی اللذکر کی ذہنی اور
نکتہ روس جوانی نے علماء ہو رینی کا حال یہ تھا کہ وہ ایک ایک
ھرگز پر خود جا جا کر ان کا حال معلوم کرتے اور درسری طرف
طلباً کی ٹھی اور مانی اور ادا ان کا محبوب شغلہ تھا۔ ثانی اللذکر نے
پر اندری تک پڑھے ہوتے ہوئے اور خالص دیہاتی ہوتے کے
باوجود جیسے شیخ احمد بیدوی کے روحاںی اور اخلاقی کام پر تراجمی
اور علمی روشنی ڈالی تحریر ان کر دیا۔ اس نوجوان نے شیخ
بیدوی کے متعلق تجزیہ کرتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ:-

”ان کا منصوبہ یہ تھا کہ جب عوام انس دکرانی
کی لذت پالیں گے اور احکاماتِ خداوندی کا علم
حائل کر لیں گے تو لا محالہ اپنے اور گردھکیلے ہوئے
معاشرے کے بارے میں ان میں بیداری پیلا
ہو گی۔“

قابوہ کے پہلے سفر کے حالات بتاتے ہوئے حسن البتا
شہزادے کہا ہے کہ جامعہ انہر کی
”وہ مدت، ہمہ گیری اور جا طلب کے حلقوں کو
دیکھ کر میں بہت متاثر ہوا۔“

ماں بر صفحہ ۲۹

پانا چاہیے؟ جو ذہن خاص حالات میں پیدا ہوا ہو وہ اگر
ان حالات میں عقل مان لیا جائے تو وہ حالات جوں ہی ختم
ہوں گے اس ذہن کی معموقیت بھی تھم ہیجاۓ کی جی مثلاً
یا کرسم خاص معاشی حالات کی پیداوار ہے تو آہیات درسرے
یا کرسم خاص معاشی حالات کی پیداوار ہیں۔ دونوں کو ایک
ہی کمپلیٹ دیا جائے تو کہنا چاہیے کہ ما کرسم سچائی بھی ہے
اور مختلف معاشی احوال کے لحاظ سے جھوٹ بھی!
کتاب کا تین چوتھائی حصہ ڈارون ازم پر بحث پر عمل
ہے جو لچک پر بھی ہے اور پر مغرب بھی۔ مصنف نے بحث اس پر کی
ہے کہ نظریہ ارتقاء ثابت ہو چکا ہے کہ ابھی ثابت ہی نہیں
ہو سکا۔ وہ کہتے ہیں کہ ثابت نہیں ہو سکا اور اپنی تائید میں
اہم بہم عصروں کی تائید پیش کی۔ مثلاً DRAESI CH کی یہ رائے کہ:-

”ایک ذہن شخص کے لئے ڈارون ازم ثابت ہوئی
انپی موت آپ رچکا ہے۔“

DICTONNORY
ENCYCLOPEDIQUE DES
SCIENCES

کا یہ قول بھی دیا ہے کہ:-

”ڈارون ازم ایک افتانت ہے۔ امکانات کا شاعر و
امتزاج ہے۔ بغیر ثبوت کے۔ اور دلچسپی فیضات
کا مجھ پر ہے بغیر تسلیمات کے۔“

دریغ فریخ اسکا تیکلو پیدا کی رائے سب سے لچکی ہے:-

”نظریہ ارتقاء ایک امر حوال کا نام ہے۔ حقیقت میں
آج اس کو ایک شخص بھی مانتے والا نہیں ہے۔ یا لیک
ایسا مفروضہ ہے ہے اس کے پیش کرنے والے بھی
تلیم نہیں کرتے بلکہ جو اس کے لئے اس کو برقرار
رکھے ہوئے ہیں۔“

اس کتاب کے چند آخری الفاظ:-

”یورپ کو شخص باڑی عوالم کی مدد سے نہیں بجا یا جا سکتا
یورپ تو لازماً اپنی روح کو از سفر نہ دیا گفت کرنا ہے
عقلیت کی طرف کو ٹھنادر میں خدا کی طرف لوٹا ہو گا۔“

شمس نوید عثمانی

دُعْوَتِ درگاہ اور فکرِ درگاہ

مستفسر از نظریں مجھ پر کوڑ کروں۔
کچھ دیر ہم دونوں مکمل خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے
کو دیکھتے رہے اور ٹرین ہیں اپنی آنحضرت میں تھیکیاں دیتے
ہوئے آگے رُستی گئی۔

”کیا کبھی آپنے سوچا ہے کہ مرنے کے بعد واقعہ کیا
ہوئے والا ہے؟“ آخر جواب کر کے میں نے حیات انسانی
کا سب سے نازک سوال اس کے سامنے رکھ دیا۔
چھترے — جیسا کہ توقع تھی اس نے انکار میں سر پلا پایا۔
— اس انکار کی تمام مجرمانہ نوعیت کے باوجود اس تھے
اسلوپ سیکنی مخصوصاً سادگی تھی! — ساتھ ہی میں نے
محسوس کیا کہ اس سوال نے اس کے اندر سوئے ہوئے
السان کو اچانک بھیڑ دیا تھا۔ پاں یہ ”سوال“ اس کے لئے
ایک عجیب حادثہ تھا۔ اس لئکہ اس کی عمر میں کسی نئے یعنی
یہ سوال شاید اس سے کیا ہی نہیں تھا۔ اور اس سوال میں
اس کے لئے بلا کی آپسی تھی — گھر اپنی تھی — بوت
اور زندگی کی اہمیت تھی۔ جیسے وہ خود بھی جیرانی پر تھا
کہ اس نے خدا اپنے بارے میں آج تک اس طرح سوچا
کیوں نہیں؟؟

— ”اس سلسلے میں“ میں نے آہستہ آہستہ اپنے مدعا
کی طرف آتے ہوئے کہا ”یقیناً ہم سب ہی دوسروں سے
کچھ نہ کھو سنتے آئے ہیں۔ لیکن کیا کبھی ہم نے اس طرح کا
یقین حاصل کرنے کی ادنیٰ سی بھی کوشش کی ہے جس طرح
کا یقین ہم اس بارے میں حاصل کرنا ضروری تھے ہیں کہ
جس قریں میں ہم بیٹھ رہے ہیں یہ اسی جگہ جاہی ہے جہاں

پنجاب میں طوفانی رفتار سے فاصلوں کا سینہ پر تراہ ہوا کھڑا
سے پنجاب کی سوت بڑھا چلا جا رہا تھا۔
ٹرین میں سفر کرنے والا شاید ہر سافر اسکی تیزگائی
پر خزو و سرست کا احساس کر رہا تھا اور دل ہی دل میں سرور
نمکاہ اسے زحمت سفر کرتے تک وقت کے لئے برداشت
کرنی ہوئی اور بھر اس کی منزل مقصود سامنے ہوئی — کتنی
عظیم ہوتی ہوئی رہ خوشی جو اس قوم کے سینے میں امنڈر ہی مہو
جس کا میر کار داں اس گیا بینی بصیرت، ودانتی اور ایثار و
عزیمت کی طفانی رفتار کے ذریعہ اسی طرح منزل مقصود اور
ساحل مراد سے نزدیک — اور زندگی لیئے چلا جا رہا
ہوا در — فی الواقع آدمی کی منزل مقصود اور ساحل مراد
آخر اس کے خدا کے سوا اور کوئی ہے؟

میں نے اپنی سیدھت کے بال مقابل بیٹھے ہوئے اس
آدمی کے چھپے پر نظر جاوی جو بھے جبکی سمجھ رہا تھا حالانکہ
وہ میرا بھائی تھا — مانکہ مسلمان نہیں تھا اگر تھا تو اسی
آدم کا بیٹا جس کے میٹھے سب ہیں۔ یہ الگ بات ہے
کہ بزادی کا یہ کرشته اس کے علم میں نہ آیا ہو۔ سیدھے اندر
خیالات و جذبات کا ہی دو ائمہ اور میرا یہ سفر
اس سے بے خبر کھڑکی سے باہر کی فضاؤں میں نہ جائے کیا
ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”کیا آپنے کبھی سوچا ہے؟“ میں نے اپنے ہم سفر
ایم کے بلک سے سوال کر ہی لیا جس کا نام میں نے جلد ہی
معلوم کر لیا تھا۔

”کیا؟“ وہ سیدھے سوال کے ابھام پر چکھا اور اپنی

بنانکر کہا لایا تھا کہ ریکھے لے! یہ تنہا میر اور صرف میر ادیباً ہے اس لئے اصولاً اس کو تھاں میسر ہے حلم اور سیری عظمت کے آگے جھکتا چاہیے — جہاں خود مان کو بھی نہ بخیر فتحی کہ اندر کی اندر کیا بن رہا ہے اور نزدیک خل تھا کہ پیش میں پڑے ہوئے گوشت کے لوٹھڑے کو جیسا چاہے بنایا بگاڑ دے یا اس کی کوئی مدد کر سکے۔ جہاں مسیدب الاسباب نے تمام اسباب سے سماں کو ہمیں براہ راست کھیتی کے بغیر کھلایا، دریاؤں کے بغیر پلا یا اور اتنے شاندار طریقہ رخود اپنے آپ — تنہا اپنے آپ ہی ہمیں پالا تھا کہ کبھی کسی بچے کی کراہ بھی نہیں رہیں دے سکی۔ اور جہاں تنہا ایک خدا اور بندتے کا یعنق پوری پوری طرح ذہن شین کرانے کے بعد خدا نے یہ کہتے ہوئے ہمیں گوشت کی اس قبر سے زندہ نکالا تھا کہ ”آپ میں چھپ پڑا ہوں اور سیری مخلوقات کی دنیا تیرے ملنے آ رہی ہے۔ ان میں کوئی بھی تیرا خدا یا نصف خدا نہیں — یہاں بھی میں ہی اسباب کی آڑ سے خود ہمیں تیری پرورش کر پڑا ہوں گا۔ یہاں کھیتی سے روئی ملتی نظر آئے گی مگر دیکھے! اس کو پوچھنے نہ لگ جانا، پیش میں بغیر کھیتی کے کھلا کر دکھا دیا گا۔ یہاں کھیتی کے پرورے میں ہمیں کھلا دُں گا۔ یہاں دریاؤں سے پائی، ہواوں سے سالش اور سوچ چاند سے دن رات کی روشنی ملتی نظر آئے گی — لیکن پوچھو کا سوت کھانا کہ ان میں کوئی خدا ای کا خدا رہے۔ دیکھے پیش میں دریاؤں کے بغیر پلا یا ہے۔ ہواوں کے بغیر زندہ رکھا ہے۔ چاند سورج کے بغیر جگایا اور سلا یا — یہاں میں ہی تنہا ان سب کے پرورے میں یہ کام کر پڑا ہوں گا۔ اور الگ یہاں بھی تو نے یہ بات یاد رکھی اور تنہا میسر ہی آگے جھکا اور میر ہمی آگے ہاتھ پھیلایا تو پھر ایک، پارچ مر نئے کے بعد تو میرے ساتھ آکیلا رہ جائے گا تو پھر بچھے وہ جسم نہ جاں دوں گا جسے موت مٹانے سکے اور خوف و عنم کھلا

ہمیں جانا ہے یا ہمیں اور تو نہیں لے جائے گی ہے۔ کیا کبھی ہم نے ان غصہ بی عقائد کے متعلق جو ہمیں باپ داداوں سے ملے ہیں اس طرح سوچا ہے کہ یہ عقیدے اور یہ اعمال فی الواقع ہمارے علم و عمل کی رو سے وہی ہیں جو ہمیں خدا کی رحمت و جمال کی طرف لے جانے والے ہیں یا وہ ہیں جو ہمیں دم توڑتے ہی خدا کے قبہ و حلال کے آگے کردیں مجھے — دنیا کی عاصی زندگی کے سلسلے میں کہ جس کی عمر یقین کے ساتھ ایک منٹ بھی نہیں کہی جا سکتی ہم ماں باپ کے صدیوں پر اتنے خیالات اور تکم و رواج پر بے خوف و خطرہ نظر ثانی کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں لیکن کیا بھی نہ تم ہوئے والی سوت کے بعد کی زندگی کے سلسلے میں ماں باپ کے عقیدوں کو اپناتے ہوئے ہم نے ایسی نظر ثانی کی ضرورت کبھی مندرجہ سے مخصوص کی؟ ہے؟ ...؟

جو گفتگو اس طرح شروع ہوئی تھی وہ پھر ہمیں کہاں کہاں لئے پھر سری یہ ایک لمبی داستان ہے — حاصل اس کا بہر حال یہ رہا کہ مختاری دیرہ نگزی تھی کہ خدا کی توحید پر ہم دونوں ہم خیال دہم عصر دہ ہو چکے تھے۔ اور کیوں نہ ہوتے؟ جبکہ ہم ایک سلسہ ان گی حیثیت سے جانتے ہیں ہم کہ اس دنیا کے جس کسی بھی آدمی سے ہم خدا سے واحد و بیگانہ کی بات کرتے ہیں وہ بھرپور اس عظیم الشان روحاںی جماس میں لفڑا شریک رہا ہو گا جہاں ہم سب کے ایک ہمی خداست ”آنحضرت مولیٰ علیہ السلام“ کیا میں ہمی تھا راپا لن ہار نہیں ہوں؟ — آقا نہیں ہوں؟ — معبد نہیں ہوں؟ ”) کافی صدقہ کن سوال کر کے ہم میں سے ایک ایک شخص سے ”بلی (جی ہاں)“ کا اشتباہی جواب حاصل کر لیا تھا۔ نیز ہر انسان نے خواہ وہ بعد میں کہتنا ہی پڑا مشترک اور ملکی سن گیا ہو اس سرزی میں پر اور اسی دنیا میں رہتے ہوئے ماں کے پیش کی بالکل ایک ہمی جسی گوشت کی قبیلے میں زناۃ تک ایسی مکمل زندگی میر کی ہے جس سے ٹھہر کر توحید کی زندگی کا تصویر ہیں کسی جا سکتا — جہاں خدا نے جسم کا ایک ایک عضوست

جلیل سوچا ہے؟ —

شائعہ سے پہلے بھی تم نے اس موضوع پر سوچے اور دوسروں کے درمیں تڑپنے کا کیا عملی ثبوت دیا تھا کہ شائعہ کے بعد ہمیں اس کا موقع ملتا۔ بیٹک ہمارے ایک معتقد گردہ نے "اپنے" متعلق سوچا تھا۔ "اپنے دن" کے متعلق سوچا تھا۔ اور ہمیں سوچا تو "اپنے ملک" کے متعلق سوچا تھا۔ اور سوچنے کے اس انداز میں ہمارا ذہنی اوتولبی جھکاڑ کچھ اس نوع کا تھا جسے وہ لوگ جو اسی ملک میں ہمارے چاروں طرف رستے ہیں مگر مسلم ہمیں ہیں وہ گویا ہمارے اپنے دفاعی نکر کے تھا جو اسے ہمارے فرقہ "مالف" کا درجہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ غیر مسلم کو جاتی اور فرقہ مخالف" کا جو اسی دل کے ذریعہ اس کو خدا کا پیغام پہنچا پکھے جبکہ ہم تباہ و عمل کے ذریعہ اس کو خدا کا پیغام پہنچا پکھے ہیں اور پھر بھی اس نے انکار کی روشن اپنا لئے کافی صدر کر لیا ہو۔ — شائعہ کے بعد اس "فرقہ مخالف" کا یہ روایہ ہمارے ساتھ جو کچھ رہا اس نے ہمیں اس طرز تک دینا اور زیادہ جاما دا اور شخص کر کے رکھ دیا۔ وہ ہمسایہ انسانی گردد جسے ہم نے غلطی سے "فرقہ مخالف" کے خالے میں ڈالا اور جو حقیقت "روحانی مرضی" کے درجہ میں تھا، اب اس کے باب میں ہماری سردمہی اور بڑھتی خود غرضی نے ایک طرح کی اخلاقی مرتقطن کا روپ دھار لیا۔ اور ہمارا جمیعی حال کچھ ایسا ہو گیا جیسے ہمیں یہ تکرہ رہ گئی ہو کہ ہم کسی طرح زندہ رہیں اور مرنے کے بعد حکم اس کے جنت کے گوشہ عافیت میں جائیں ہیں! بلاس سے اگر ہندوستان کے کروڑوں ہندو اور سکھ ہمارے یقین دایمان کے لحاظ سے ہمہ رہیں ہوتے چلے جائیں۔ کاش ہم محسوس کر سکتے کہ اخنوں نے مسلمانوں پر جو قلم ڈھانے ان کے ایک مضمضہ گردہ نے جس طرح عورتوں کی بیوی حرمتی کی اور بچوں کو ہلاک اور نذرِ آتش کیا وہ فلم حقیقت ہم پر ہمیں بلکہ خود اپنے اپر کئے ہیں۔ خود اپنی فسی و آخرت خراب کی ہے۔ اللہ کے قبر و انتقام کے

نہ سکیں۔ — ورنہ تجھے تیسے جھوٹے خداوں سمیرت اس آگ میں جھونک دوں گا جو جلالے جاتی ہے مگر راکھ نہیں ہونے دیتی۔ — جہاں کی دکھ بھری زندگی میں موت کی بنیتی آرزو کرنے، اذینت سے تڑپنے اور درد سے کراہت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ گفتگو دننا آشنا مسافروں کے درمیان حلی تھی مگر حب اختتام کو پنجی تو دلوں ایک دوسرے کے بھائی تھے اور ایک خدا کے بندے ہو چکے تھے۔ گفتگو ختم ہو گئی اور اس سلسلے کو کمی بہتر نہ ختم ہونے کے لئے دل و دماغ میں چھوڑ گئی۔ آپ ہمیں عنقرضا میسے کیا یہ کوئی مسئلہ نہیں؟ کوئی موضوع ہمیں مسلسل سوچ کا؟ کوئی خور نہیں مسلسل عمل کا اور مسلسل دعاوں کا؟ — قریں قیاس ہے کہ آپ کو ابتداء میں مسئلہ کی نزاکت اور موضوع کی یہ بے پتا کہ کشش محسوس نہ ہو سکے۔ لیکن طے شدہ ہے یہ بات کہ ایسی آخری امرت کی حیثیت میں جسے اللہ اور اس کے رسولؐ نے رشتی دنیا کے لئے رسالت بیغیری کی نیا۔ بتا کے کام پر لکھا دیا ہے۔ آپ جتنا سوچیں گے دچپی اور ذمہ داری کا احساس اور زیادہ — اور زیادہ شدید ہوتا چلا جائے گا۔ خود تو سمجھے! کہ اگر کسی معمولی سے کام پر لگے ہوئے ایک ملازم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس جگہ اس کا قرار ہوا ہے اس کے فرائض مقصوبی ادا کرنے کے سلسلے میں محض کسی مکروہی کو بطور عذر پیش کرے اور پھر بھی اسی جگہ سامور رہتے کو پناہ دیا۔ اسی حق سے بھتنا اور سمجھنا تارہ ہے تو پھر آخر نویں انسانی تھے دامی خسروانی فلاخ کے نتائج پیدا کرنے والے مقام پر سامور ہوئے وائے مسلمان کو یہ حق کیسے پہنچ جائے گا؟ اگر دہ اللہ اور اس کے دین حق سے ناؤ اتفاقون کو اللہ اور دین حق سے مسلسل نادائق رکھے چلے جانے کا کوئی بھی عذر پیش کرے اور حصی پا جائے اور شوق سے یہ ط لگاتا چھکے کر ہوں میں اسی امرت کا فرد جسے اللہ اور محمدؐ نے انبیاء و رسول کی نیابت کا منصب

پہنچایا ہے۔ انہوں نے کبھی قلم سے دور بیٹھے ہوئے کوئی بات پہنچائی بھی تو ان کے ہم مذہبوں کی ایک بھی نہیں نہ سارے پاس آ کر اپنی بد اعمالیوں سے اس کی تروید کر دی۔ ہم نے ان درستیوں سے ہمارے صلحیں کوئی چونکو خود دیکھانا تھا۔ نہ بتا تھا اس نے ان کو محیٰ ہم نے لفاظی کا جرم سمجھا اور ان کی بات ہم پر اثر بھی نہ کر سکی۔ خدا یا بیشک ہم نے ان پر طرفے مظلوم کے اور ان کے دنیاوی گھروں کو آگ لگانی نہ مگر ان لوگوں کے طرزِ عمل کے تباہ سیں تو ہمارے ایسی سکتوں اور دامنِ حکمازوں میں آگ لگ گئی ہے! خدا یا! ان کی توحید اور ان کی نمازوں کے صلے میں اخیں جنت میچن سپیلے کیا کچھ دیر چارے گناہوں کی آتشیں نہ رکا کوئی سڑانہ پچھائے گا یہ! — اگر اس پہلی قوم نے خدا سے یہ کہا اور جیسا کہ گمان غالباً یہ کہ صرور ہے کہ گی تو ہم اپنے خدا سے آخر کیا معذرت کر سکیں گے ہے۔ ایسی معذرت کیسے ہے؟ — ہر مسلم خواہ وہ مرد ہو یا ہمارا خدا قبول بھی کرے؟ — ہر مسلم خواہ وہ مرد ہو یا عورت — قائد ہو یا مقتدی — عالم ہو یا عالی غور کرے کہ جس حد تک اس کو اس کام کا مکلف بنا یا گیا ہے اس حد تک یا اس حد میں کسی بھی حد تک اس نے زبان سے قلم سے، دل سے اور دعائے اس بات میں کوئی دلچسپی لی ہے کہ غیر مسلم پر وسیوں کا یہ سپکار ہجوم دا کمی بلائقت اور ایسی عذاب کے نجات پا جائے۔ یہ حد بنتی کہ کسی پر اس کی صلاحیت اور سکت کے لحاظ سے کتنا اور کہاں تک کوئی فرض عائد نہ ہوتا ہے تا انہی اور اصولی بات ہے۔ درست جب کوئی سہنکا می صورت حال ہوتی ہے اور کوئی وقت ایسا آپنے تھا ہے جب کسی فرض کے ذمہ دار فرض کے مقام پر ثابت قدم نہ رہے ہوں۔ اور اس فرض کی ادائیگی ہی خطرے میں پڑکی ہو تو پھر اس فرض سے قبضی لگاؤ ہی جائے خود نا ایک زبردست چند بڑے فرض کی طوفانی شکل اختیار کر لیتا گا اور سب کے سب سید این عمل میں بے تحاشا کو دیکھتے ہیں

قابین کو اپنے خلاف حرکت میں آنے کی وعوت دی ہے۔ اگر ہم یہ محسوس کرتے اور کرتے اور اس راہ میں پہنچ جانی و مال کے نقصانات اٹھانے پڑتے تو یقیناً وہ ان نقصانات سے بہت کم ہوتے یہ بہر حال پہنچ اور پہنچ کر کوئی سزا کے طور پر سخت کہ ہم نے نیابتِ حرسل کا مقام چھوڑ دیا اور ہم میں سے بیشتر افراد نے تو ایک عام نومن اور رسول کے پیروکار ہی ہیں ملکہ انسانیت و اخلاقی ہی کی پوزیشن تباہ کر کے جاوزوں اور نویشیوں کی سطح پر خود کو گورا دیا۔ اس عمومی پستی سطح سے صرف نظر کر کے ہی قیادت درہنگائی کرنے والے گروپ کی اشتہرت ہی کو دیکھا جائے تو ذاتی تحفظ کی خود غرضی اور دوسروں کے ایسی خشکن سے سرد ہمہری کے محور پر ہمارے دماغ سوچتے اور دل دھڑکتے آرہے ہیں — اسی پر ہماری زبانی ملحتی اور اطمینانست چل آرہے ہیں۔ ہم نے تھا انہیں جب خود اپنے آپ سے یا اپنے خدا سے بات گئی ہے تو یہ بات کی ہے اور سرخور کراجنگی مجلس منعقد کی — تو وہاں بھی ہم نے "ہم" سے بحث کی ہے اور "آن" کو نظر انداز کیا ہے۔ خدا کیستم! شایر تھری محی کسی پتھر کے لئے اس قدر بے حس نہ ہوتے ہوں گے جتنے بے حس مجموعی طور سے ہم ان ادم زادوں اور بندگان خدا کے لئے ہو گئے ہیں! معلوم ہیں جب کل یعنی گفرنٹرک کی سزا میں دو شخص کی طرف نے جانے والے ہوں گے اور دوڑخ سے خود کو کسٹمچ بچالنے والے کی جا اور بیجا کو شمش کرنے والوں کی طرح وہ بھی ہمارے خلاف اور ہمارے اپنے خدا کی عدالت میں مقدمہ دائر کر کے یہ دیا تی دے رہے ہوں گے لہذا یا ہی بیشک ہم نے اپنی فطرت کی آداز کو دیا کہ گفرنٹرک کی راہ اختیار کرنے میں اپنی جانوں پر قلم کیں لیکن جو قوم ہیں اس راہ سے ہٹاتے اور راہ را سستا پر لگانے کے لئے تو نے اور تیرے رسول گئے مامور کی ختمی اس قوم نے تیرے دین کو ہمارے گھروں تک کمب

اگر ذرا روح و دل کی آنکھوں کو روکیجا جائے تو
یہ حجوس ہو گا کہ اگرچہ غیر مسلموں کو ہمارے اس جرم کی
اطلاع نہیں، لیکن ان کے باقتوں ہمیں جن ابتلاءوں
اور اذیتوں کے طفاوازوں سے گذرنا پڑا یا پڑ رہا ہے کیا
خوبی کہ وہ بہب کچھ ہمارے اسی بنیادی جرم عظیم ہی کیلئے
ہو۔ اور زیکریا بات ہے کہ انتقام کے سالہا سال
بیت کئے مگر کسی طرح فرست و انتقام کی آگ ٹھنڈی نہیں
ہوتی۔ — دفع ملا کے تمام حکیما نہ سخت بیکار گئے۔
کافرین میں ہم ایں تخلیل ہو گئیں۔ — احتجاجوں کے
ہمایا تی انسار بے وزن نہیں۔ — حملیوں اور طعن و قتل
نے کام نہ کیا۔ اگر فتنہ الواقع یہ یہ بکچھ ہمارے اسی جرم
کی آسمانی سزا ہے تو اس کے دوہی اصولی جواب
ہو سکتے ہیں۔ — یا تو ہم طے کر لیں کہ ہم مسلمان
بن کر رہتے ہیں اور فروعِ انسانی کی بہادیت کے لئے ہم پر
فرائض کا جو یار گرا ہے اس کو بہر حال اٹھانا
ہے۔ — یا پھر جرم یہ اعلان کرو دیں کہ یہ کام ہمارے
ہم کا نہیں۔ — اس لئے اس دین سے جو ہم پر
نیابتِ مرسل کافرین کا فرض عائد کرتا ہے ہم نے "یا حسرت و
یاس" استفچے دیدیا۔ — سپہی شکل دائی امن و عایشا
کی راہ ہے اور دوسرا شکل سے ہمیں سر درست کم از کم
اس دنیا میں چھوٹ مل جائے گی۔ — آثارِ ابستہ
یہ ہیں کہ یہ امکان خصت اور راہ فرار بھی شاید ہمہت
دریتک طلبی نہ رکھے گی جس دن خدا نے یہ فیصلہ کر لیا کہ
دنیا کی امامت کے اس مقام سے پیدا شئی اور نام کے مسلمانوں
کو بر طرف کر کے کسی دوسرا قوم کو تو مسلمی اور اس مقام
پر قدری کا شرف عظیم بخش دے۔ — جو بالکل قربن قیام
ہے کہ ہندو ہی وہ قوم ہو جس طرح اس سے پہلے تاتاری
قوم کی تاریخی نظر می خود رہی ہے تو پھر اسلامی نظام حکومت
اسلام چھوڑ کر بھائی و والوں کو بھی جینے کا حق نہیں
دے گا۔ — پھر تو قلندر اور میں پناہ لینے والوں
کو وہ نئی مسلمان جماعت چن چن کہ اس دنیا میں مارے گی

اور جس سے جو بن پڑتا ہے کہ گلزار تا ہے۔ — غزوہ احمد
میں یہی صورت بیش آئی تھی جہاں وہ بوڑھے مرد بھی اولے فرض
کے لئے گرتے پڑتے آپنے تھے جن پر خدا اور رسول نے فریضہ
جہاد و غزیت عائد نہیں کیا تھا اور وہاں وہ حجتیں بھی رخ
کھانے کے لئے دوڑ پڑی تھیں جن کا مقام تلواروں کے
بجائے ٹھکر کی دیواروں کی چھاؤں میں اسلام نے مقرر کیا
ہے۔ خور کیجیے کہ اس مسئلے میں ہم میں سے جس کا جرم فرض
سے غفلت کا جرم ہے اس کا ضمیر اس پر ملامت کیوں نہیں
کرتا ہے اور جس کے شاذ پر اس فرض کا قانونی پوچھنہ
مگر اس فرض کی ادائیگی پڑتے ہوئے دیکھنے سے جزا تی تعلق
ہوتا ہے اس کا دل صورت حال پر دکھی کیوں نہیں
ہوتا! خدا را! یہ سوچنے سے انکار نہ کیجیے! — خدا
را! یہ حجوس کرنے سے ہمیں نہ چرایے!!!

غثیتِ جانئے — یا اسی کو ایک خوفناک اور
المذاک بات سمجھتی ہے — کہ ان غیر مسلموں کو اس
دنیا میں ہمارے اس جرم غفلت کی خبر نہیں۔ — درست
جس طرح قرآن مجید میں یہ خبر نشر کی گئی ہے کہ ہرگز کو رہ را
جماعت اپنے مگراہ کن سرداروں اور اماموں کے خلاف
خداء سے فریاد کرتے ہوئے چیز رنج ہو گی کہ ہمیں بھی خدا یا
موقع دے "لِجَعْلُ هُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا" — ہم ان
کے سردار کو قدموں سے روندڑاں تو اگر دنیا میں ہمیں یہی سی
کو یہ پڑھیں جایا کرتا کہ کس امام ہدایت نے امامِ ضلالت
و مگراہی بن کر اس کی اخروی تباہی میں حصہ لیا ہے بھلا
وہ اس دنیا میں اس کو کیسے معاف کر سکتا تھا۔ مُحَمَّد
اسی طرح مسلمانوں کے نی بت رسالت کے مقام سے ہٹنے کے
شخاصتے میں دنیا اور آخرت میں انسانیت پر جو ابتلاء میں
اور عذاب مقدر ہیں دنیا ہمیں اس فرض ناشناہی کے جنم
میں اگرٹھکے ٹکڑے بھی کردار اتی تو بعد نہ ہوتا۔ یا! یہ
زندگی ہمارے قصر ایامی کے زندگی ہیں۔ یہ طوتن
ہمارے معاصری کے سیلاب ہیں۔ یہ خط ہم ارا
خط المحسال ہیں۔

معاملہ کیا ہے تو اس رسول نے کیا جواب دیا ہے ۔
یہ سنتانے والوں کو جاپنے اور مُلاٹنے والوں پر رونے کا
امسرہ انسیار یاد آئنے کا تو یہ اختیارِ حی چاہے گا کہ
اس اسوے کو تم سینے سے لگالیں ۔ انشاء اللہ علی
بھیں سے حق کی وہ دل ریا تی اور فاتحانہ رعنانی
شرط ہو گی جو انسیارے کرام اور صلحیں عظام کی قدرتیں
کا قابل صدر شک حصہ رہی ہے ۔
ابتداٰ قدم — صحیح سمتِ عمل میں پہلا قدم
کیا ہے ۔

صرف یہ کہ ہم نے جن غیر مسلموں کی اخلاقی تباہی پر
اس طرح صبر کر لیا ہے جیسے وہی اور ہی آدم کے بیٹے
اور بیٹیاں اور کسی اور خدا کے بندے ہوں ابم ان کے
سلسلے میں اس حقیقت کو بار بار محسوس کرنے کی کوشش
جاری رکھیں کہ نہیں ! یہ خون کے لحاظ سے ہمارے باپ
آدم کا خون ہیں اور روح کے لحاظ سے ان کی روح بھی
اسٹر کا ایک "امر" ہے ۔ یہ سب بالکل ہمارے قطعاً
حقیقی بھائی اور بھی بھیں ہیں ۔ اور یہ لوگ ایک
خوفناک آگ کے دریا نے پر کھڑے ہیں جہاں سے کسی بھی
محکم گرتے ہیں وہ در دنال شعلوں کے منہ میں پوپیں گے ۔
ہمارے اندر حقیقت ہاگ اعیشی قریب روان لوگوں کے چہرے
دیکھ دیکھ کر یہ درد اور جاگے گا ۔ ان سے بات کرتے
ہوئے یہ کرب اور زیادہ ہو گا ۔ ان کا خیال آگر
یہ دسوزدی اور یہ کڑھن اور طریقہ حملے کی پھر تم رو رک
بے چین ہوں گے اور ہمیں کون یا تو اس وقت ملے گا
جربت، ہم آدمی سے اللہ کی درد بھری بات کریں یا اللہ
سے آدمی کی اصلاح کے لئے کڑھ کریں ۔ اسی مقام پر
اسی کرب عظیم اور اس درد بے بہا کا ایک ذرہ عطا
ہو گا جس کا ایک سمندر حضور مسیح قدس کے سینہ و انفوس
میں ہو جو ان تھا اور حسین کو دیکھ کر قرآن کے صفحات میں اللہ
کی حجت یوں پکار اٹھی تھی کہ "ایسا اللگنا ہے تم ان کے
بھیجے اپنی جان ہی دئے ڈالو گے کہ یہ ایمان کیوں نہیں لاتے"

اور آئے والی دنیا میں خدا اسے جہنم کے انگاروں پر
روتا ہے ۔
اگر کسی کو یہ دو بھی انک انجام آنا پسند ہے تو یہ
بات اس کو بہرہ حال آسان تر حسوس ہوئی چاہئے کہ اپنے
اپنے حدود فرازش میں رہتے ہوتے اور اپنی اپنی علمی بساط
بھر دنیا کو دین حق کی امانت پہنچانے کا کام کر لے ۔
اور اس کی سکنٹ کھو گئی ہے تو خدا سے اپنی گمشد طاقت
کے لئے دست طلب پھیلاتے اور سعی فکر کا قدم اٹھایا جائے
آخر ہمارے ساتھ یہاں کام کیوں نہ آئیں گے اور ہمارے
قدم یہاں کیوں نہ اٹھیں گے ؟

زیادہ سے زیادہ خطرہ ہی ہو سکتا ہے کہ تم خدا کا
پیغام پہنچانے کی کوشش کریں اور ہمارے تجربہ و جرأت
کی کمزوری ہمارے الفاظ میں لوزش پیدا کر دے ۔ یہم
متاثر کرنا چاہیں مگر بے اثر ہیں ۔ اور ہمارا مخاطب ہمیں سینے
سے لگانے اور داد دینے کے بجائے ہم ترقیت کا کوادے یا
کامی دیدے یا کوئی وار کر بیٹھے ۔ لیکن انگریزیک اس
وقت ہمیں یہ بات یاد آجائے کہ یہی مخفادہ تخفہ جو بہرہ دنیا
بڑے سے بڑے رسول یا مصلح کو دے سکی ہے ۔
نین یہ یاد آ جانا ہمیں انشاء اللہ ہمارے سکون و سرست کیلئے
کافی ہو گا ۔ یہ احسان دل پر مسم رکھ دے گا کہ اتنی
بڑی بڑی سہتیاں ہمارے اس دھمکیں شریک رہی ہیں ۔
حقیقت یہ ہے کہ مخاطب کی طرف سے اس قسم کا جواب
ملنا علامت ہی اس بات کی ہے کہ حق کو اخلاص اور
تلہیت کے ساتھ پہنچا دیا گیا ہے ۔ یہ رہ عمل
کسی تجربہ کاری یا ناتجربہ کاری کے نتیجیں پیدا نہیں
ہوتا ۔ یہ تو ابداعِ حق کا خاص مزاج ہے ۔ بھی نہ
تو ٹھیں اور ہمیں نہ ٹوٹ سکنے والی روایت ہے ۔ اگر ہم نے
اس نزادی سے سوچا سمجھا تو مخاطب کے کسی بھی جواب
سے ہمارے اندر اس سامنہ کھڑی اور شکستگی کی قضا
پیدا نہ ہو گی بلکہ اور جو صدی جو ان ہو گا اور پھر ہمیں یاد آئے گا
کہ حبیب کسی مخاطب نے کسی بھی رسول کے ساتھ ای

پار ایسا ہو کہ اس کا لخت جگہ نادان پچھے کنوں میں گر رہا یا تور میں بٹھک رہا ہو اور آپ حان پر حصیل کر اس کو دہاں سے کسی طرح نکال لائیں کیا اس پر کوآپ کی گودیں زندہ دیکھ کر وہی شدید نفرت کرنے والا آدمی آپ کے لئے فرط محبت سے روشن پڑیگا ہے اور چشم زدن میں آپ اپنی متام سپاہ کاریوں کے باوجود اس کی نظریں انتہائی محبوب، انتہائی قیمتی نہیں ہو جائیں گے؟

حالانکہ شخص بھی عرض ایک باب تھا اللہ نہ تھا! — تو پھر اس اللہ کے دریائے رحمت میں اس وقت کیسی طغیانی آئے گی کہ جس کے عیال کے کسی ایک فرد کو آپ دوزخ کے کنارے سے نہ زندہ وسلامت بچا لائیں — وہ اللہ کہ جس نے اپنی رحمت کا صفت ایک حصہ ساری دنیا کی محبتوں پر پھیلایا ہے اور اس کے ننانوے حصے مخلوق کے لئے اپنے پاس رکھے ہیں جس کا انطہا "میدانِ حشر" میں انسان اللہ ہم سب کی نظروں کے سامنے ہو کر رہے گا۔

مولانا آزاد حرمۃ اللہ کی مشہور تفسیر ترجمان القرآن

کلینوں جلدیں حسن اتفاق سے اس وقت مہیا ہیں - جلد اول و دوم تو ان کی زندگی ہی میں مرتب ہوئی تھی تیسرا جلد مولانا غلام رسول مہرتنے باقیات ترجمان القرآن کے نام سے مرتب کر دی۔

ہر سہ جلد مطبوعہ پاکستان - سنہری ڈالی کی جلدیں میں۔ ہدیہ ارتیس روپے ۷۰/-

مکتبہ تخلی - دیوبند - یونی

اور سچ پرچھے تو بکام جو ہمیں بھاری معلوم ہوتا ہے۔ ہماری بحاجت کا سب سے آسان راستہ ہے۔ اور عملاً پھر جانے کے باعث یہ جو فرض ہمیں بہت چھوٹا معلوم ہونے لگا ہے ہماری تباہی کا ایک بہت بڑا حضرہ ہے۔

فرض یکجھے کسی شخص کے ساتھ آپ کے تعلقات اپنے طور پر تھا یہ خوشگوار اور دوستانہ ہوں۔ لیکن الگ کسی دن آپ اسی شخص کی گود سے اس کے ایک بعضی پچھے کو چھین کر تور میں ڈال دیں اور پھر یہ کوشش کریں اور خواہش رکھیں کہ اس شخص کے دل میں آپ کی وہی محبت قائم رہے — روزانہ جا جا کر بھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوں — کبھی پاؤں پکڑیں اور بھی گھن گائیں — تو بتائیے اس کوشش اور خواہش میں کامیاب ہونے کی کوئی بھی موقع کی جاسکتی ہے؟

حالانکہ یہ شخص اس پچھے کا باب تھا، خدا نہ تھا اور آپ نے اس کے پچھے کو تور میں ڈالا تھا، دوزخ میں دھکا نہیں دیا تھا! تو پھر — اس خدا کا کیا حال ہوتا ہوگا جس کی ساری مخلوق جا ہائی "کھنکھن عیال اللہ" ہے۔ اور یہ عیال آگ — دا کی آگ میں گزرا ہے۔ اذ گمان ہے کہ ہماری غفلت یا اسلام کی غلط ترجیح کے نتیجہ میں بہت بڑی حد تک ایسا ہو رہا ہے — مگر تم نہ اس کو بچانے کی فکر کرتے ہیں اور نہ اپنی کوتا ہی کا اقرار کرتے ہیں اور نہ حکم کر لے کی شان سے حکم کرتے ہیں اس ٹریبجدی کو! — بتائیے کیا تہہ ہماری بہتر سے بہتر نمازوں کی ادائیگی یا اسلام اؤں میں ان کی اپنی اصلاح حال کی جگہ کوشش ہمارے لئے اس باب میں رضائے الہی کا مکمل سامان بن سکتی ہے؟

اب اس کے پر عکس ایک مثال کا تصویر لیجھے — کسی شخص کی نظریں آپ کی سیہ کاریوں نے آپ کو سخت ترین نفرت کا نثار نہیں پھوڑا ہے — لیکن ایک

مسکلہ سیاست میکھی

گئے تھے مگر ہم دونوں گواں نتیجے ماننے سے انکار کر دیا۔
”دس روے اور لے لیجئے تم ریان جی۔“ صوفی
صاحب بنے کلراک سے تھا۔ ”سلسلہ فرست کہیں بھی جگہ
ملنا دشوار ہے۔ نبی ہمیں سامان کی حیثیت سے ٹکر
کر دیجئے۔“
ٹکر کرنے سخت جیرت کے ساتھ صوفی صاحب کو گھوڑا
تھا۔ ”آپ کیا ہم سے مذاق کرتے ہیں۔“

”لعنۃ ہے مذاق کرنے والے پر“ صوفی صاحب
لوے تھے۔ ”دس کم ہیں تو پندرہ لے لیجئے۔ آخر ہم جائیں گے
کسر طرح۔ ایک گاڑی تو نکل بھی گئی پانڈان تک پر جگہ ہیں
مل سکی۔“
صاحب ان دونوں میں تو بھی ہوتا ہے۔ ہم کیا
کر سکتے ہیں۔ آفیس آیا ہوا ہے ورنہ آپ کو کوئی میں بھی
بھاہی دیتے۔“

صوفی صاحب آفیس کرنے بھی غالباً بیشکپس کی
بیشکش کرنے والے تھے کہ تیچھے سے زور دار دھکالا کا اور
لفتگو منقطع ہو گئی۔ ٹرینگ کا ایسا ہی تھا کہ قیامت صفری
کا منتظر سنکھوں میں پھر رہا تھا۔

دوقلیوں سے طے ہوا کہ وہ ہمیں اپنے کانڈھوں پر
اٹھا کر کی بھی کھڑکی سے کپا رٹیشٹ کے اندر ٹھوٹ دیں تھے
میرے لئے تو داخلے کا یہ اسٹائل نیاز نہ تھا۔ دوبار اسے برت
چکا تھا۔ مگر صوفی صاحب بڑھ رہا تھا۔

اہمیت غریب کامانزا اور نہ ما منا ہی کیا میمنطق سے کام نہ
چلا تو غصہ کرو۔ غصہ بھی کام نہ دے تو خوشاب میں کیا خرج
ہوتا ہے۔ خوش بھی فیل ہو جائے تو نہ کھلا لو۔ یہ بہر حال
میں فیصلہ کر جکا تھا کہ صوفی علیمین کے ساتھ پیران کلیر جانا
ضرور ہے۔ مدت ہو گئی تھی کمی ایڈوچر میں حصہ لئے۔ اور
یہ تو نظر آئی رہا تھا کہ یہ سفر کسی نہ سی ہنگامے کا پیش خیر
ثابت ہو کر رہنا ہے۔

ضروری تیاریاں کر کے ہم اگلے دن روانہ ہو گئے۔
صوفی صاحب کا جہازی بس بظاہر تو معمہ ہی تھا۔ اسے
بیکارہوا کرتا نگئیں رکھوایا تو اندزادہ ہوا کہ اندر برائے نام
ہنگامہ درکھاہے وہ نہ وزن تریادہ نہیں ہے۔ بہت ہی ہلکی
فلکڑی کا بن ہوا تھا۔ کئی جگہ نئے نئے سوراخ بھی تھے
میں یہ سوچ بغیر نہ رہ سکا کہ غالباً یہ بھی اسی سریٹ اپ کا
کوئی حصہ ہو چکا جس کے تحت صوفی صاحب مجھے ہیچھے لئے
جا رہے تھے۔ بلکہ ہولہوں کا معاملہ بھی شکستے بالا تر نہیں
تھا۔ آخر ایسے موسم میں اتنا بڑا بستہ کہ حلپنا کیا معنی؟۔
راستے کی داستان زلف درز لف ہے۔ ایسی بھیط
بھاڑ کر ڈبے میں گھستا جمال۔ ایک گاڑی آئی اور نکل گئی۔
پانڈان تو کجا پا خاؤں تک میں صابر پیا کے عشق آشیانہ
بنائے ہوئے تھے۔ سہارنپور سے روگی کے لئے سوار ہونا
جو شے شیر لانے سے کم ثابت نہیں ہوا۔ مکس اور لستر تو
بلکہ کلراک کا حق الخدمت ادا کر کے لیج میں بکار لادیتے۔

لگا تو میں نے کہا:-
”ٹھیرد۔“

اور اسی لمحے میں خداون پر جھوول کر زندگانی کا گیارہ اڑھی
والے کے جھنکے سے اوپر کی طرف جو معمولی ساختا پسیدا ہوا تھا
وہی میں نے جاتھی لیا تھا۔ اندر والوں نے کوشش کی بہت کی
کر کہم دلوں ہی کو فلیٹ فارم پر اُٹ دیں مگر میں نے پچھلے
خبریات کی روشنی میں ہاتھوں ہاتھ ایک صاحب کی ران
میں کس کر چکی لی اور دوسرا صاحب کی ناک سے کھو پڑی
مگر ادھی۔ تیجہ قدر تباہی نکلا کہ اتنی پھل کے طوفان میں ملا
میں ملھو قیڈتے میں سما گئے۔ غصب یہ ہو رہا تھا کہ میرا
اسی قلی کے ہاتھ میں پھنسا جائے اسکا مگر باہمہ برداشت کہہ کر
میں فوجھ کا دیا تو وہ قلی کے سر سے فکر آتا ہوا اندر پہنچ
گیا۔

کسی کو ہر شہر نہیں تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ ہر کھڑکی پر
ایسی ہی مارا ماری پڑ رہی تھی۔ جن صاحبوں کے جعلکی لی تھی
کافی تو ان کے منھ سے بڑی شاندار نکلی مگر یہ شعور رکھیں
بھی نہ ہو سکا کہ چٹکی لینے والا کون ہے۔

کھڑکی چل دینے کے بعد حالات پھر وہ صلاح ہوتے
تو ہم دونوں کو کھڑکے ہوتے کی جملہ مل ہی تھی۔

صوفی صاحب کی دار حی دو تین شاخوں میں بڑ
جمی تھی اور جن صاحب کی دار حی انھوں نے پکڑی تھی اور
باقاعدہ کر رہے تھے۔

”معاف کیجئے گا۔ میں ارادۃ ایسا ہیں کیا۔“ صوفی
صاحب سمساستے۔

”چلیے جو ہو گیا سو ہو گیا۔“ دار حی والے بزرگ
بولے۔ ”صاحب کی راہ میں جو بھی تکلیف پہنچ گی بے کار
ہیں جائے گی۔“

”کیا خاکستے۔ سجان اللہ۔“

”کیا چٹکی بھی ہمارے آپ ہی نے لی تھی۔“
پاس والے نے کاٹ کھانے کے انداز میں صوفی صاحب
کو خاطب کیا۔ وہ ادھیر عمر کا ایک نغمہ سا آدمی تھا

”یہ تو بڑی لغایات ہے۔ اگر کسی نے انداز دھکا
دیدیا تو مجھے...“

”دیکھ لیجئے صاحب۔ دروازے سے گھست کی جگہ
مل گئی تو آپ کی قسمت ورنہ یہاں تو یہی چلتے ہے۔“

”صوفی صاحب کے پر کبیدگی کے آثار اُبھرے
— مگر فواد ہی مسکرا بھی دیئے۔ پھر پہنچ لگ۔

”اللہ الکبیر۔ پیا کے دربار میں حاضری دینی ہی ہے
تو یوں بھی ہی۔“

کھڑکی آئی تو قیامت صفری۔ کبری میں تبدیل
ہو گئی۔ چھوٹوں تک پر آدمی تھے۔ پانڈاں پر تحقیق معنوں

میں تلن تک دھنستکی تھیں تھیں نہیں تھی۔ افزالتیاری مشورہ غل
پھل۔ بس اسی عالم میں ایک قلی نے صوفی صاحب کو کانہوں

پر اُبھار کر ایک کھڑکی میں اچھا دیا۔ دوسرا نے مجھے اٹھانا
چاہا ملک میں نے روک دیا۔ میں اطمینان کر لینا چاہتا تھا کہ

صوفی صاحب اندر پہنچے میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں۔

”صاحب۔“ اگر دیر کی تو میری کھڑک داری
نہیں۔ ”قلی نے مجھے بخوار۔“

”تم کھڑے رہو۔ تمہارے پیسے ہر جا میں ملیں گے۔“

یہ کہہ کر میں نے دس کا لٹڑ اس کی طرف بڑھا دیا۔

کھڑکیاں اندر والوں کے اُردو حاء سے ملکی کے چھوٹوں
کی طرح پہنچی ہوئی تھیں۔ صوفی صاحب ایک بار تو اسالی چھتے

سے ملک اکر دھبے قلی کے سر پر لوٹے مگر قتلی سردو گرم چشیدہ
تھا۔ اس نے ہاتھوں ہاتھ انھیں گیند کی طرح اچھا دیا۔ اب

انھوں نے عالم اضطرار میں ہاتھ پر چلائے تو اندر کی ایک
دار حی ان کی سمجھی میں آگئی۔ بس پھر کیا تھا جنم دہاڑ کے

طوفان میں ایک ہزاری جمیع اُبھری۔ ظاہر ہے کہ دار حی
والا پوری طاقت سے پہنچ کی طرف بھنجا ہو گا۔ بس اسی سے

ذر اس اخلا پسیدا ہوا اور صوفی صاحب سر کے بل اندر کی طرف
اُٹ لگتے۔ دار حی انھوں نے چھوڑی ہیں تھی اسی نے دار حی

والا بھی کمان تو ہو ہی گیا تھا۔ ابھی تک صوفی صاحب کے پر باہر
ہی ہوا میں جھوول رہے تھے۔ قلی انھیں ٹھوٹنے کی کوشش کرنے

گوہبہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو نہ جانے کیوں خیال
گذر آکہ انھیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔ کہاں دیکھا ہے یہ یاد
نا سکا۔

”ہم کیلئے اگزار ہے تھے۔ اچھا ہوا آپ لوگ آجئے۔“
انھوں نے ہم دونوں سے کہا۔ ”آجئے میرا اڑیہ وہ سنکھے۔“
”کیا خیال ہے؟“ صوفی علکین نے مجھ سے بوجھا۔
”بھیسی آپ کی مرضی۔ میں شاہ صاحب جیسے
اویساار کی قربت کو نعل و جواہر سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں۔“
”بس تو پھر۔ چلو ذرا دیر آرام کر لیں۔ پھر گھمیں گے۔“

یہ ایک بڑا سٹینڈنگ تھا جس کے ایک کونے میں دو درود
کے ذریعہ کوٹھری سی تیار کر لی گئی تھی۔ دوسرے کونے میں تخت
بچھا تھا جس پر مصلحی بھی تھا اور بیج بھی۔
چائے پیتی تھی۔ شاہ قندیل کافی جہاں نواز اور زندہ کی
شابت ہوتے۔ یہ الگ بات ہے کہ جب ردهر ادھر
کی باشیں حلپیں تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ان سے ہماری اتفاقی
ملاقات مغض ڈرامہ ہی تھی۔ حقیقتہ تسبیح کی طرف شدہ
پروگرام کے تحت ہو رہا تھا۔

تو کیا وہ مجھے اپنے ساتھ ٹھیرا کر ذبح کر دانا چاہتے
ہیں؟ — نکر کیوں۔ — میری ذات اتنی اہم کیسے ہو سکتی
ہے کہ صوفیتے کرم باقاعدہ کیمیں پتا کر مجھے چھٹا نہیں اور
خون ناچن اپنی گردان پر لیں۔

پکھ بھی ہو مجھے پوری طرح چوکتا رہنا تھا۔
سوچن غروب ہوتے ہی وہ خاص قسم کی چیل پیل شروع
ہو گئی جس کی خاطر نے شماراں دل ہیاں دور دور سے آتے
ہیں۔ طبلہ، سازنگی، ہار، نیم، ٹوٹکرو۔ ہر ایک نے
انحرافیاں لے کر آنکھیں ٹھولیں اور دور تک پھیلے ہوئے
ڈیروں میں موسیقی اور تصوف کے وصل بائیکا سے پیدا ہوئے
والی زندگی رقص کے رو اوتے بنانے لگی۔ شاہ قندیل دیر سے
کہیں گئے ہوئے تھے۔ صوفی علکین نے چائے میری طرف بھجاتے
ہوئے کہا۔

”کیسی چیز کی صاحب۔ یہاں تو اپنا بھی ہوش
نہیں تھا۔ خیر ہو گئی ورنہ دم گھٹ جاتا۔“

”پھر اپنے لی ہو گی۔ اس نے مجھے ٹھوڑا۔
کیا اڑاٹی لڑو گے؟“ میں غزا۔

”اگر آپ ہی تسلی تھی تو باہر نکل کر سمجھوں گا۔“
”یہیں سمجھو لو۔ اب تو رکنی تک فرستہ ہی فرستہ
ہے۔“

”کیا؟ — دیکھ رہے ہیں آپ لوگ۔“

”بھی جانے بھی دو۔“ ایک بڑے میاں نے کہا۔

”نہیں۔ جانے ہرگز فرستہ دینا دوست چھٹی
میں نہ ہی لی تھی۔“

اب آپ بیٹھے دیوانہ کہیں یا اکٹا یا زکافی نہیں
بعد سر بر ایڈ و پھر کا سو دس سوار ہوا تھا تو ایک سی نہ کسی سے
ٹکر اہمی جانتے کو جی چاہتا تھا اسکے طور پر ہی تھا۔ میں
ہی میں دو دو ہاتھ ہو جاتے تو اس آنے والے ہنگامے کے
لئے پاٹھیہ کھل جاتے جو عنقریب صوفی جہاد کے ہاتھوں موقوع
تھا۔

اسی لمحے ایک نہیں بچی بڑے ذریسے روئی اور بات
آئی گئی ہوئی۔ دھونس جانے والے صاحب نے منحدر دوسری
طرف پھر لیا۔

عس کی گھاٹھی کیا ہے۔ — دھکے کھلتے کھلاتے آگے
پڑھی رہتے تھے کہ بڑی لمبی اور ٹھنڈی دار ٹھنڈی والے ایک صہابہ
نے صوفی صاحب کو نہ صرف پر تپاک سلام کیا بلکہ بغل گیسر
ہو گئے۔ پھر صوفی صہابے مجھ سے ان کا تعارف کرایا۔
”شاہ قندیل حسن بختیاری۔“ خواجہ رقات علی
کے خلیفہ۔ خوش شستی ہے کہ ان سے ملاقات ہو گئی۔
اب انھیں کے ساتھ ٹھیریں۔ گے۔“

”ما چیز کو ملا این العرب کہتے ہیں۔ ملکی تخلص ہے۔“

”زندہ باد۔ آپ کا نام ہم پہلے بھی سنائے۔“

انھوں نے صاحبا خواجہ کے وقت ان کے چہرے

نہیں ہوتی۔ لوگ دوسرے کھنکر آنے لگے اور۔۔۔
دفتار مجھے یاد آیا کہ یہ صوفی علمیں بھی ایک سے زائد بارہ ماں
نظر آئے تھے۔ مجھے اس وقت ان کا نام معلوم نہیں تھا اور صاحب
سلامت کی نوبت بھی نہیں آئی تھی۔ ان کا حلیہ بھی اس وقت
وہ نہیں تھا جو اب نظر آ رہا تھا۔

”وحیدن کی لذتیات آپ کی مراد شستاد ہے نا؟“
— میں نے پوچھا۔

”اور کیا۔۔۔ آپ غالباً بالکل ہی بھول گئے تھے کہ
ناچیز بھی آپ ہی کی طرح وحیدن کے بالاخانے پر حاضری دیتے
کا لگتا ہے کیا کرتا تھا۔۔۔“

”کہ ہر سبے ان کا ذیرا۔۔۔ چلتے اٹھتے۔۔۔“
”ابھی سے نہیں۔۔۔ ہاں مغل دیر میں جسے کیوں قیاس
آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ شستاد جوان ہو کر کیا قیامت بن
گئی ہوگی۔۔۔“

میرے دل پر ہونس لگا۔۔۔ اپنی عرصہ ہوا ذہن کے
کسی تاریک گوشے میں جا چکا تھا مگر اس وقت وہ تمام
پہلووں سمیت جگ گکرنے لگا تھا۔۔۔ شستاد۔۔۔ نبھی اسی
حکمر یا مخصوصیت کا مرتع۔۔۔ اسی کی خاطر تو وحیدن کو
پیشہ چھوڑ دیتے پر آمادہ کرنے میں بدر الدین صاحب نے اور
میں نے نہ جانے لئے وقت بر باد کیا تھا۔۔۔ وہ مجھے چھایاں کہا
کرتی تھی۔۔۔ وہ اتنی بھولی تھی کہ بارہوں سال میں بھی اسے
ٹھیک طور پر یہ شعور نہیں ہو سکا تھا کہ اس کی ماں کیا کرتی
ہے اور کہاں سے اتنا پیسہ مورثی ہے۔۔۔

”اس ہوضوع پر مزید گفتگو کیجھ نہ کیجئے۔۔۔ میں نے
ناخوشگوار لججے میں صوفی علمیں کو ٹوکر کا۔۔۔ میں دیکھنا چاہتا
ہوں کہ آپ کو غلط نہیں تو نہیں ہوئی ہے۔۔۔“

”غلط نہیں“ انھوں نے حیرت سے منکھ پھیلایا۔
— ”صاہب کے دربار میں وحیدن باقی کا لاث بیساکیت آنا
کو ناخلاف قیاس ہے جو آپ بے نقینی کا اٹھا کر تھے، ہیں۔۔۔“

”حلتے مجھے دکھائیے۔۔۔“
”ایک شرط پر۔۔۔ آپ کو ہماری مادر کرنی ہوگی۔۔۔“

”پیر و مرشد مزا آگیا۔۔۔ وحیدن بھی اپنی لذتیا
سمیت آئی ہوتی ہے۔۔۔“

”پیر و مرشد نہیں۔۔۔ اب صرف ملا کہو۔۔۔ کیا
کہا وجہ دن؟“

”ہاں ہاں۔۔۔ میں خود اپنی انکھوں سے دیکھ کر
آ رہا ہوں۔۔۔“

”مجھے اپنی یاد آگیا۔۔۔ وحیدن لکھنؤی ایک طوفانی
تھی جو بمبی جاہلی تھی۔۔۔“

”ایک اور پیشہ کرتی رہی مگر ہر بدر الدین صاحب کے مسلسل
بھگانے پر ترک کر دیا۔۔۔ بدر الدین صاحب اس کھنڈ ہی کے رہنے
والے تھے اور بھنی کے زمانہ قیام میں میرے پڑو میں رہتے تھے۔۔۔“

”وحیدن سے ان کا تعلق بہت پرانا تھا۔۔۔ جو انی میں جو پچھے بھی
کرتے رہتے ہوں مگر اب پرہیز گاری کی لائن پر جل رہے تھے
مجھے وحیدن کے خلیط میں وہی ہیچج کر لے گئے تھے اور جنہیں۔۔۔“

کی آمد و رفت کے بعد میں طعنی ہو چکا تھا کہ یہاں انکی تشریف
اوڑی ایک نامع اور سری ہی کی تیشیت سے ہے۔۔۔ وحیدن
کی ایک طویلی تھی شستاد۔۔۔ اس سے وہ باپ ہی کی طرح پیش آتے۔۔۔

شستاد کی او اوز طبی سریلی تھی۔۔۔ بدر الدین صاحب نے وحیدن
کو سمجھا یا کہ شستاد اب جوان ہونے والی ہے۔۔۔ تم جس سر اوز پر
چلوگی وہ بھی اسی کو اختیار کرے گی۔۔۔ کوٹھا نہیں چھوڑ سکتیں
تو کم سے کم پیشہ چھوڑ دو۔۔۔ کا بجا کر بھی پیٹ پال سکتی ہو۔۔۔

وحیدن اول اول ملائی رہی تھی۔۔۔ پھر میں بھی وعظ و نصیحت
کے ڈوز پلانے میں بدر الدین صاحب کا دمساز بن گیا تو اس

میں چک پیر اہوئی اور آخھ کار مان گئی۔۔۔ وہ دن طبیعت
بخش تھا جب اس نے قرآن ہاتھ پر رکھ کر تو بہ کی تھی۔۔۔ بدر الدین

صاحب نے اس دن ایک شاندار یاری دی تھی اور اسی یاری میں
یہ اعلان کیا گیا تھا کہ اب اس کو ٹھی پر صرف گانا جانا ہو گا۔۔۔

اوکچھ نہیں۔۔۔

”اس اعلان سے ان تمام لوگوں میں مایوسی کی لہر دوڑ گئی
تھی جو طبی بیتابی سے شستاد کے جوان ہونے کا انتظار کر رہے
تھے لیکن شستاد کی او اوز بھی اس کے سراپا سے کم دل کش ثابت

مگر ایسا نہیں ہوا۔ وہ یا تو لوٹ گئے تھے یا دروازے ہی پر میرے منتظر تھے۔

”بیٹھی جائے بنائے۔“ وحیدن شمشاد سے کہا۔

”ابھی ابھی بیکرا آزاد ہیں۔ کہو کیسی گذرو ہی ہے۔ کچھ کمزوری نظر آ رہی ہوا۔“

”اب کیا جوانی کوٹ کرتے گی۔ تم کہو۔ بھائی سے کیا گئے ہیں مرا ہی سمجھ لیا۔“

”پھر کیا ڈاک چلتا۔ اسے میں تو سمجھ رہا تھا کہ اب تا یہ تم لوگ بھجو ہجاؤ بھی نہیں۔“

”ہاں ہاں۔ ہم تو جاؤ رہیں۔ بس رہنے دو۔“

”ڈیرے کی پشت پر ایک چھوپداری ڈالی گئی تھی جس کا راستہ اسی ڈرے سے تھا۔ یہ گویا ان کا پرائیوٹ روم تھا شمشاد ہائے کا حکم سنکر اسی میں غائب ہو گئی تھی۔ پھر وہ چلتے اور بکھوؤں کی طرف را تھیں لئے طلوع ہوئی۔“

”آپ بھی بڑے ہی بیو فاہیں چاہیاں۔“ انکی ترجم آواز سے ڈیرے کی فضایاں جھوکار سی پیدا ہوئی۔ میں نے اسے لکھیوں سے دیکھا۔ پتہ نہیں کیوں اسے نظر جما کر دیکھنے میں بھی ہچکا ہر بڑ محسوس ہو رہی تھی۔

”اگر تھے خبر ہوتی کہ سعادت نہیں تھی جس کو یاد کیا کرتی ہے تو خط ضرور لکھتا۔ جیرت پہنچم لوگوں کو میں بتتے دنوں یاد رہا۔“

”ملا صاحب۔ آپ کو کون بھول سکتا ہے؟“ استاد نندو بولے۔

”کیوں۔ مجھ میں کیا سرخاب کا پرسے۔“

”اب یہ تو بتانا مشکل ہے۔ آپ ہی ہیئے بائی جی۔“

”کتنا زیادہ ان کا ذکر آتا رہتا تھا۔“

”نصف ہنٹہ باپوں میں گذر۔“ اب محفل کا وقت شروع ہونے والا تھا۔

”بھجو اجازت دو۔“

”کیوں۔“ وحیدن بولی ”کیا محفل میں شریک

میں نے سوالیں نظریوں سے انھیں گھورا۔

”خشن اور تصوف کا رشتہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔“

انھوں نے اٹھکھیلیاں کرنے کے انداز میں کیا۔ ”ہم اور آپ ابھی بوڑھے ہیں ہوشے ہیں۔“

”میرے سر میں اس وقت بڑا درد ہے۔ طبیعت گھٹ رہی ہے۔ اٹھیے۔“

”بپروہ اٹھیں جو مگر شاہ صاحب کو آجائے دیجئے۔“

”کیوں؟“

”بھی آپ تو اچانک بدرنگ سے ہو گئے۔ کیا جھسے کوئی تصور ہوا۔؟“

”میں زبردستی مسکرا یا۔“ نہیں نہیں۔ اسی کوئی بات نہیں۔ شاہ صاحب نہ جانے کتنی دریں میں کے ہم ابھی لوٹ آتے ہیں۔“

”آپ کا اصرار ہے تو چلیے۔“

صوفی عالمین کی اطلاع درست ہی ثابت ہوئی۔

شمالی رُخ پر لگے ہوئے ایک ڈرے سے ڈیرے میں وحیدن، شمشاد اور سازندے نظر آئے۔ ان سازندوں میں استاد نندرو تو میرے جانے پہنچنے تھے۔ باقی نئے تھے۔ محفل ابھی شروع نہیں ہوتی تھی اسی لئے بھیر طھاڑ سے واسطہ پیش نہیں آیا۔

”اوہ۔“ ملأ صاحب۔ زہرے نصیر ب

زہرے نصیر۔“ استاد نندرو آنکے بڑھ کر مجھ سے پیٹ کیتے چشم بدر دو۔ میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔“

وحیدن نے بڑی شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنے اسی مخصوص لہجے میں کہا جس میں لکھویت کا خاص رنگ دیوار پتک چلا آ رہا تھا۔

”ہائے اللہ۔ چاہیاں۔“ شمشاد چکتی ہوئی تکے بڑھی۔ وہ سچی لہجے ابھی تھی کہ جاگی جگہ کوئی شاعر ہتا تو تشبیہات کا دریا بہا تا چل جاتا۔

صوفی عالمین ڈیرے سے باہر ہی رہ گئے تھے۔

میں نے سمجھا تھا میرے تیچھے تیچھے اندر داخل ہوں گے

”ہمیں جناب۔ تفریح خارت ہو کر رہ جائے گی
آپ کے بغیر۔“
”اچھی لوٹ آؤں گا۔ لب سی تک جانا ہے۔“
”آخر کیوں۔ کھانا تو یہاں بھی تیار ہی ہے۔ ہوش
سے منگو ایسا ہے۔“
”بھوک اب کسے ہے۔ چائے ملک پھر طبعی ہوتی ہے۔“
”پھر لئنی دبیر میں آرے ہے ہیں۔؟“
”زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ۔“
بستی میں شیخ یامین کے طرف بھیجے بہر حال جانا تھا۔ ان سے
تعلقات ایسے ہی تھے کہ جب بھی پیر ان کلیر آنا ہوتا ان سے
کھاڑھی چھپتی۔ وہ بہت سی زمین جاندی اور مالکیں۔ حکام
میں رسوخ رکھتے ہیں۔ بندوں اور اسپوں کا لائسنس ٹالہوں پر ہے
ایک جیپ بھی ہے جو لئنی ہی بازی میرے کام آئی ہے۔ موجودہ
حالات میں ان سے ملاقات اور بھی ضروری تھی کیونکہ صوفی
ایمنڈشاہ کی ایک کارخانجہ کھجوری بھٹھیں آجلا تھا
اور اب بھی الگین کچھ پیش میزدیاں نہ کر لیتا تو مجھ سے زیادہ
امتن کرن ہو سکتا تھا۔

درگاہ سنتی کافاصلہ کھجور بھی ہنسیں۔ لب چن مزٹ کا
راستہ شیخ یامین کے ساتھ کھانا کھایا۔ باتیں کیں پھر حصہ وعدہ
گھنٹے بھر میں کوٹ آیا۔ درگاہ کے باہر والے میدان کی روشنی
شباب کی طرف قدم بڑھا رہی تھی۔ زنان عاشقان اطیاء
نے سورچ سنبھال لئے تھے۔ طبلوں کی تھاپ، پامونکی جنگنکار
اور ہارہونیم پر گھٹے ہوئے غمیوں کی تاؤں سے ایک سماں بدھنے
چاہا تھا۔

یہ شاہ صاحب کا ڈیر اگرچہ تھا تو اسی میدان میں مگر
ایک گوشے میں ہونے کی وجہ سے الگ تھلک ساختا۔ میں
داخل پڑا تو صوفی اور شاہ دلوں موج دملے۔ شاہ حصار مصلی
پر مشیجہ شیخ ہمارے تھے۔ صوفی صاحب کسی سوچ میں گم تھے۔
”آئیے۔ جب تک شاہ صاحب فارغ ہوں اندر
بیٹھیں گے۔“ صوفی صاحب نے آہستہ سے کہا۔ ”یہاں بتیں کہ۔

”نہیں ہو گے؟“
”ہوں گا مگر دیر میں۔ تھا رات اورات بھر کا دھنڈا۔“
”باکل نہیں۔ میں تو فقط مرتبت پوری کرنے آگئی
ہوں۔ بہت سے بہت بارہ بجے تک محفل جمعی۔“
”پھر میں گیا رہ کے قریب آؤں گا۔“ ویسے یہ تو
تمہیں معلوم ہی ہے کہ تھیں ایشنا دو تماشا تیوں کی پیاسی
نظرروں کا شناسنیتے دیکھنا بھل پسند نہیں ہے۔“
”اڑے نہے۔ یہ دنیا ہے۔ یہاں پیاس ہی
پیاس ہے۔ اب ہزار چڑھے کھا کر بیانج کو تو جانے
سے رہی۔“

”محاورات میں تم سے میں نہ جنت سکوں گا۔“ اجھا
آؤں گا ضرور۔ شنشاد نے کیا کچھ سیکھا ہے یہ بھی تو دیکھنا
ہے۔“
”بایہر صوفی حباب ملے مگر دروازے سے کافی فاصلہ پر
می منتظر میرے ہی تھے مگر کسی وجہ سے ڈبیر کے قریب
نہیں ٹکڑے تھے۔

”تجھے، آپ اندر کیوں نہیں چلے۔“ میں لوحجا۔
”ایک مرتبہ استاد نزدیک میرے میری جھوپ ہو گئی تھی
بات۔ اتنی بڑھی کہ میں نے آنا جانا چھوڑ دیا۔ اب ترک
تعلقات کے بعد کس منحصے جاتا۔“
”ہوں۔“ چلتے اب کہر چلانے ہے۔
”اپنے ہی ڈبیر میں چلتے ہیں۔ شاہ حصار منتظر
ہوں گے۔“

شاہ صاحب واقعی منتظر تھے۔ ان پر نظر
ڑستہ ہی پھر وہی خیال میرے ذہن میں کھلا کر اٹھیں گے
دیکھا ہڑور ہے۔
”یہاں چلتے تھے آپ لوگ۔“ انھوں نے دوستانے
لہجے میں شکایت کی۔

”میں یوں ہی۔ اب ساتھ ہی چلیں گے۔“ صوفی
غمگین فرش پر مشیجہ ہوئے گئے۔
”میں پھر دیر کے لئے اجازت چاہیوں گا۔“ میں کہا۔

ہمیں لکھنا۔ قلم آپ کا ہو گا مگر نام کسی اور کا۔
”ایسی سچی وہ باتیں میری سچی میں نہیں آتیں۔
آپ حکم دیتے جائیے میں تسلیم کرتا جاؤں گا۔“

”زندہ باد۔ مجھے پیر و مرشد سے ایسی ہی ایسی تھی۔“
وہ آناؤ فاناً ایک سادہ کاغذ اور قلم اٹھالا۔
پھر جو ہے تمہر کیا ہو ایک خط نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔
”اسے لفظ بلفظ نقل کر دیجئے۔ بس اتنا استھان
کرنے ہے کہ جنم اور سین وغیرہ کے دائروں کے سڑکوں گل گھنڈی
کی شکل میں موڑ دینے ہے۔“

انھوں نے کاغذ پر نہیں بن کر دکھلایا۔
”جادو معلوم ہوتا ہے۔“ میں نے بچوں کی طرح استجواب
کا انہیں کیا۔

”دیکھتے جائیے۔ وہ لطف آئے گا کہ آپ مت
تک بھلا نہیں سکیں گے۔“

میں نے اطہیان سے خط کی تھیں کھولیں۔ یہ گواہ مسوہ
تھا جسے نقل کرنے کی طبیعت میں سپرد کی تھی پیر و میر
کی روشنی میں اسے پڑھا۔ تحریر تھا۔

وہ جو دن باقی!

میرا خاطر دیکھ کر تم چونکی کہ میں یہاں کہاں۔
نہ پڑھوایک لمبا معاہدہ ہنسا ہے۔ تفصیل زبانی بتاؤ نکا
اس وقت تھا کہ لے آرڈر بس ہے کہ آج ہی ٹھیک
تین بجے شب تم شمشاد کو ساختے گرہن کے سب سے قریبی
پل کے پاس پہنچو۔ یہاں تھیں میسی ملے گی جس میں میرا آدمی
موجود ہو گا۔ وہ تھیں مجھ تک پہنچا دے گا۔ میسی میں
بیٹھو وقت کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ بس اتنا کہنا
ہم آگئے ہیں۔ جواب ملے گا۔ میرا انھوں پر۔

اس سے زیادہ لکھنے کا موقع نہیں۔ یہ تو میں تصور
بھی نہیں کر سکتا کہ تم حکم عدالتی کی جرأت کر سکو گی۔
ضرورت سمجھو تو استاذ نذر و کبھی ساختا سکتی ہو۔ میری
طرف سے اجازت ہے۔

تمہارا پرانا بھی خواہ یسین مرازا۔

سے ان کی بجادت میں خلل واقع ہو گا۔“
اندر سے مراد ان کی اوہ حصہ تھا جسے گوشہ خلوت کی شکل
دے لی گئی تھی۔ یہاں درجی بھی ہوتی تھی۔ یہم دلوں اس پر
بیٹھ گئے۔

”دیکھ لیا آئے۔“ صوفی صاحب سرگوشی کے
انداز میں پڑے۔ ”شمشاد کیا چیز بن گئی ہے۔“

”مجھے تیرت چھوٹی صاحب۔ آپ کیا تھی جلدی
علم کیسے پڑ گیا کہ وحید ان آئی ہوئی ہے۔“

”حضور اتنا بھی ناہیں نہ سمجھتے۔ تصرفاتِ حادی
کیا اتنا بھی فائدہ نہ دیں گے۔“

میری ٹھوڑی میں شعلہ سالیکا۔ وہ کتنے اطہیان
سے مجھ سے فصیری ڈیوبٹ تصور کئے جا رہے تھے۔

”کیا شمشاد کو بھی آپ نے تصرف ہی کی گئی تھے دیکھا
ہے؟“ اب تکلفات کے پردے اٹھ جانے چاہیں۔

”ضرور اٹھیں گے۔ آپ مدد کریں تو یہ ہیرا پچڑ
سے نکلنے تاج کی زینت بن سکتا ہے۔“

”یہ تو آپ جانتے ہی ہیں میں اس کا چھپا ہوں۔“

”یہاں جا نا خوشکوار تھا۔
لیدنیا جانتا ہوں۔“ مگر یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ
رشته بس نام چارے کا ہے۔ چھوڑتے ہیں مکار کھلے ہے
ان بالوں میں۔“

”ہوں۔ تو کس قسم کی مدد کی توقع آپ مجھ سے
رکھتے ہیں؟“

”ایک اسکم سوچی ہے۔ بہت سادہ گل پچپت
ارشاد ہو۔“

”آپ ایک خطِ الحمدیں۔ لکھ کر وہی دن باقی تک
بہنخانا بھی آپ کے ذمے۔ تب پھر دیکھتے پرده غیب سے
لکھا ٹھوڑ میرا آتا ہے۔“

”خطِ کس قسم کا۔ مجھے جو کچھ کہلانا ہے زبانی ہی
جو کہلانا یجھے۔“

”لا اھل بھگا۔ خط در اھل آپ کو اپنی طرف سے

ڈیرے کے درمیے جھٹکی طرف بڑھے۔ پھر چند منٹ بعد باہر جاتے نظر آئے۔ میں اُٹھنے ہی کا ارادہ کر رہا تھا کہ شاہ قندلی مصلحت سے اُٹھ کر پاس آبیٹھے۔

”کیا حجج ہے اگر آپ کچھ دیر سولیں۔“ انھوں نے مشقانہ انداز میں شورہ دیا۔ ”رات تو جاگ ہی کھانی ہے۔ زنگ بارہ بجے سے پہلے نہیں آئے گا۔“

”میں نے گوارہ بجے ملنے کا وحدن سے وعدہ کیا ہے۔ سونے کے لئے ہمارے دربار میں کون آتی ہے۔“ ”اچی چھوڑتے ہیں۔“ تم کچھ دیر طبریزی نیست کے بعض طائف پر گفتگو کریں گے۔ آپ تو ما شار اللہ تھے ہم سے طاق ہیں۔“

”مود کی بات ہے۔“ مود ہوتا دس گھنٹے بھی ہر قسم کے طائف پر جھک کاری جاسکتی ہے۔ اب یہ وقت تو کھلی فہنمیں سالش لینے کا ہے۔ جلتے ساتھ چلیں۔“ میں اُٹھنے لگا۔ مگر وہ دیوار بن گر جائی ہو گئے۔ انداز ٹھلی مراحت کا تھا۔

”اوہ۔“ کیا میں اپنے آپ کو قیدی سمجھوں۔؟“ اب ان کے چہرے کی ترمی درشتی میں تبدیل ہو گئی۔ ”بھی سمجھو پر خود ار۔ رات تھیں یہیں گذا رہی ہے۔“

یہ کہتے ہوئے ان کا ہاتھ دھیلی دھاٹی تھیں کا اندر گیا اور روپوں کی سماں تھیں۔

”یہ شور بالکل نہیں چاتا۔“ وہ روپوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی عادی جنم کے انداز میں بوئے دیے ہیں تھا اور الگ بھی بڑی آسامی سے گھوٹ سکتا ہوں۔ خاموشی سے لیٹ جاؤ۔“

”اپے گئے۔“ میں نے شدید قسم کی خوفزدگی کا مظاہرہ کیا۔ ”خدا کئے اسے جیب میں رکھ لجھتے۔“

”تم شاہ قندلی کو بیو قوت نہیں بناسکتے۔“ سعادتمند پھول کی طرح سو جاؤ۔ صبح تک کی قیدی ہے۔ بس۔“

”باقی دار۔“

یہ خط میرے لئے معہ کیونکرہ ہوتا۔ لیکن حزا کون ہے کیا ہے یہ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا۔ اس کے حکم پر وحیدن ششاد سمیت رات کے تین بجے ٹھنچی چلی جائیں گے۔

”کا حرج ہے صوفی صاحب۔“ اگر یہی خط وحیدن کے ۱۹۱۶ء کے تاریخ سے ہے ہی نہیں۔“

”آپ ان باریکوں میں نہ پڑئے۔“ تقل کر دینے میں آپ کا کچھ بلطف تاہمیں۔“

”بگڑنا اور بننا تو قسمت کے حکیم ہیں۔“ میں معلوم

کرنا چاہتا ہوں کہ اس درود سری کا کچھ حاصل بھی ہو گا۔“

”زکیسے ہو گا۔“ آپ دیکھتے جائیے۔ خط آپ ہی

لے کر جاتیں گے اور اس کا درد عمل بھی آپ دیکھیں گے۔“

”تو کیا واقعی بیسی کا انتظام کر لے گایا ہے۔“

”اچی کہاں کی بیسی۔“ یہ تو ایک دھیپ مذاق ہے۔ اب تریادہ نہ کر دیتے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ رہتی رہیں گے۔ جو بھی ہونا ہے آپ کے سامنے ہی ہو گا۔ چلے گئے۔“

میں نے تعلیم کی۔ دائروں کے سروں کی ھنڈیاں بنانے والی بات صوفی صاحب نے پھر دہزادی تھی اور دیکھتے بھی جا رہی ہے تھک کہ میں حربی رضی لعقل کر رہا ہوں یا نہیں۔ پوری تقل کے بعد انھوں نے دونین جگہ قتل ملوایا۔ مقصود گھنڈیوں کو اپنی مرضی کے مطابق بنوانا تھا۔

”اب فرمائیے۔“ کتنی دیر میں اسے وحیدن تک لے چکا ہے۔ یہ بھی دھماحت کر دیجئے کہ کیا کہہ کر یہ جو اے کیا جائے۔؟“

”ابھی عرض کرتا ہوں۔“ صوفی صاحب نے اصل اور تقل دونوں داسکرٹ کی اندر ورنی جرب میں رکھتے ہوئے کہا۔ ”وہ مذہب میں آیا۔“ وہ اُٹھ کر جانے لگے۔ میں بھی اٹھا۔

”اپ ذرا اٹھیریں۔“ یہ کہتے ہوئے وہ

مولانا مودودی کی محدث

مولانا سید ابوالا علی مودودی کا یہ معمول ہے کہ وہ نمازِ عصر کے بعد سے غربت تک فامِ طلاقات کیلئے باہر بیٹھتے ہیں۔ اُس وقت ہر شخص مولانا سے بلاروک ٹوک مل سکتا ہے اور جو بات چاہے ان سے پوچھ سکتا ہے۔ اسی مجلس کے سوال و جواب لاہور کا ہفت روزہ "ائین" اپنے صفحات میں پیش کرتا رہے۔ — قارئین بھی بھی ان سے لطف اندوڑ ہوں۔

(۱۱۴۸)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایک صاحب نے سوال کیا: "مولانا! وضو کی حالت میں سکریٹ پینا کیسا ہے؟"
 مولانا نے فسر ملا: "کوئی حرج نہیں۔ وضو میں ٹوٹنا البتہ نماز سے پہلے کلی کر کے منہ کو اچھی طرح صاف کر دینا چاہیے تاکہ سکریٹ کی بوتاقی نہ رہے۔"
 سائل نے دوبارہ کہا: "اور خود سکریٹ کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟"
 "تسن ناپسندیدہ ہے۔" مولانا نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: "چو لوگ اس کو حرام قرار دیتے ہیں وہ اس کے لئے کوئی مضبوط دلیل نہیں لاتے۔" دیسے اللہ میریاں نے آپ کے لئے پاک صاف ہونا ہی ہے۔ آپ خواہ جنواہ اسے چھوڑ کر سکریٹ پیتے ہیں۔"

ایک صاحب نے چند پسلیں لاکر بطور تخفہ مولانا کو دیں۔ ان پسلیوں کے سروں پر ایک ایک چھوٹا ٹھنڈا بندھا ہوا تھا۔ ان صاحب نے بتایا کہ ہمارے ایک

نشانے سر نماز پڑھنے کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا نے فرمایا
 "یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نشانے سر نماز پڑھی ہوئکن اخنوں نے کبھی حکم نہیں دیا کہ نشانے سر نماز پڑھنا نہ ہے اس لئے یہ لازم نہیں کہ نماز پڑھتے وقت ضرور ہی سر ڈھانکا جائے نشانے سر پڑھنا ادیک خلاف ہے۔ البتہ اس معلمے میں تشدد کرنا جائز نہیں۔"

چھپر فرمایا
 دراصل سر کو ڈھانکنا ہماری تہذیب کا جزو تھا۔ آئی سے تقریباً بیس سال پہلے عام سلان افغان اس طرح نشانے پھر اکثر تھے جس طرح ان دونوں پھرتے ہیں۔ بنگوں کے ساتھ نشانے سر جانا سو را دیکھا جانا تھا مجھے یاد ہوں کہ میں کبھی نشانے سر کو ٹھر کر کھلوہوں لیکن اسی اتواعده کی دوسرا سیہ۔

دہاں تیکیاں بھی نئے ماذل کی کیڑہ لکھ لپٹی ہیں۔ ادھر سال ختم ہونے کو آیا، اور ادھر عرب نے نئی کارخانیی اسی طرح کویت میں بعض اسکوں کی بھی ایسی شاندار سازائیں ہیں کہ ہمارے ہاں یونیورسٹی کو بھی اسی عمارت نصیب نہیں۔“

ایک صاحب نے پوچھا ”مولانا! کویت شروع سے ہی علیحدہ ہے یا پہلے کسی کے زیر سلطنت رہا؟“
مولانا نے فرمایا ”دو عثمانیہ میں تو کوئی کے ماتحت رہا۔ اب برتاؤنسی کے زیر حفاظت ہے۔ تسلیم کی دریافت سے پہلے ان لوگوں کی حالت بہت بدتر تھی۔ مگر وہ لوگ اپنی حالت کو چھپاتے ہیں بلکہ اس دور کی چیزیں انہوں نے اپنے میوزم میں رکھ رکھی ہیں۔ ادا باہر سے آئے والے لوگوں کو دھکھاتے ہیں۔“

ایک صاحب نے پوچھا : مولانا! کیا آپ فتحی مسائل میں شریعت کے ساتھ امام ال جنینؑ کے مسلک پر عمل پر اہوتے ہیں یا محض اپنی تحقیق پر بھروسہ کرتے ہیں؟“

مولانا نے فرمایا ”جن مسائل میں اپنی تحقیق پر مطمئن ہوتا ہوں اس پر عمل کرتا ہوں اور جن مسائل کے بارے میں تحقیق ہیں کہ کتنا یا مطمئن نہیں ہوتا، تو امام صاحب کے مسلک پر عمل پر اہوتا ہو۔

ایک صاحب کا سوال تھا : ”مولانا! ایک ایسے فعل کو جو مستحب ہو، اگر واجب کا درجہ دیا جائے تو کیا یہ بعثت ہوگی؟“
”جی ہاں بالکل بعثت ہوگی۔“ مولانا نے جواب دیا۔

تعویذ کے جائز و ناجائز ہونے کے بارے میں ایک صاحب نے سوال کیا تو مولانا نے جواب میں فرمایا ”تعویذ جائز بھی ہے اور ناجائز بھی۔“

عزیز دوست کویت سے لائے ہیں۔ مولانا نے پوچھا ”مگر اس گھنگڑا کا کس مقصد ہے؟“

وہ صاحب نے بتا سکے۔ حاضرین مجلس میں سے اور بھی کوئی اس کی توجیہ نہ کر سکا۔ — البته کویت کے متعلق باقاعدے تھے تکیں مختلف حضرات نے چند سوالات دریافت کئے جن کے جواب میں مولانا نے فرمہ بیاہ۔

کویت ایک مکمل STATE ہے
مولانا کی فی کس آمدی، امریکہ کی فی کس آمدی سے عجمی زیادہ ہے۔ ان لوگوں کی زندگی میں عجیب انقلاب پیا ہوا ہے۔ گذشتہ چند برسوں میں دولت کی ریل پیل میں بے حد اضافہ ہو اسے ان کی کوشش ہے کہ دولت کو اپنے ملک میں زیادہ سے زیادہ پھیلا دیا جائے۔ چنانچہ یہ آپ دیکھا رہے تھے بیداروں سے اشتہانی کی اس قیمت پر خریدتے ہیں تاکہ انھیں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو سکے۔ کویت میں بچوں کو اعلیٰ مدارج تک مفت تعلیم دی جاتی ہے بلکہ اسے کپڑے اور اسکوں میں عجیل وغیرہ بھی دیتے جاتے ہیں کسی طالب علم کو اعلیٰ تعلیم کی پڑھیجیں تو نہ صرف اسے ذمیفہ دیا جاتا ہے بلکہ اس کے والدین کو بھی ذمیفہ ملتا ہے۔ تنہ اہل بھی بہت زیادہ ہیں۔ ایک عام کائنات کی تنخواہ تقریباً لا سو روپیے سے شروع ہوتی ہے۔ دولت کی ریل پیل کا تجھی بھی ہے کہ کوئی شہر میں قلعہ بیسا چالیس ہزار موڑ کا ریس موجود ہے اور یہ اس زمانے میں بات ہے جبکہ میں دہاں گیا تھا، اب تو ان کی تعاد اور بھی زیادہ ہو گی۔ — مشکل سے کوئی آزمی بیوگا جس کے پاس موڑ کارنے ہو۔ عربوں کو کار رکھنے کا اس تدریجی سے کہ بعض اوقات عرب خود تو خیے میں رہتا ہے لیکن کار ضرور رکھتا ہے کئی مقامات پر آپ خیے لے ہوئے انہوں کے فریب کار رکھری ہیڈی دیکھیں گے۔ اور کار بھی نئے ماذل کو ہوئی

اے کیا کچھ حاصل پہ سکتا ہے۔ اور اولاد کو معلوم ہے کہ ماں پاپ جمل بیس تو انہیں کتنے ہزار ڈالر یا پینٹریل سکتے ہیں۔ لذتستہ دلوں ایک خادم کی تفصیلات دے ماں کے اخبارات میں آئی تھیں کہیے نے اپنی والدہ کی انشورنس پالیسی کی قسم حاصل کرنے کے لئے اس پڑائی جہاز میں شام کم رکھ دیا، جس سے دہ سفر کر رہی تھی۔ بھی پھٹا اور اس کی والدہ کے ساتھ ۵۲۵ دلار کے نفوس بھی موت کے گھاٹ اتر گئے۔ یعنی اس طرح والدین کی زندگی کی نسبت ان کی موت زیادہ عزیز ہو جاتی ہے کہ کب خیم ہوں اور وہ پیسے ان کے ہاتھ لے گئے۔

ایم اے کے ایک طال علم کو شکایت تھی کہ انہیں کئی دلوں سے اپنے ایک خط کا جواب نہیں ملا۔ مولانا نے فرمایا۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ ایک ماہ کی ڈاک میں تھریاً تین سو سارے حصے میں سو خطوط آتے ہیں۔ بعض حضرات تو بیس بیس، چھیس پچھیں سوالات کی فہرست بھیج دیتے ہیں، ایسی صورت میں اتنے بہت سے خطوط اس تقسیرات کے جوابات میں تاثیر ہو جائے تو تجویز کیوں؟

ایک صاحب نے عید میلاد النبی کے یارے میں دریافت کیا تو مولانا نے فرمایا:

”بنی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد خلفائے راشدین کے تیس برسوں میں بھی ایسی کوئی مثال موجود نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا ادفات کا دن منانے کا کوئی انتہام کیا گیا ہو۔ کوئی نہ تو امنانے کا نزدیک سے کوئی ثبوت ہی نہیں۔ آج اے ایک نہ بھی کام سمجھ گرلا کھوں روپیہ صرف کیا جا رہا ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ چراخاں کے موقع پر لا کھوں کے ہجوم میں عورتیں بھی شدیک ہو جاتی ہیں۔ اور اس

”مولانا بادہ کیسے ہے؟“ مسائل نے دوبارہ کہا۔

مولانا نے فرمایا۔

”تعویذ میں اگر اللہ تعالیٰ کا نام ہو، اس کا کلام ہو یا اللہ تعالیٰ سے مردانگی کی ہو تو ایسا تعویذ جائز ہے۔ ورنہ نہیں۔“

ایک صاحب کہہ رہے تھے ”مولانا مغربی ملک ہیں خاندانی منصوبہ بندی جیسی یا توں کے لئے تو مکر امداد دیتے ہیں لیکن کام کی امداد کوئی نہیں دیتے۔“

مولانا نے فرمایا ”اسی سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ مالک کہاں تک آپ کے خیروں ہیں۔“

خاندانی منصوبہ بندی کا ذکر کیا تو ایک اور صاحب نے دریافت کیا۔ ”مولانا کیا آپ بیشنا کا کوئی جواز کسی صورت میں ممکن ہے؟“

مولانا نے فرمایا ”اس کا کوئی جواز کسی صورت میں نہیں ہے۔ سو اے ایک صورت کے کہ کوئی دیانتدار ڈاکٹر پوری ذمہ داری سے بتا دے کہ عمل تحریر کی صحت میں جان کا خطرہ لا جائی ہوگا، اس ایک انتہائی صورت کو بھجوڑ کر رائج العمل طریقے میں اس کا کوئی جواز نہ سے سہے ہی نہیں۔“

انشورنس میں کیا قباحت ہے؟ ایک صاحب کا سوال تھا۔

مولانا نے فرمایا ”در اصل ہمارے ہاں بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ عالم انشورنس کی برادری کس طرح خاندان محبت و شفقت کے جذبات سے حروم ہوتے چلتے ہیں اور کس طرح یہ چیز دلوں کو یکاگرت سے خالی کر دیتی ہے۔ آج اس تحدت کی وجہ سے امریکہ دیورپ میں نت نئے فتنے الٹھ رہے ہیں۔ یہوی جانتی ہے کہ شوہر کی موت کی صورت میں

اگلا جاتا ہے اور انھیں گالیاں دی جاتی ہیں۔ وہ تقضیلات بیان کرتے رہے اور مولانا پچھے نہیں رہے۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکے تو مولانا نے فرمایا: ”کیا مصلحتی ہے۔ کرتے ہیں تو کرنے دیجئے“ وہ صاحب کہنے لگے: ”لیکن یہیں ایسی باتیں سفر بہت دکھ ہوتا ہے“
 مولانا نے سکراتے ہوئے جواب دیا:
 ”تو ایسی باتیں نہ سنائیجئے“

آوار کی شام، کسی خط کا ذکر ہو رہا تھا۔ جو لاہور سے باہر کہیں بھیجا گیا تھا متعلقہ صاحب کہنے لگے
 ”آج انھیں مل گیا ہو گا“
 ”آج کیسے مل گیا ہو گا“ مولانا نے فرمائے لگے ”آج تو آوار ہے“

”جی ہاں! آوار کو ڈاک تقسیم نہیں ہوتی۔“ وہ صاحب کہنے لگے۔ مولانا نے دوبارہ فرمایا: ”انگریز کے زمانے میں بھی ESSENTIAL SERVICES میں آوار کے روڑ کام بند ہیں ہوتا تھا۔ لیکن انگریز کے رخصت ہونے کے بعد آوار کا احترام شاید زیادہ ہو گیا ہے“

چھپی کا ذکر جلا تو مولانا نے فرمایا: ”متحدة بند دستانا میں ریاست حیدر آباد میں اور دیگر مسلمان ریاستوں بہراں اور کراچی میں بھوپال دیگرہ میں جو کسے روڑ تعطیل ہوتی تھی۔ یہودیوں نے اسے اسیل سے قیام کے بعد اول روز سے ہی عربانی زبان کو سرکاری زبان اور ہفتے کو یہ تم تعطیل تھا دیا۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ جس سملاؤں کا، ہفتہ بھوپولوں کا اور آوار عیسائیوں کا دن ہے۔ اب انگریزی کیم مسلمانوں سے پوچھئے کہ تم آوار کی چھپی کیوں کرتے ہو تو ہمہ کسے نئے شرم سے ڈوب مرنے کا مست ام ہے“

مورقع پر غنڈہ گردی کی یہ تین مثالیں سامنے آتی ہیں۔ آخر اسلام میں اس سب کچھ کی کہاں احاجات ہے ہے ہے۔ اگر کسی کو یہ کام کرنا بھی ہو تو کسی خاص دن کے تعین کے بغیر عزت و احترام کے ساتھ کرے عقیدت رسول کا نام لے کر کوئی تھواڑ اس طرح منانہ شریعت اسلامی میں کوئی چوارہ نہیں رکھتا۔ ایک اور صاحب نے کہا ہے بعض حضرات قرآن پاک سے عبد میلاد کا پیش استدلال کرتے ہیں۔ وذکرِ فی الکتاب ابراہیم..... مولانا نے فرمایا: ”ذکر سے کون منع کرتا ہے اور کیا اس کے لئے ایک خاص دن ہی مقرر کرنا ضروری ہے؟ پھر سے ایک تھواڑی صورت میں بدعنوں سے ملوث کرنے کی اجازت کیوں کر دی جاسکتی ہے؟“

تفہیمِ افتدر آن کے بھالی زبان میں ترجمہ کے پارے میں ایک صاحب نے پوچھا کہ یہ کہاں تک مکمل ہو چکا ہے؟ مولانا نے فرمایا: ”غالب اسات پارے عمل ہو گئے ہیں۔“ ”مولانا! تفہیمِ القرآن کی پانچیں جملہ تک عمل ہو جائے گی؟“ ایک اور صاحب نے پوچھا ”چھ نہیں کہا جا سکتا کہ تک مکمل ہو گی۔ خدا سے دعا کرتا ہوں کہ دنالناس تک زندہ رکھے۔“ مولانا نے فرمایا

لاہور سے باہر کے کسی مقام سے ایک صاحب آتے ہوئے تھے وہ اپنے علاقے میں ہوئے والے کچھ حلسوں کا حال بیان کرتے ہوئے بتائے لگے کہ ان میں کس طرح مولانا کے خلاف زبر

پونا چاہئے؟

ایک صاحب نے توعیز کے بارے میں کوئی سوال کیا
مولانا نے فرمایا:
”میں اس فن سے نایاب ہوں۔ توعیز اگر تجربے سے
ضد شایستہ ہو تو کر لیں۔ بشرطیک توعیز میں غیر اللہ سے
بدرنہی کی ہو۔ اللہ سے مدد مانگی کی ہو اور کلام اللہ میں
تحریفیں، نہ کی کی ہو۔“

دو سو اس کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک صاحب
نے پوچھا:
”مولانا! انسان کے دل میں بعض اوقات طرح
طرح کے دسواس آتے ہیں ان میں سے بعض بُرے بھی
ہوتے ہیں۔ کیا ان کی بنتیا در پر اس کی گرفت
ہوگی؟“
مولانا نے جواب دیا ”دو سو اس جب تک دل میں
جم نہ جائے اور اس کی بنتیا در پر انسان کوئی کام نہ
کرے۔ اس وقت تک نہیں پکڑا جائے گا۔“

ایک صاحب نے پوچھا: کہ قرآن میں فرمایا گیا
ہے کہ هو الذی خلقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فَقَ
سْتَدَّ ایتَهُ شَوَّاستَوْیَ عَلَى الْعَرْشِ
اللَّهُ اس کے علاوہ قرآن پاک میں ہمیاہ بھی آیا ہے کہ
اذ اس اد شیئاً ان يقُولُ لِهِ کُنْ فَيَكُونُ
تو کیا ان دونوں آیات میں تفاہ نہیں ہے؟

مولانا نے اس کے جواب میں ان صاحب سے
ٹرے شکفتہ انداز میں پوچھا:
”اپ جس شکل صورت اور ذیلِ دُول میں اب
نظر آ رہے ہیں کیا پیدائش کے وقت اسی صورت
میں تھے؟“

گفتگو میں ایک علم کا تذکرہ ہوا جس کا اشتہار
اسی روز پاکستان تاکریں آیا تھا۔ مولانا نے فرمایا:
”اس علم کا صفت ایک بپروردی ہے۔ اس میں
حضرت موسیٰؑ کی زندگی پیش کی گئی ہے۔ کسی سخن کے
اکھڑ کو حضرت موسیٰؑ بنایا گیا ہے۔ وہ کوہ طور پر
خداء مخاطب ہوتا ہے اور ”حذا“ اس کا جواب
دیتا ہے۔ جو شخص ”حذا“ بن کر پروردے کے پیچے سے
موسیٰؑ کا جواب ریتا ہے وہ بھی کوئی سخراہی ہے۔
عہ پروردہ علم ہے کہ گذشتہ آٹھ سال سے کسی
سینما کی سہت نہیں پڑھی تھی کہ وہ اس کی نمائش
کرے۔ — یورپ اور امریکہ میں تو یغیرہ زیں
اور اس خود خدا کی تصویریں اور مجسمے بنائے
جائے گے ہیں — معاذ اللہ۔“

ایک صاحب نے حقیقت کے بارے میں پوچھا کہ پینا
چاہیے یا نہیں؟ مولانا نے فرمایا:
”جن کاموں سے شریعت نے منع نہیں کی
ان کے بارے میں زیادہ کریں نہیں کرنی چاہیے۔ شراب کے
تودا ضع طور پر حرام کیا گیا ہے اب مزید چیزوں کے
بارے میں کریں کر کے آپ ممنوعات کی فہرست میں
اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے گناہوں
میں بھی اضافہ کریں گے۔ کوئی غیصہ شبہ کی بنیاد
پر نہیں کیا جاسکتا۔ حقیقت کی حرمت کا کوئی واضح
ثبوت نہ تجوہ نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ کراہت
کا پہلو نکالا جاسکتا ہے۔“

خواہوں کا ذکر آیا تو مولانا نے فرمایا:
”خواہوں پر سائل شرعیہ کا غیصہ نہیں کرتا چاہیے
ایسے سائل تو حالت بیداری میں طے کرنے چاہیں
بعض اوقات انسان کو ایسے خواب آتے
ہیں کہ وہ حسیران رہ جاتا ہے مگر ان پر مدار نہیں
لے۔“

وہ گاڑھی کے کرایوں سے لے کر انہم ٹیکس اور طرح طرح کے معاملات تک میں ہوں تین مہیا کرنے اور اسی طرح طرح کے الاڈنسن کی رعایات دے رہے ہیں میں سہ نو تین دے کر اور رعایات مہیا کر کے افزاں شش لش کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ بعض جگہ تو کسی کو پرچھ کرنا تو وہ کامشوہ تک دینا قاتماً منزوع ہے حتیٰ کہ کوئی داکٹر بھی ایسا مشوہہ نہیں دے سکتا۔ لیکن حالت یہ ہے کہ سویڈن میں جن ادویات کے استعمال پر پابندی ہے، وہ پاکستان کو بھی جا رہی ہیں کفر اپنی آبادی میں کمی کر دو۔

بدعہت کیا ہے؟ معہدیت کے رد میں ایک عظیم کتاب۔ قیمت مجلد — تین روپے۔
الشرف | احادیث تھوفت کی معرفت پر مولانا اشرف علیؒ کی معروف کتاب۔ قیمت — بارہ روپے۔
حکایاتِ ولیاں | تالیف مولانا اشرف علیؒ۔ اس کتاب میں شاہ ولی اللہ اور انکے خاندان کے بزرگوں اور علمائے دو بند کے اکابر علماء کی حکایات اور حالات و کوائف جمع کئے گئے ہیں۔ مجلد چھروپیے اپنے حقیقت | جماعت اسلامی پر کئے گئے اعتراضات کے مدلول و شافی جوابات۔ قیمت — ڈیڑھ روپیے

تجھی حاصل مطالعہ نمبر ۶۴

اب بھی مل سکتا ہے۔ قیمت سارے تین روپے تجھی کے نئے بننے والے خریدار اسے صرف تین روپے میں طلب کر سکتے ہیں۔ منیجر مکتبہ تجھی۔ دلیوبند۔ (لیوپی)

انہوں نے جواب دیا: ”نهیں“

مولانا نے فرمایا:

”گویا آپ حسین وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا کئے گئے تو پیداں الش کی ابتدائی شکل سے لیکر اب تک ان بچپس تیس سالوں میں آپ کا بتدریج ارتقا ہوا ہے۔“

وہ کہنے لگے دس سو چھپیا۔

خاندانی منصوبہ بندی کا کامبینڈ ہاتھا۔ ایک طالب علم نے کہا ”خاندانی منصوبہ بندی کے حامی کہتے ہیں کہ ہم بچوں کی پیداں الش پر بالکل پابندی عائد نہیں کرتے، بلکہ بچوں کی پیداں الش کے دریافت طوریں وقفہ دینا چاہتے ہیں“

مولانا نے فرمایا:-

”اصل بات یہ ہے کہ حب آپ لوگوں میں ایک روحانی پیدا کر دیتے ہیں تو پھر آپ اس کی کوئی حد مقرر نہیں کر سکتے۔ لوگ پابند نہیں کہ اس روحانی کے پیدا ہو جانے کے بعد آپ ہی کی ہدایات کی مانیتی کریں اور خلوص اس روحانی کے اثرات کو غالب نہ آئے دیں۔ ایک تیر کمان سے بھل جانے کے بعد واپس نہیں لایا جا سکتا۔ حب آپ لوگوں میں یہ روحانی پیدا کر دیتے ہیں کہم بچ پیدا کر فنا کر تھارا معاشر زندگی بسند ہو تو پھر وہ اپنے ذہنوں میں معاشر زندگی کے خاص تصورات بتاتے چلے جاتے ہیں، اور یہ بات ان کی مرضی پر موجود ہو جاتی ہے کہ وہ کتنے بچے پیدا کریں یا اگر جا ہیں تو بالحل ہی نہ کریں تاکہ ”معیا زندگی“ بسند ہو۔ یورپ والے اس تینوں بچے کے ہاتھوں سرپیٹ ہے ہیں۔ ہمیں ان کی تینوں سے سبق حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آج فتح الش عالیے پورا زور لگا رہے ہیں کہ لوگوں میں بچوں کی پیداں الش کو روکنے کا جو رجحان جڑیں پکڑھکا ہے اسے ختم کیا جائے۔ اس کے لئے

شمس نوید عثمانی

کھڑے مہ کھو ملے

علم کلام، تاریخ، عمرانیات، سیرت اور نفیات۔ ہر شمر کی علمی چاشنی سے یہ کتاب الامال ہے ملزماً استدلال میں سمجھدی گئی ہے۔ مواد میں تحقیقی چاذبیت ہے۔ زبان و بیان میں ادبیت اور شگفتگی ہے۔ خاص بات یہ کہ جنبش قلم میں جنبش دل کی آواز سنائی دیتی ہے اور صاف محسوس ہوتا ہے کہ لکھنے والا ایک اونچے مقصد حیات کے لئے خود بھی یہ چین ہے اور وہ سروں کو بھی یہ چین دیکھنا چاہتا ہے اس طرح کتاب معرفت تحقیق مواد کا ذخیرہ ہوتے کے بجائے ایک انقلابی اپیل میں ڈھنل گئی ہے۔ ایک بزرگ امکنہ موت بن گئی ہے واقعی یہ اس قابل تحقیق کو جانتی اور اس قابل ہے کہ بار بار پڑھی جانے۔ جیسا کہ کتاب کے ابتدائی صفات گواہ ہیں مصنف کو یہ احساس غیر معمولی شدت کے ساتھ ہے کہ انکار خدا کا یہ دوسرے تعلق، استدلال کا ایک غیر معمولی درج ہے اسی لئے انھوں نے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تعلق و استدلال کے علی و عقلی تھیں اور مواد میں ڈھنل کیا گیا ہے۔ تیسرا بار اور طبع کر دیا ہے اور شاند اسی کا اثر ہے کہ کتاب میں ہمیں کلامی اور فلسفیات اندرازی کے بھی ساپنگیا ہے۔ اماگر اس مواد میں سیرت اور نفیات کی اپیل رکھنے والے عنصر موجود نہ ہوتے تو پوری کتاب قاری کے ذہن پر بھی بوجھ بن سکتی ہی۔ جیسا کہ اس پہلی میں انکار خدا کے تعلق کی شانہ اور استدلال کی شانہ میں اس کا تعلق ہے اس کو کیک قلم استدلال و تعلق سمجھتا اور سمجھانا بھی قابل غور ہے۔ ہم دیکھیہ ہیں کہ خود سائنسی اور عقلی مشرب کے لوگ بھی اس باب میں تعلق اور استدلال کو تعلق دیتے ہیں، استدلال سزا اور غیر سائنسی قراءے کے رہے ہیں۔

خداؤرسوں کا تصویر | اذ: سید جلال الدین عمری -
صفات ۲۶۴م - ناول سائز
اسلامی تعلیمات میں | قیمت مجلہ ۵/۲
ملے کا پتہ: مکتبہ جماعت اسلامی۔ اردو بازار۔ دہلی ۲۷
یہ کتاب تین باب پر تقسیم ہے اور یہ باب اپنی ۱۷۳ صفحوں پر بھی ہوئے ہیں۔ ایک مقدمہ شامل ہے خوب ابتدائی باب بھی گویا مقدمہ ہے اس کتاب کا۔ جسمیں قدری ذہن کو خدا اور مذہب کے سلسلہ میں جدید اندرازی غلط فہیموں سے پاک کرنے کی تحریک کا شش گئی ہے تاکہ وہ غلط فہمی کے دھنڈکوں سے مخلکر کھلے، ماخے اور صاف، مصلی پہلی فہما میں کتاب کا مطالعہ کرنے کے قابل ہو سکے، دوسرا باب "خداؤکی نلاش" کے زیر عنوان شروع ہوتا ہے اس کی پانچ فصلیں ہیں۔ ان میں خدا اور خدا کے اسلامی ترجمان "رسول" کے متعلق اسلامی عقائد کو برہان اور جدال دنوں کے ساتھ میں ڈھنل کر پیش کیا گیا ہے۔ تیسرا باب میں جس کا عنوان "تصور خدا" ہے چند اصولی مباحث کے ذیل میں قرآن کا ایک تعارف کرتے ہوئے تعلق اور عقل کی روشنی میں خدا کی ذات و صفات، توحید اور کائنات میں خدا کا فرمائیں کا سپرحاصل جائزہ لینے کی سماںی کی گئی ہے اور آخیں بتایا گیا ہے کہ خدا انسان کے کیا چاہتا ہے؟

مصنف کی بڑی کامیابی یہ ہے کہ صفات کے اس قدر پھیلا دو متنوع کی اس قدر رشت کے باوجود کتاب میں خلکی اور سپاٹ پن پیدا نہیں ہوئے پایا۔ اس کے علاوہ ہر قسم کے علمی مذاق کی تکمین کا سامان الگ موجود ہے۔ فلسفہ،

وہ ایمانی کیفیت پیدا کرنے کے لئے بعض اس نوع کے نہیں مشروری اور اشاروں پر اتفاقی ہے کہ "اس یقین کو رو رکھ کی گہرا ہونے میں جذب کر لے" اور "اپنے جذبات و احساسات کو شوری طور پر اس سے ہم آہنگ بنالے"۔ لیکن کیسے اور کس طرع؟؟ یہ سوال بڑی حد تک اس بحث کے سیاق و سبق میں سوال ہی رہنے دیا۔ تبصرہ بھاگ کا خیال تھا کہ اس سوال پر مزید توجہ دی جائی تو کتاب کی افادیت میں چار چاند لگ جاتے۔

REVOLT AGE - REASON جیسا کہ داکٹر انے اپنی سماں کا رکاب تعلق و استدلال سے بنا (تو) میں تفصیل طور پر اسی صورت حال کا جائزہ لیا ہے لیکن آگر اس محدث نے تعلق کو فی الواقع تعلق و استدلال تسلیم کی کہ بیجا جائے تو اس کو شکت دینے کے لئے اور اس کی جگہ یقین و ایمان کی بنیاد رکھنے کے لئے تھا تعقل و استدلال کے ستمبادروں سے کام نہیں چلے گا۔ تعقل و استدلال کسی شخص میں لیقین و ایمان کی بحوث اسی وقت جگہ سکتے ہیں جبکہ ان ستمبادروں کو استعمال کرنے والا خود لیقین و ایمان سے ملا مال ہے۔ اور یہ لیقین و ایمان خدا ہے اور بھی تھا تعقل و استدلال سے پیدا ہئیں ہو سکتا۔ مصنف کو اس حقیقت کا احساس خود بھی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

"ہاں — ایک پہلو سے الہمیان کا درجہ پہت اونچا ہے خدا کے پارے میں دلائل کے ذریعہ انسان کو جو لیقین حاصل ہوتا ہے اس کی حیثیت جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں امکان غالب کی ہے۔" (صفہ ۱۳)

"الہمیان کی نیت انسان کے اندر اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ وہ اس لیقین کو اپنی رو رکھ کر گھر اپنے دلائل میں جذب کر لے اور اپنے جذبات و احساسات کو شوری طور پر اس سے ہم آہنگ بنالے" (صفہ ۱۴)

اس نے ایک تسلیک زده اور تعقل پرست دنیا کو ایمان و لیقین دینے کا کارگر اس وہی لوگ کر سکتے ہیں جو:-

"صحیح معقول پر ایمان رکھتے ہوں" (صفہ ۱۵) اس نے مصنف سے جو ملنہانہ "شکایت" پیدا ہوئی وہ قریب یہ ہے کہ "دور حاضر کی بغاوت" — "خدا سے بغاوت" کا فتح خانہ مقابلہ کرتے کے لئے انھوں نے ارباب مذہب کو "چہاں" دلائل و راهیں "سے مستحب ہوئے کہ تیاریوں پر شدت کے ساتھ متوجہ کیا ہے۔ اس کے طبقے اور اس کے نشیب و فراز سمجھائے ہیں دہا دخود" الہمیان قلب" والی

ایمن ای. ذی. انجینریگ کا بحث کر اچھی کی اخن طلبی نے ایک سیرت کا لغتش شعقدر کرنے کے بعد اس کی یادگاریں پہ مدد "اسوہ حسنہ" کے نام سے شائع کیا ہے اس طرح اس کا لغتش سے مردم لوگوں کو کاغذ سے "نصف ملقات" کر دیا ہے۔ دور رسم اور دیر پا اثرات کے لحاظ سے یہ "نصف ملقات" ایک لحاظ سے کمل یقین بھی ہے۔ م JL کا جو نام تجویز کیا گیا ہے اس سے اخن طلبی میں علی تراپ کا احساس ہوتا ہے۔ نام دلکش بھی ہے اور جان نواز بھی ارتقیبی میں حصہ ذوق اور پُر کاری ہے۔ مندرجات اور مدد کے نام میں عنوانی ہم آہنگی نے مدد کو اسم بامسٹی بنا دیا ہے۔

اینداہی چند صفات میں سب سے اول نیز پر بولنا محدودی کا جو پیغام دیا گیا ہے۔ وہ اپنی تکمیر ای اصطلاح کے لحاظ سے بھی واقعۃ نبراؤں پر نظر آیا۔ اس کے بعد سیرت ختم ارسل" کے زیر عنوان مولانا مودودی کام معمون ہے جس میں حضورؐ کی شخصیت اور اشن کی بنیادی باتوں کو دلنشیں انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ علی طبقاوی کے معنون "اے اشیکے رسول" میں طبع اپیل ہے۔ نعیم صدیقی کی نوت "..... کہ ایک نوت کہوں" بہت ہی درج بھری چیز ہے۔ اس کے سلسلے

حضرت عمر بن العاص | مصنف: - حقن محمد فرج مصمری۔
مترجم: - محمد احمد پانی بیوی۔ بارہ روپے

حضرت امام ابن قریۃ | مصنف: - عبد العظیم عبد السلام۔
مترجم: - حافظ شیدا حدرار شاد۔ پندرہ روپے

ایدینہ حقیقت نما | مصنف: - اکبر شاہ خاں تجیب آبادی۔
قیمت - پندرہ روپے۔

نظم الملک طوسی | مصنف: - عبد الرزاق کانپوری
کاسہ۔ ختم ہوتے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش خطبات
دیکھنے لگتے ہیں۔ انہوں نے تو جیسے مجھے کے فاری کو خود حضور کی
حبلیں پاک ہیں بیخدا یا کیسا دل آدیز اور اچھوتا تھا حضور

البرامکہ | مصنف: - عبد الرزاق کان پوری۔
قیمت - پندرہ روپے۔

آیات بذیات | مصنف: - حسن الملک مکمل دو حصے
کاشش بے خار | قیمت - اٹھارہ روپے۔

کاشش بے خار | قیمت - اٹھارہ روپے۔

ضمیم خانہ موعش | مجموع کلام امیر میضا فیضی
تجدید دین کامل | مولانا عبد المباری ندوی۔ ۹ روپے ۹۰ پیسے۔

تجدید معاشیات | قیمت - ۹ روپے ۹۰ پیسے۔

اثباتۃ النبوۃ | حضرت محمد الفشنی حسکا ایک نادر سالہ
جنوبی سیکھی کا شوق رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب عدم تخفی
ہے۔ قیمت - دو روپے۔

عربی متن کے ساتھ۔ سلیس اُردہ ترجمہ۔ ڈیڑھ روپے۔

شام ہماں ایام امیری اور عہد اوزنگزیت | بزرگیت
مترجم: - خلیفہ حمایہ حسین۔ قیمت - بارہ روپے۔

دعوتِ اسلام | مصنف: - ڈاکٹر انڈر توجہ محدث جیلانی
دلہوی۔ قیمت - دس روپے۔

تاریخ فلسفۃ الاسلام | مصنف: - ڈاکٹر میر ولی الدین
صحابیہ کرام پڑاویلیائے عظام کے احوال و

انوار الصرف | احوال کا جموجعہ۔ قیمت - چار روپے۔

مکتبہ تجلی - دیوبند (روپی)

میں ایک حنفی اتفاق کا طبقہ بھی سنتے جلتے ہیں۔ یہ ندت
پڑھتے ہوئے ایک جگہ "اڑی گیا مصنفوں" کے بجائے "ٹٹ گیا
مصنفوں" دیکھنے کو جی چاہا اور یہ نفت اپنے ایک دوست
سو لانا یہ سفت اصلاحی کو سنارہ تھا تو "یہ اپنی نسبت عالی۔
یہ شامت و اڑوں" پر اصلاحی صاحب ہے کہا گہ "یہ اپنا حال
زبون ہوتا ہے۔ اس کے بعد کہیں پر دیوار شائع ہوئی تو یہ
دو ٹوں ترمیمات شاہزادی اپنے میں کر کھلا لھتا۔ مجھے میں مقام
کا سلسلہ ختم ہوتے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش خطبات
دیکھنے لگتے ہیں۔ انہوں نے تو جیسے مجھے کے فاری کو خود حضور کی
حبلیں پاک ہیں بیخدا یا کیسا دل آدیز اور اچھوتا تھا حضور
کا انداز تقریبی ہے۔ جتنا مختصر اتنا ہی جامع اور اتسابی دل میں
مترجم ہے والا ہے۔

بعض جگہ جو اسکی کمی محسوس ہوئی۔ شاہ صفحہ ۱۰۰ پر
جو زیلی اتنیسا دیا ہے وہ ایک حدیث ہے مگر اس کا کوئی حوالہ
 موجود نہیں۔ مجموعاً طور پر یہ مجلہ بہت پرشش اور ایکان افروز ہے

تعلیم الصرف | عربی سکھانے والے تو اعداد کی ایک نئی کتاب
جس میں عالم فہم انداز میں بیانی قاعدے
اس طرح بیان کئے ہیں کہ ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔
عربی سیکھنے کا شوق رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب عدم تخفی
ہے۔ قیمت - دو روپے۔

اصول فقہ | تاریخ فہاد اور اصول فقہ کے فن پر ایک
خاص کتاب اس کا مطالعہ ایک عالم ادنی
کو ہمیں علم فقہ کی گہرائی سے روشناس کرے گا۔

الاكتشف عن جهات التقویف | حکیم الامرست ہولانا اثر
علیٰ حکیم مشہور کتاب جو
تصوف کے تمام ہی گوشوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ پندرہ روپے۔
صداقت اسلام | اسلامی عقائد اور قرآن کی صداقت
کا بیان موثر اور مدد اندازیں۔
معاذ دین و مخالفین کے اعتراضات کا جواب بھی عمدہ
سید دیا گیا ہے۔ قیمت - مجلد تین روپے۔ ۳۷۵

کمیوزر کے ہوئی لمحے کو تھاں کر رہا تھا

نے سامانات کے جگہ نہ پرانے سامانات کے جگہ
سے زیادہ خطاں اور غریب ہیں۔ اس کا سب سے بڑا
لمحہ ہے کہ شیخ، اُن کی اس کتاب کا

لمحہ کہ فرانس اور روس کے تجھبست کا
تھا۔ لاسٹ پر بڑا اور موڑ کا شکوہ رسی مطر قریب تھا۔

بڑی تھی زمیر کے خلاف ہوئے۔ وہ کوئی دست کیلے
ہون چکے اُد، بالآخر انہوں نے کمیوزر کو اس سے یہے

بڑی اکتا، اُک اٹھائی پلپ اور بصیرت اور از
کتاب۔ مترجم ہو چکا تھا۔ ۲۔ صفات تھیں

ایک روپیہ اور اس کے مقابلے میں اس کا سب سے بڑا
اویس مر جہوت کے نہیں پر بُن و زیر یا نسل

بُنادلی، بُنالی، سودا، تھن، تھن تھے اس کے خلاف اُد و از

تھر شیخیت کے کمالا، اس کے مقابلے میں کوئی کامیابی نہیں

کام کی جو صنفوں کو بروقت گولی بول دی جائی تو اسے تمہارے یکساں دریے

وہ سب پر ہوتا۔ پُر کرماں مکمل ہے۔

کمیوزر کی بیانی بُونی ترقی پیدا کی تھیں اس کا سب سے بڑا

باخت کے یہ کیون خوفناک طاقت کی دلیل ہے۔

ایک اکھنیکی کی بیانی بُونی تھیں اس کے مقابلے میں اس کا سب سے بڑا

ایک روپیہ۔ اسے جو پوست گھون کرنے کا لیے بُنیں کیا

بُنیں کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں کامیابی نہیں

کی کیون کہ وہ کتاب کی جھیشت سے اسے بینے

کے شفت حصہ کا درود رکھتے اور وہ اس کے حالات

کو تربیت سے پھیکھنے کی دعویٰ اس نئی قیمت

کی دینے کی طرح کیا کہ کامیاب کو ایک نئی شغل

کی دینے کی طرح سے اس کی دعویٰ اسے بینے

تین انقلاب

کمیوزر کے خلاف میں اس کے تجھبست کا

انقلاب تھا اور موڑ کی شکوہ رسی مطر قریب تھا۔

کمیوزر اور نسل اس کی تھیں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

کامیابی کی طرف تھیں اس کے مقابلے میں اس کے مقابلے میں

پھر کے دنماں

انیاک پھر صنفوں کی آپ سے یا

سرکی وقت میں شہرت کے حفاظت میں بکھرے

بدریس کمیوزر کے خلاف ہوئے۔ وہ کوئی دست کیلے

ہون چکے اُد، بالآخر انہوں نے کمیوزر کو اس سے یہے

بڑی اکتا، اُک اٹھائی پلپ اور بصیرت اور از

کتاب۔ مترجم ہو چکا تھا۔ ۳۔ صفات تھیں

ایک روپیہ اور اس کے مقابلے میں اس کا سب سے بڑا

تجمید جنوں

کتاب اُردو کے شعری سماں سے اسکے ایک

تماری کی اضافی جیشیت رکھتی ہے۔ میں نہ سمجھتا

تاد اسکا بیان۔ وہ اس اور شرقی وہی کوئی نہیں ہے

باخبر شادوں کی دلیل ایکر انہوں کو منہڈ اُردو

کر جائے، وہ جو سیمی اور جیسیں مار کر نہیں کیا تھا۔

ہماری اسکا دل اور اس کا نہیں پار ہے کیونکہ اس سے

تمہست پائیج رہے۔

چین کا بدلتا سماں

چین کا سماں جیسا کہ اسکا بیان دیکھ کر کوئی نہیں

یعنی کہ قریب ادا رہتے اور وہ اس کی وجہ سے

جیسا کہ سیمی سماں میں ہے۔ اسکا سماں کیا ہے

میں اس کتاب میں ان کا یہ دلیل دیکھ دیں کہ ساتھ

مالدار گیا ہے۔ تھبت ایک روپیہ۔

خطیم بیداری اور جمیوریت کیا ہے

خطیم بیداری کی نظر میں اس کے دلیل کیا ہے

سماں میں کامیاب اور جمیوریت کی وجہ سے

بیان صرفی کی تھیات کو کہا اشیاء کے وہیں تھے جو

وہیں نے رکھیں تھے۔ پھر اسے پہنچ دیتے تھے کہ ان کے

تندیگی بھر کی تھیات اور تکریر کی تھیں جیسیں تھیں۔

ایک روپیہ پیچا سے ہے۔

اس پتے سے منگائیے۔ مکتبہ تھیں دیوبند مصلح سہارن پلور (یو۔ یو)

فہمی ترتیب
جبراہی ایڈیشن

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مکمل مجموع

دارالعلوم کے صدرالدُور کاشاہ کار، دھانی بڑاڑ سے زادِ تھامیہ بال
جو عموماً مفضل اور عبارات فقہیہ کے ساتھ مدلل ہیں۔ بزرگی کے ہر شعبہ کے فتویٰ
سے متعلق سوالات کا یہ ذخیرہ اس کتاب سے کتابم دروس نہ انداختا ہوں، اپنے بڑیوں
اوہر مسلم اگرچہ میں برائے مطالعہ کر جائیں۔ مایہشل نوشنا دیوبندیہ زیب جس میں مذکولانہ
دارالعلوم کا فوجی شاہی شامل ہے۔

تیس مکمل سیٹ چار جلدیوں میں اکیل رود پے (جلد چوتھیں روپے)

اشرفتیہ ریزی ریور مکمل محتوى ہر طبق کا مسئلہ اسی
باکل عام فہم، عوسمیں اور سچیاں تک فائدہ الحاصل کرنے میں۔ دو جلدیوں میں
مکمل، باہر رود پے (جلد پندرہ روپے)

قصص الاولیاء یعنی زربۃ السالین اور دو اور بیو فرازیہ
جس میں ادبی، ارشادی، صلحی اور دوستگانی میں
کثیر و سے زائد حکایات و کرامات درج ہیں۔ پانچ حصوں میں۔

نی حصہ روپے

غیرت کیا ہے؟ مولانا عبد الجلی لکھنؤی کی ایک نادر کتاب میں
غیرت کر قرآن میں "اپنے بھائی کا گوشت کاشاہ
سے تبریک ہے وہ کیا ہے۔ اس کی کتنی شانیں اور قیمتیں ہیں۔ اس سے متعلق
فقی احکام کیا ہیں۔ ایسے تمام سوالوں کے جواب قرآن و حدیث اور اقوال
سلف کی روشنی میں۔ جیسے روپے پچاس پیسے۔

بمراہین قاطعہ بدعات کے درمیں ایک شہرہ آفاق کتاب
طرح طرح کی متعدد بعون کی وجہ بلاق
المیہ بعت دینے رہتے ہیں ان کا لا جواب رواد میں حقاند کا بسان
پانچ روپے

مُفَيْدِ كِتابَتِيں

تفسیر حل القرآن | ایک عام فہم اور ملیٹیں تصریح جو مسلمانوں کی
مزدویات کے لئے ملائیے مفید کارا ہے۔

چند اہم خصوصیات

(۱) حضرت مولانا اشرف ملی مساب صحافیوں نے شروع سے تحریک حرف اور نا
ملاحظہ فرما ہے (۲) تفسیر کے ان جواہی سے جو کروانا تھا انوی نے تحریر فرمائے
جس اسکی افادت ہے، اضافہ ہرگیا ہے (۳) مولانا تھامیہ زیب نے اس تفسیر کی
انضباطی و انتیازی خصوصیات پر پشك ایک تقریظ بھی تحریر فرمائی ہے۔
هدیہ، فی پاہِ ڈریڈر دوپیہ۔ مکمل سیٹ ۴۰ روپے۔

از مو لانا

تاریخ اسلام مکمل دو ہفتہ خصوص ماعش اپنی بیوی
چاہے دزمیم کی نہود سے وصال بھری مصلی اللہ علیہ وسلم تک کے تمام ممالک
و احتمالات نہایت میں اور شریمن اندماز میں۔

ایم پریشن مولن کی نظر ثانی اور نی ترتیب کے مطابق ہے جس میں بعد
صفایم کے اضافوں کے مطابق تکوپات بھر گی جو شاہین وقت کے ناگہ
گئے تھے مدد اور تحریر موجود ہیں۔ مایہشل نوشنا جس میں نادر مبارک کا مک
بی شاہی ہے۔ بلا جلد چھ روپے (جلد ساٹھی سات روپے)

کمالین مترجم و شرح اور دو جلا المیں اس ای تفسیر درالعلوم دیوبند
پر مشہور ترین تفسیر نیم تفسیر دوں کا خلاصہ و عطریہ۔

خصوصیات۔ (۱) اصل عربی متن میں اعراب (۲) متن کی پیچے مام فہم اور
ترجمہ (۳) آرچے کے بعد متصدی تغایر شکل تفسیر کر، کشاث، روح البیان
(۴) کشش تفسیر مذہبی، بیان القرآن وغیرہ کے مختصر بھاصاین (۵) مکمل القرآن
سے متعلق دو رضاصرکی تحقیق (علمی لاطائعت اور قرآنی بحثات (۶) شان
نزول و ربط بحثات؛ بلاغت اور اسلوب قرآن پر لینے نہیں (۷) صحیح عقاید و ملک
کی ترجیحی فتویٰ (۸) اپنے مکمل پر میں پاؤں دو دوچھو بھج۔ بالی پر پاؤں دعل پھ

مکتبہ تحلی - دیوبند (می۔ پ)